حکمائے اسلام

www.KitaboSunnat.com

حصّہ دوم

مُرتّبہ

مولانا عبدالسّلام ندوی

نیشنل بُک فاؤنڈیشن
اسلام آباد
لاہور - راولپنڈی - ملتان - کراچی - سکھر - پشاور - کوئٹہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

18633

مَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا

سلسلہ دار المصنفین

حکمائے اسلام

حصہ دوم

جس میں متوسطین و متاخرین حکمائے اسلام کے مستند حالات اُن کی علمی خدمات

اور اُن کے فلسفیانہ نظریات کی تفصیل دی گئی ہے

مؤلفہ

مولانا عبد السلام ندوی

باہتمام مولوی مسعود علی ندوی

نیشنل بک فاؤنڈیشن

اسلام آباد

لاہور - راولپنڈی - ملتان - کراچی - سکھر - پشاور - کوئٹہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق محفوظ

یہ کتاب نیشنل بک فاؤنڈیشن پاکستان نے
دارالمصنّفین اعظم گڑھ سے پاکستان کے لئے جملہ حقوق
حاصل کر کے شائع کی۔

طبع اوّل : ۱۹۸۹ء

کوڈ نمبر : ڈی۔ایم۔آ۔پی/آئی ۱۸۹

مطبع : احمد برادرز ناظم آباد۔ کراچی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

18633

فہرست

اسمائے حکمائے اسلام

حصۂ دوم

	اسماء	صفحہ
	دیباچہ ۱-۲	ا
۱	عمر خیام	۱
۲	میمون بن نجیب الواسطی	۷
۳	ابوحاتم المظفر الاسفزاری	۹
۴	ابوالعباس للوکری	۱۰
۵	ابوالفتح کوشک	۱۲
۶	عبدالرحمٰن الخازن	۱۴
۷	امیہ بن عبدالعزیز بن ابی الصلت	۱۶
۸	ابن باجہ	۱۹
۹	ابن طفیل	۲۷
۱۰	شیخ الاشراق شہاب الدین سہروردی مقتول	۵۰
۱۱	ابن رشد	۹۶
۱۲	امام رازی	۲۰۹
۱۳	سیف الدین آمدی	۲۳۲
۱۴	سدید الدین بن رقیقہ	۲۳۷
	مغلوں اور تاتاریوں کا دور ۶۵۶ھ تا ۹۲۳ھ	۲۳۹
۱۵	نصیر الدین طوسی	۲۴۲
۱۶	علامہ قطب الدین شیرازی	۲۴۹
۱۷	قاضی عضد الدین ایجی	۲۶۲
۱۸	قطب الدین رازی	۲۶۳
۱۹	علامہ سعد الدین تفتازانی	۲۶۶
۲۰	علی بن محمد السید الشریف الجرجانی	۲۷۱
	دور عثمانی	۲۷۸
۲۱	خواجہ زادہ	۲۸۰
	حکمائے متاخرین	
۲۲	علامہ جلال الدین دوانی	۲۸۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

	اسماء	صفحہ
۲۳	علاء الدین علی طوسی	۲۸۹
۲۴	علی بن محمد قوشجی	۲۹۱
۲۵	میر محمد باقر داماد	۲۹۶
۲۶	محمد بن ابراہیم شیرازی	۲۹۸
	حکمائے ہندوستان	۳۰۲
	۱- خاندانِ فرنگی محل	۳۰۶
۲۷	ملا قطب الدین شہید	۳۰۶
۲۸	ملا نظام الدین	۳۰۷
۲۹	مولانا عبد العلی بحر العلوم	۳۰۹
۳۰	ملا حسن	۳۱۰
۳۱	ملا مبین	۳۱۲
۳۲	مولانا عبد الحئی فرنگی محلی	۳۱۲

	اسماء	صفحہ
	۲- خاندان خیر آباد	۳۱۰
۳۳	مولانا فضل امام خیر آبادی	۳۱۴
۳۴	مولانا فضل حق خیر آبادی	۳۱۵
۳۵	شمس العلماء مولانا عبد الحق خیر آبادی	۳۱۸
	مختلف خاندانوں کے حکماء	
۳۶	قاضی مبارک گوپاموی	۳۲۳
۳۷	مولوی حمد اللہ سندیلوی	۳۲۴
۳۸	ملا محمود جونپوری	۳۲۴
۳۹	ملا محب اللہ بہاری	۳۲۵
۴۰	مولوی محمد یحییٰ بہاری	۳۲۵
۴۱	زین الدین عمر بن سہلان الساوی	۳۲۷
۴۲	محمد بن عبد الکریم مہندس	۳۳۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

18633

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

حکمائے اسلام کا یہ دوسرا حصہ ہے پہلے حصہ میں قدماء فلاسفۂ اسلام کے حالات اُن کے بعض فلسفیانہ مسائل کی تشریحات کے ساتھ مذکور ہیں اس حصہ میں زیادہ تر متوسطین اور متاخرین فلاسفۂ اسلام کے حالات درج ہیں اور یہی دور اسلامی فلسفہ کی ترقی کا اصلی دور ہے اس دور میں ایک طرف تو امام رازی نے فلسفۂ یونان پر اس کثرت سے اعتراضات کئے کہ یونانی فلسفہ کے پرخچے اُڑ گئے، دوسری طرف ابن رشد نے فلسفۂ ارسطو کی حمایت کی اور اُن غلط فلسفیانہ مسائل کا پتہ لگایا جن کو بو علی سینا اور فارابی نے متکلمین سے اخذ کر کے فلسفۂ ارسطو میں شامل کر دیا تھا اسی دور میں یورپ میں اسلامی فلسفہ کی اشاعت ہوئی اور ابن رشد کے نظریات وخیالات یوروپین ممالک میں پھیلے اس کے بعد متاخرین کا دور شروع اور اس دور میں ارموی، ابہری، کاتبی تفتازانی، عضد الدین ایجی اور دوانی وغیرہ پیدا ہوئے علوم وفنون کی تاریخ میں متاخرین کا دور تنزل کا دور سمجھا جاتا ہے اس لئے اس دور کی فلسفیانہ تصنیفات کے متعلق لوگوں کا خیال تھا کہ وہ مستقل ...... تصنیفات نہیں ہیں بلکہ قدیم فلسفیانہ کتابوں کی شرحیں اور حاشیے ہیں لیکن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ب

جرمنی کے مشہور فاضل ڈاکٹر برٹن نے فلسفۂ اسلام کی جو تاریخ جرمن زبان میں لکھی ہے... اس میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ فلسفۂ اسلام کی تاریخ میں یہی دور سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے اور اسی دور کے فلاسفہ نے یونانیوں کی غلطیاں نکالی ہیں اور بہت سے جدید مسائل ایجاد کئے ہیں لیکن افسوس ہے کہ جس دور میں حکماء پیدا ہوئے اس میں اُن حکماء کے حالات میں کوئی مستقل کتاب نہیں لکھی گئی جن سے جدید فلسفیانہ مسائل کا پتہ لگتا اس لئے بڑی دیدہ ریزی کے ساتھ مختلف کتابوں سے ان کے اجمالی حالات فراہم کئے گئے اور چونکہ یہ کتابیں فلسفیانہ حیثیت سے نہیں لکھی گئی تھیں اس لئے ان کی فلسفیانہ ایجادات و اختراعات کا مطلق پتہ نہ چل سکا۔

متاخرین کے سب سے آخری دور میں ہندوستان میں بھی بہت سے معقولی علمائ پیدا ہوئے اور آج درس نظامیہ میں جو عام طور پر ہندوستان کے عربی مدارس میں جاری ہے انہی علماء کی فلسفیانہ کتابیں داخلِ نصاب ہیں جن کو پڑھ کر ہندوستان کے عربی خواں طلبہ فارغ التحصیل ہوتے ہیں اس لئے ان مشاہیر علماء کے تراجم بھی اس حصہ میں شامل کئے گئے ہیں اور ہم کو امید ہے کہ اس کتاب کا یہ حصہ ہندوستان و پاکستان میں دلچسپی کے ساتھ پڑھا جائے گا۔

عبدالسلام ندوی
دار المصنفین اعظم گڑھ
۱۲ اگست ۱۹۵۶ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عمر خیام

(ولادت ۴۴۰ھ وفات ۵۲۶ھ)

ہندوستان اور یورپ میں وہ عام طور پر ایک رباعی گو شاعر کی حیثیت سے مشہور ہے لیکن ایران میں وہ کبھی شاعر کی حیثیت سے مشہور نہیں ہوا بلکہ وہ ایران میں صرف فلسفی بلکہ زیادہ تر ایک ریاضی داں ہونے کی حیثیت سے مشہور ہے اور ہم اسی حیثیت سے اس کتاب میں اس کا تذکرہ لکھتے ہیں۔

نام و نسب اس کا نام عمر اور باپ کا نام ابراہیم تھا لیکن وہ عام طور پر اپنے لقب خیام کے ساتھ مشہور ہے جس کے معنی خیمہ دوز کے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے خاندان میں خیمہ دوزی کا پیشہ ہوتا تھا۔

ولادت اپنے وطن نیشاپور میں ۴۴۰ھ یا ۴۴۱ھ میں پیدا ہوا۔

تعلیم و تربیت اس کے اساتذہ میں یقینی طور پر ابوالحسن انباری کا نام معلوم ہے جو ہندسہ اور ہیئت کا بہت بڑا عالم تھا اور اس سے خیام نے مجسطی پڑھی تھی، فلسفہ میں اس کے اساتذہ کا نام یقینی طور پر معلوم نہیں اس نے اپنے رسالہ کون و تکلیف میں ابو علی سینا کو اپنا استاد (معلمی) کہا ہے اور یہ یقینی طور پر معلوم ہے کہ وہ ابو علی سینا کو سب سے بڑا فلسفی سمجھتا تھا اور اس کے فلسفہ سے نہایت حسن عقیدت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھتا تھا اس لئے ممکن ہے کہ اس نے فلسفہ کی تعلیم اس سے حاصل کی ہو خیام کے زمانہ میں ابوعلی سینا کے بہت سے ممتاز شاگرد بھی موجود تھے اور ممکن ہے کہ خیام نے ان لوگوں میں سے بھی کسی کی شاگردی کی ہو بہر حال وہ فلسفہ میں ابن سینا کے خیالات سے بیحد متاثر تھا اس لئے وہ اسی اسکول سے تعلق رکھتا تھا۔

وفات | خیام کے سال وفات میں بہت زیادہ اختلافات ہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ اس نے ۵۲۶ھ میں وفات پائی ہے۔

اہل وعیال | خیام کے اہل وعیال میں ہم کو صرف ایک لڑکی کا حال معلوم ہے جس کی شادی خیام کی زندگی ہی میں بغداد کے محمد نامی کسی فاضل سے ہو چکی تھی۔

فضل وکمال | ابو علی سینا کے بعد فلسفہ وحکمت میں اسی کا درجہ ہے اور ریاضیات میں تو کوئی حکیم اس کا ہمسر نہیں ہے علم طب میں بھی وہ کمال کا درجہ رکھتا تھا اور غالباً امراء وسلاطین کے درباروں میں اسی علم طب کے ذریعے سے اس کی رسائی ہوئی علم نعت فقہ تاریخ علم قرات وتفسیر سے بھی اچھی طرح واقف تھا لیکن یہ علوم اس کا اصلی فن نہ تھے۔

خیام ملک شاہ سلجوقی کے دربار میں | ملک شاہ سلجوقی ۴۴۷ھ میں پیدا ہوا ۴۶۵ھ میں انیس برس کی عمر میں تخت نشین ہوا اور ۴۸۵ھ میں وفات پائی اس کا وزیر نظام الملک طوسی تھا جس کی شہرت تفصیل وبیان سے مستغنی ہے ان دونوں نے جو بڑے بڑے کام کئے ان میں ایک رصد خانہ کی تعمیر بھی ہے اسی تعلق سے دوسرے علمائے ہیئت کے ساتھ عمر خیام بھی بلوایا گیا اور رصد خانہ کا کام شروع ہوا یہ رصد خانہ ۴۶۷ھ میں دار السلطنت اصفہان میں قائم ہوا اور اس کے قیام میں اس دور کے بہت سے ہیئت دانوں نے حصہ لیا اور رصد خانہ میں خیام نے جو خدمات انجام دیں اُن کی تفصیل علم ہیئت کی کتابوں میں مذکور ہے خیام کی شہرت ملک شاہ کے زمانے میں اسی رصد خانہ سے ہوئی ملک شاہ کی وفات کے بعد اگرچہ دوسرے وزراء وامراء سے بھی اس کے تعلقات پیدا ہوئے لیکن ملک شاہ کے بعد زیادہ تر اس نے گوشہ نشینی کی زندگی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسر کی۔

تلامذہ خیام علمی فیض کے پہنچانے میں بخیل تھا اس لئے نہ اُس نے بڑی بڑی تصنیفات کیں نہ بہت سے شاگرد پیدا کئے صرف چند لوگوں نے اس کی شاگردی کا فخر حاصل کیا ہے جن کے نام یہ ہیں۔

(۱) ابوالمعالی عبداللہ بن محمد میانجی عین القضاۃ یہ خیام اور امام احمد غزالی برادر امام محمد غزالی المتوفی سنہ ۵۲۰ھ دونوں کے شاگرد تھے اس لئے انہوں نے گویا (خیام کے) فلسفہ اور امام احمد غزالی کے تصوف کو ملاکر ایک نیا فلسفہ پیدا کر دیا جو تصوف و حکمت دونوں کا مجموعہ تھا انہوں نے ۵۲۵ھ میں وفات پائی،

(۲) حکیم علی بن محمد حجازی قائنی اس کا قیام بہق میں رہتا تھا اُس نے ۵۴۶ھ میں نوے سال کی عمر میں وفات پائی۔

(۳) احمد بن عمر بن علی نظامی عروضی سمرقند کا باشندہ تھا چہار مقالہ کا مصنف ہے اور شاعر ادیب اور منجم تھا اور غالباً علم نجوم میں خیام کا شاگرد تھا۔

بعض لوگ امام غزالی کو بھی خیام کا شاگرد کہتے ہیں لیکن تاریخی واقعات سے صرف امام غزالی اور خیام کی ملاقات ثابت ہے شاگردی اور استادی کا تعلق مشکوک ہے۔

تصنیفات خیام کی تصنیفات کی صحیح فہرست کے مطابق حسب ذیل رسالے ریاضیات میں ہیں۔

(۱) رسالہ مکعبات (۲) رسالہ جبر و مقابلہ (۳) رسالہ شرح ما اشکل من مصادرات اقلیدس (۴) زیچ ملک شاہی اور حسب ذیل رسالے طبعیات میں (۱) رسالہ مختصر در طبعیات یا لوازم الامکنہ (۲) میزان الحکمۃ یا رسالۃ فی الاحتیال لمعرفۃ مقداری الذہب و الفضۃ، اور حسب ذیل رسالے الٰہیات میں؛ (۱) رسالہ کون و تکلیف و رسالہ اسولہ ثلاثہ (۲) رسالہ فی کلیات الوجود (۳) رسالہ موضوع علی کل وجود (۴) رسالہ اوصاف یا رسالۃ الوجود ان کے علاوہ جو رسالے ہیں، یعنی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱) بعض عربی اشعار (۲) رباعیات فارسی (۳) مکاتبات خیام وہ ادبی ہیں جن سے ہم کو بحث نہیں اور قدماء کی غلطیاں نکالی ہیں لیکن ہم ان مسائل کو سمجھ سکتے ہیں اور نہ ناظرین کو ان سے دلچسپی ہوسکتی ہے اس لئے اُن کو بھی نظرانداز کرتے ہیں البتہ الٰہیات پر اُس نے جو کچھ لکھا ہے وہ قابل فہم ہونے کے ساتھ مفید اور دلچسپ بھی ہے اس لئے اس کا خلاصہ نقل کرتے ہیں۔

رسالہ کون و تکلیف میں اُس نے شیخ بو علی سینا کے ایک شاگرد ابونصر محمد بن عبدالرّحیم نسوی کے دو سوالوں کا جواب دیا ہے۔

(۱) ایک یہ کہ خدا نے یہ دنیا اور خصوصاً انسان کو کیوں بنایا؟

(۲) اور انسانوں کو عبادات بجالانے کی کیوں تکلیف دی؟

پہلا سوال کون (ہستی) کی علت سے اور دوسرا سوال تکلیف (احکام الٰہی) کی علت سے ہے اسی وجہ سے اس رسالہ کا نام "کون و تکلیف" پڑ گیا ہے خیام نے ان سوالوں کے جواب میں سب سے پہلے یہ لکھا ہے کہ تمام فلسفہ کا نچوڑ صرف تین سوالات ہیں۔

(۱) انیّت یعنی کیا یہ ہے؟

(۲) ماہو یعنی اگر ہے تو کیا ہے؟

(۳) لمیّت یعنی کیوں ہے؟

پھر بتایا ہے کہ ہر وہ شے جو دنیا میں موجود ہے وہ انیّت یعنی موجودیت اور ماہویت یعنی ماہیت سے کبھی خارج نہیں ہوسکتی البتہ لمیت سے بعض وجود بے نیاز ہوسکتے ہیں اور اس وجود کا نام واجب الوجود ہے جس پر تمام اسباب و علل کی انتہا ہوتی ہے لیکن واجب الوجود جس طرح اپنے وجود کی علت سے بے نیاز ہے اسی طرح اس کے اوصاف و افعال بھی علل و اسباب سے مستغنی ہیں اس لئے یہ سوال ہی بے معنی ہے کہ اس نے کیوں بنایا؟ اور ہست کیا؟ یہ واجب الوجود کے جود و کرم کی صفت کا نتیجہ ہے کہ دنیا ہست ہے اور ہم موجود ہیں۔

اس کے بعد اس نے شیخ بوعلی سینا کی الٰہیات کے مطابق موجودات کی ترتیب بتائی ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اس ترتیب پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ مرکبات مادی ترتیباً یکے بعد دیگرے کیوں پیدا ہوئے اور غیر مادی مبدعات کی طرح ایک ساتھ کیوں نہیں پیدا ہوئے ؟

خیام نے اس کا نہایت عمدہ جواب یہ دیا ہے کہ تمام مادی کائنات وموجودات آپس میں متضاد ومتقابل ہیں اور جو چیزیں باہم متضاد ومتقابل ہوں وہ سب ایک ساتھ ظہور پذیر نہیں ہو سکتیں ایک ہی کپڑا ایک ہی وقت میں سپید وسیاہ دونوں رنگ یکے بعد دیگرے چڑھیں گے اب اس جواب پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ دنیا میں تضاد کا ضروری ہونا ممکن ہے یا واجب؟ اگر ممکن ہے تو اس کے وجود کی علت بالآخر واجب الوجود پر ختم ہوگی کیونکہ تمام ممکنات کی آخری علت وہی ہے لیکن اگر واجب ہے تو وہ واجب الوجود میں ہو کر پایا جائے گا اس صورت میں واجب الوجود میں کثرت ثابت ہوگی حالانکہ یہ اپنی جگہ پر ثابت ہو چکا ہے کہ واجب الوجود ہر حیثیت سے واحد ہے اس لئے لامحالہ یہی ماننا پڑے گا کہ وہ ممکن ہے اور اس کی آخری علت بالآخر خداوند تعالیٰ (واجب الوجود) ہے جس کے معنی یہ ہوئے کہ عالم میں یہ تضاد خداوند تعالیٰ کی خلق وایجاد سے ہے اور شر کا وجود چونکہ اسی تضاد کی وجہ سے ہوا ہے اس لئے یہ کہنا صحیح ہے کہ شر کا خالق بھی خدا ہے۔

خیام نے اس اعتراض کے جواب میں متعدد مقدمات قائم کئے ہیں اور بتایا ہے کہ ماہیت کے لئے ماہیت کے لوازم کا ثبوت بالوجوب ہوتا ہے اُن کے ثبوت کے لئے کوئی نئی علت نہیں ہوتی بلکہ خود ماہیت کی علت اس کے لوازم کی بھی علت ہوتی ہے مثلاً جب زید انسان ہوا تو یہ سوال نہیں ہو سکتا کہ اس میں گویائی کی قوت کیوں ہے؟ اس کے دو پاؤں کیوں ہیں؟ اس کی دو آنکھیں کیوں ہیں کیونکہ انسان ہونے کے معنی ہی یہ ہیں کہ یہ لوازم وخصائص اس میں پائے جائیں۔

اسی طرح موجوداتِ عالم میں تضاد کا ہونا اس کی ماہیت کے لوازم میں سے ہے جس میں کیوں کا سوال نہیں ہو سکتا ان موجوداتِ عالم میں تضاد کا ہونا اس کی ماہیت کے لوازم میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ہے جس میں کیوں کا سوال نہیں ہو سکتا، ان موجودات کو کسی نے باہم متضاد نہیں بنایا بلکہ وہ بجائے خود متضاد ہیں، سیاہ و سپید کو خدا نے باہم متضاد نہیں بنایا بلکہ درحقیقت خود باہم متضاد ہیں خداوند تعالیٰ نے اشیاء کو بحیثیت اشیاء کے بنایا باقی یہ کہ ان اشیاء میں باہم نسبت اتحاد کی ہے یا تضاد کی یہ کسی بنانے والے کے بنانے سے نہیں بلکہ از خود ہے۔

یہ پہلے سوال کا جواب ہے جس کو اس نے فلسفیانہ اصول کے مطابق دیا ہے لیکن دوسرے سوال کا جواب یعنی یہ کہ خدا نے انسانوں کو عبادات کے بجالانے کی تکلیف کیوں دی اس نے فلسفیانہ اصول کے مطابق نہیں دیا ہے بلکہ شریعت اور نبوت کے ثبوت اور عبادات کی ضرورت پر شیخ بوعلی سینا نے اشارات میں جو کچھ لکھا تھا اس کو نقل کر دیا ہے اور امام رازی نے شرح اشارات میں لکھا ہے کہ شیخ نے ان مسائل پر جو کچھ لکھا ہے وہ فلسفیانہ اصول کے مطابق نہیں ہے۔

اس کے بعد اس رسالہ میں خیام سے ایک نہایت اہم سوال یہ کیا گیا ہے کہ جبر و قدر کے مسئلہ میں کون فریق برسر حق ہے؟ خیام اس کا یہ جواب دیتا ہے کہ شاید جبر کا قائل حق سے بظاہر زیادہ قریب ہے بشرطیکہ وہ ہذیان میں یاوہ گوئی نہ کرے یعنی اس قدر مطلق العنان نہ ہو جائے کہ جب کسی بُرے کام کے کرنے پر اس کو ٹوکا جائے تو وہ کہے کہ نوشتۂ تقدیر یہی تھا۔

خیام کے اور بھی متعدد رسائل ہیں، لیکن اُن سے جو آخری نتیجہ نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ وہ متکلمین فلاسفہ اور فرقۂ باطنیہ کے دلائل کو غیر تشفی بخش پاتا تھا اور صوفیہ اور حکمائے اشراقیین کے زہد و ریاضت سے جو علوم حاصل ہوتے تھے ان کو صحیح سمجھتا تھا لیکن اس کا تصوف حکیمانہ تھا، مذہبی نہ تھا بایں ہمہ وہ عبادت بھی کرتا تھا اور حج بھی کیا تھا،[1]

---

[1] خیام کے حالات میں مولانا سید سلیمان ندوی مرحوم نے ایک مستقل کتاب لکھی ہے اور ہم نے اسی کی ضروری تلخیص کر دی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکیم میمون بن نجیب الواسطی

پانچویں صدی کا ریاضی داں

اس حکیم کا خاندان واسط کا رہنے والا تھا لیکن وہ خوز میں پیدا ہوا اور ہرات میں رہتا تھا[1]، سالِ ولادت اور سالِ وفات معلوم نہیں ہے البتہ اس قدر یقینی طور پر معلوم ہے کہ وہ پانچویں صدی کا حکیم ہے چنانچہ ۴۶۷ھ میں جب ملک شاہ سلجوقی نے رصد خانہ قائم کیا تو اس میں کام کرنے کے لئے جن ہیئت دانوں کو مقرر کیا ان میں ایک میمون بن نجیب واسطی بھی تھا اس کے علاوہ اور جو ہیئت داں اس رصد خانہ میں کام کرتے تھے ان میں ابن اثیر نے صرف خیام اور ابوالمظفر الاسفرازی کا نام لیا ہے اور بقیہ کے ناموں کا ذکر "وغیرہم" کے مجمل لفظ کے ساتھ کر کے چھوڑ دیا ہے[2]، لیکن اور ماخذوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تعداد آٹھ تھی جس میں ان تینوں کے علاوہ ابوالعباس لوکری محمد بن احمد معموری ابوالفتح عبدالرحمان خازن، ابوالفتح بن کوشک اور محمد خازن کے نام شامل ہیں بہرحال اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے زمانے کا ایک مشہور ریاضی داں تھا اور اُس نے اس دور کے بڑے بڑے ریاضی دانوں کے ساتھ ریاضی کی ایک اہم خدمت انجام دی تھی ریاضی کے ساتھ وہ طب اور فلسفہ وحکمت کی اور شاخوں کا بھی بڑا ماہر تھا چنانچہ شفاء کی منطقیات، الٰہیات اور طبعیات کو حفظ کیا

---

[1] شہرزوری ص ۱۴۱ [2] ابن اثیر جلد ۱۰، صفحہ ۴۰ واقعات ۴۶۷ھ،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتا تھا اخلاقی حیثیت سے وہ نہایت خود دارانہ زندگی بسر کرتا تھا اور ارباب جاہ و مال سے بہت کم میل جول رکھتا تھا اس کے زمانے میں شرف الدین ظہیر الملک علی بن الحسن البیہقی ہرات کا عامل تھا اور اس کی ملاقات و صحبت کا بہت شوق رکھتا تھا لیکن میمون اپنی خود داری کی وجہ سے اس کو اس کا موقع نہیں دیتا تھا اس لئے شرف الدین مجبوراً یہ طریقہ اختیار کرتا ہے کہ جب وہ یا اس کی اولاد میں سے کوئی بیمار ہوتا تھا تو میمون کے مکان پر ترکوں کو بھیج دیتا تھا جو اس کو اس قدر تنگ کرتے تھے کہ وہ ظہیر الملک کی خدمت میں مرافعہ کرنے پر مجبور ہو جاتا تھا اس طرح جب وہ اس کی خدمت میں پہنچ جاتا تھا تو اس سے علاج کراتا تھا اور کچھ دنوں اس کی صحبت اور گفتگو سے متمتع ہوتا تھا[1]

---

[1] شہرزوری ص ۱۴۱، و تتمہ صوان الحکمۃ ص ۹۸، ۹۹،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکیم ابو حاتم المظفر الاسفزاری

پانچویں صدی کا ریاضی داں

رصد خانہ ملک شاہی کے ذکر میں ابن اثیر نے میمون بن نجیب الواسطی اور خیام کے ساتھ امام ابو حاتم مظفر الاسفزاری کا نام بھی لیا ہے وہ علم ہیئت اور علم الاثقال و الحیل کا بہت بڑا ماہر اور خیام کا معاصر تھا اس میں اور خیام میں بہت سے مناظرات بھی ہوئے تھے خیام تعلیم و تعلّم میں بخل سے کام لیتا تھا لیکن ابو حاتم اس کے برخلاف طلبہ و مستفیدین کے ساتھ نہایت لطف و کرم کے ساتھ پیش آتا تھا اُس نے ریاضیات اور آثار علویہ میں بہت سی کتابیں لکھیں۔

ریاضی میں اس کا ایک اہم کارنامہ یہ ہے کہ اُس نے عمر بھر کی محنت کے بعد ایک ترازو تیار کی تھی جس سے کھوٹے کھرے سکے کی شناخت ہو جاتی تھی اس ترازو کا نام "میزان ارشمیدس" تھا اور اُس نے اس کو سلطان سنجر کے خزانے میں استعمال کرنے کے لئے بھیج دیا تھا لیکن سلطان کے خزانچی کے دل میں خوف پیدا ہوا کہ اس کے ذریعہ سے خزانے میں اس کی خیانت ظاہر ہو گی اس لئے اس کو توڑ پھوڑ کر اس کے اجزاء درہم برہم کر دیئے ابو حاتم مظفر کو اس کا علم ہوا تو اپنی ایجاد کی بربادی سے اس کو اس قدر صدمہ ہوا کہ بیمار پڑ گیا اور اسی غم میں مر گیا۔

سال ولادت اور سال وفات معلوم نہیں البتہ اتنا معلوم ہے کہ وہ ۵۰۶ھ تک زندہ تھا اور ۵۱۵ھ سے پہلے مر گیا[1]

---

[1] تتمہ صوان الحکمۃ صفحہ ۱۱۹، ۱۲۰ مع حواشی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابو العبّاس اللوکری
پانچویں صدی کا ریاضی داں

مرد میں لوکر ایک گاؤں تھا اور وہ وہیں کا رہنے والا اور وہاں کے خاندانی لوگوں میں تھا، قطب الدین شیرازی نے تحفۂ شاہیہ میں رصدخانہ ملک شاہی کے بانیوں میں اس کا نام بھی لیا ہے[1] لیکن تذکروں میں اس کی تصریح نہیں ہے تاہم جن لوگوں کے نام اس رصدخانہ کے سلسلے میں لئے گئے ہیں وہ اُن کا معاصر تھا اور تذکروں میں اس کو اُن کا حریف قرار دیا گیا ہے چنانچہ شہرزوری نے لکھا ہے کہ "وہ حکمت کے میدان میں اپنے ہمسروں یعنی خیام، ابن کوشک اور میمون بن نجیب الواسطی سے گوئے سبقت لے گیا اور ان میں سے کوئی اس کی گرد کو نہ پہنچ سکا۔"

وہ شیخ بوعلی سینا کے شاگرد بہمن یار کے تلامذہ میں تھا اور علم و حکمت کی تمام چھوٹی بڑی شاخوں کا ماہر تھا خراسان میں علوم حکمیہ کی اشاعت اسی کی بدولت ہوئی وہ بڑھاپے کے زمانے میں اندھا ہوگیا تھا اور اخیر عمر تک بار بار کہا کرتا تھا کہ اب میرے علم و معرفت میں اضافہ کی کوئی توقع نہیں اور ضعف اور نابینائی سے عاجز ہوگیا ہوں اور اب مجھے عقبیٰ کا شوق ہے"، اتفاق سے اس نے ایک روز بکرے کا بھنا ہوا سر کھایا اور اس کے بعض تلامذہ نے اُس کو حمام کرایا اس وجہ سے وہ مرض الموت میں مبتلا ہوگیا اس کے بعض تلامذہ نے علاج کرنا شروع کیا لیکن وہ کہتا تھا کہ مجھ کو میرے خدا

---

[1] خیام ص ۱۲۲،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے سپرد کر دو اگر اس نے مجھ کو شفا دی تو یہ اس کا حکم ہے اور اگر مار ڈالا تو یہ اس کا فیصلہ ہے میں اسی کو پسند کروں گا جس کو خدا پسند کرتا ہے۔"

وہ فلسفی اور ریاضی داں ہونے کے ساتھ ادیب اور شاعر بھی تھا چنانچہ اس کا ایک دیوان اور ایک قصیدہ فارسی شرح کے ساتھ ہے اس کے علاوہ اور بھی متعدد رسالے اور حواشی ہیں۔؎

؎ شہرزوری صفحہ ۵۴ - ۵۵ و تتمۃ صوان الحکمۃ ص ۱۲۰، ۱۲۱ الخ

18633

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابوالفتح کوشک

پانچویں صدی ریاضی داں

نظام الملک کے مصنف نے تقویم ابوالضیانام کسی تر کی تقویم کے حوالہ ابوالفتح کوشک کا نام بھی رصد خانہ ملک شاہی کے کام کرنے والوں میں لکھا ہے[1] لیکن اس کی کوئی قدیم سند موجود نہیں ہے تاہم بعض واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ریاضی کا عالم تھا چنانچہ بیہق کے اطراف میں ایک متکلم رہتا تھا جو علم کلام سے سرسری طور پر واقف تھا ایک بار وہ حکیم ابوالفتح کے پاس آیا حکیم ابوالفتح کا خیال تھا کہ وہ بیہق کے مذاق دافاضل میں ہے اس لئے اس سے علمی گفتگو کرنی چاہی اس نے ظواہر کلام کی ایک فصل خطیبانہ طریقہ سے پڑھی اور جس طرح مدرسوں میں طلبہ کے سامنے مسائل کا باربار اعادہ کیا جاتا ہے تین بار اس کا اعادہ کیا اب حکیم ابوالفتح کو اس کی علمی بے بضاعتی کا حال معلوم ہو گیا اور اس سے پوچھا کہ تم کو یہ کیونکر معلوم ہوا کہ تم انسان ہو؟ اس نے کہا کہ میں نے اس کو اپنی کتاب میں نہیں پڑھا ہے اس پر تمام حاضرین ہنس پڑے اور وہ متکلم یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ یہ حکیم مجھ سے مخروطات کی مشکل باتیں پوچھتا ہے اور کہتا ہے کہ تم کو یہ کیونکر معلوم ہوا کہ تم انسان ہو؟ حالانکہ میں متکلم ہوں اور مجھ کو مخروطات کا علم نہیں ہے۔

سنجر بن ملک شاہ المتوفی ۵۵۳ھ کو اس کے ساتھ خاص عقیدت تھی اور اسی عقیدت کی بنا پر وہ اس کی کتابوں کے ساتھ نہایت دلچسپی رکھتا تھا اور ان کو اپنے کتب خانے میں رکھتا تھا[2]

ان دونوں واقعات سے اتنا تو یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ وہ ریاضی کا عالم تھا اور خاندان سلجوقی میں سنجر بن ملک شاہ کو اس کے ساتھ خاص عقیدت تھی اب صرف یہ سوال رہ جاتا ہے کہ رصد خانہ

---

[1] خیام صفحہ ۱۲۲، [2] تتمہ صوان الحکمہ ص ۹۹ و شہرزوری ص ۴۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملک شاہی سے اس کا کوئی تعلق تھا یا نہیں؟ اس سوال کے جواب کے لئے یہ پتہ لگانا چاہیئے کہ یہ رصدخانہ کب تک قائم رہا؟

ابن اثیر نے لکھا ہے کہ ملک شاہ کی وفات کے بعد رصدخانہ بند ہو گیا لیکن یہ بیان صحیح نہیں معلوم ہوتا کیونکہ بعض واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رصدخانہ محمد بن ملک شاہ اور سنجر بن ملک شاہ کے زمانے تک قائم تھا اس لئے ممکن ہے کہ سلطان سنجر کے زمانے میں اس رصدخانہ سے حکیم ابوالفتح کوشک کا تعلق رہا ہو بہرحال یہ ضروری نہیں ہے کہ اس رصدخانے میں کام کرنے والوں کے جو آٹھ نام گنائے گئے ہیں ان سب نے ایک ہی ساتھ اور ایک ہی زمانے میں کام کیا ہو ان میں تین شخص یعنی خیام میمون بن نجیب واسطی اور ابوالمظفر الاسفزاری تو بے شبہ ایک ہی ساتھ اس رصدخانہ میں شریک کار رہے ہیں بقیہ کا تعلق اس رصدخانہ سے بعد کے زمانہ میں ہوا ہے اور غالباً انہی لوگوں میں حکیم ابوالفتح کوشک بھی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکیم ابوالفتح عبدالرحمٰن الخازن

پانچویں صدی کا ریاضی داں

علی خازن مروزی کا رومی خواجہ سرا تھا اس کی کتاب میزان الحکمۃ کا جو قدیم نسخہ جامع مسجد بمبئی کے کتب خانہ محمدیہ میں ہے اس کے پہلے صفحہ پر اس کا نام سید عبدالرحمٰن الخازن لکھا ہے اس نے علوم ہندسہ میں کمال پیدا کیا لیکن معقولات کے ساتھ طبیعت کو مناسبت نہ تھی اس لئے باوجود کوشش کے اس کو نہ حاصل کر سکا۔

تذکروں میں رصد خانہ ملک شاہی کے ساتھ اس کے تعلق کا یہ تصریح ذکر نہیں ہے البتہ اس نے ایک زیچ تیار کی تھی جس کو سلطان سنجر کے نام سے معنون کیا تھا اور اس کا نام زیچ المعتبر السنجری زیا یچ المعتزی السنجری رکھا تھا جس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ سلطان سنجر کے زمانے میں اس کا تعلق اسی رصد خانہ کے ساتھ تھا۔

ریاضی داں ہونے کے ساتھ زہد و قناعت کے لحاظ سے بھی اس کا اخلاقی پایہ نہایت بلند تھا چنانچہ ایک بار میر امام شافع الطبیب کے ذریعہ سے سلطان سنجر نے اس کے پاس ہزار درہم بھیجے لیکن اس نے اُن کو یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ میرے پاس دس درہم رہ گئے ہیں اور میرے لئے سالانہ تین دینار کافی ہوتے ہیں اور گھر میں میرے ساتھ ایک بلی کے سوا اور کوئی نہیں رہتا۔"

ایک بار امیر لاجی اخر یک الکبیر کی بی بی نے بھی اس کی خدمت میں ہزار دینار بھیجے لیکن اس نے اُن کو بھی واپس کر دیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ ہفتے میں صرف تین دن گوشت اور روزانہ صرف دو روٹی کھاتا تھا زاہدانہ لباس پہنتا تھا اور صرف صلحاء کا کھانا کھاتا تھا حکیم حسن سمرقندی اس کا شاگرد تھا اور اس کی ایک کتاب کا نام میزان الحکمۃ ہے جس کا ایک قدیم نسخہ کتب خانہ محمدیہ جامع مسجد بمبئی میں موجود ہے [1]

[1] تتمہ صوان الحکمۃ ص ۱۶۱، ۱۶۲ مع حاشیہ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امیہ بن عبدالعزیز بن ابی الصلت

مغرب کا ریاضی داں

وفات ۵۲۹ھ

حکمائے اسلام میں جن لوگوں نے اپنے علم سے کچھ علمی کام کئے ہیں ان میں یہ بھی داخل ہے وہ مشرقی اندلس کے شہر دانیہ کا رہنے والا تھا اور اندلس ہی میں فلسفہ و حکمت کی تعلیم حاصل کی اور طب، ریاضی اور موسیقی میں کمال پیدا کیا اور ان علوم کے ساتھ علم ادب کا بھی بہت بڑا ماہر تھا اور نہایت عمدہ شعر کہتا تھا اندلس سے نکل کر اس نے سیاحت اختیار کی اور ۵۱۰ھ میں مصر میں آیا اور وہاں ایک مدت تک قیام کیا اور اسی بنا پر شہرزوری نے غلطی سے لکھا ہے کہ وہ مصر کا رہنے والا تھا لیکن مصر میں اس کی کوئی قدردانی نہیں ہوئی چنانچہ اس نے چند اشعار میں مصر کی شکایت کی ہے۔

وکم تمنیت ان القی بہا احداً　　یلی من الھم او یعدی علی النوب

میری بڑی خواہش تھی کہ مصر میں کسی ایسے شخص سے ملوں جو مجھ کو غم سے نجات دے، یا مصیبت میں کام آئے۔

فما وجدت سوی قوم اذا صدقوا　　کانت مواعیدھم کالآل فی الکذب

لیکن میں نے ایسی قوم کے سوا کسی کو نہیں پایا کہ جب وہ سچ کہتی ہے تو اس کے وعدے سراب کی طرح جھوٹے ہوتے ہیں۔

بلکہ الٹے اسکندریہ میں قید کر دیا گیا جس کی وجہ یہ ہوئی کہ اسکندریہ میں ایک جہاز جس پر تانبا لدا ہوا تھا آیا اور اسکندریہ کے قریب پہنچ کر ڈوب گیا لیکن سمندر کی بہت زیادہ گہرائی کی وجہ سے اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے نکالنے کی کوئی صورت لوگوں کے ذہن میں نہیں آئی لیکن امیہ بن عبد العزیز نے اس پر غور کیا تو اس کی سمجھ میں اُس کے نکالنے کی تدبیر آگئی اور اس نے شاہ اسکندریہ افضل بن امیر الجیوش سے مل کر کہا کہ اگر تمام ضروری آلات مہیا کر دیئے جائیں تو وہ جہاز کو مع اس کے سامان کے سمندر سے نکال سکتا ہے وہ اس پر نہایت متعجب اور مسرور ہوا اور تمام ضروری آلات مہیا کر دیئے اور اُن کے مہیا کرنے میں بہت سا مال صرف کیا جب یہ تمام ضروری آلات مہیا ہو گئے۔ تو امیہ بن عبد العزیز نے ان کو ڈوبے ہوئے جہاز کے مقابل میں ایک بڑے جہاز پر رکھا اور اس کی طرف ریشم کے رسے لٹکا دئے اور ایک جماعت کو جو تجربات سے واقف تھی حکم دیا کہ غوطہ لگا کر اُن کو ڈوبے ہوئے جہاز میں باندھ دیں اُس نے ہندسی شکلوں کے مطابق ایسے آلات بنائے تھے کہ اُن کے ذریعہ سے ڈوبے ہوئے جہاز کا لدا ہوا سامان جس میں وہ سوار تھے اٹھا لیا جا سکتا تھا اور اس نے ان لوگوں کو ان آلات کا طریقہ استعمال بھی بتا دیا تھا چنانچہ ریشم کے رستے آہستہ آہستہ اُٹھتے جاتے تھے اور ان چرخیوں پر جو ان کے سامنے تھیں لپٹتے جاتے تھے بالآخر ڈوبا ہوا جہاز سطح آب کے قریب آکر نمایاں ہو گیا۔ لیکن دفعتہً ریشم کے رستے ٹوٹ گئے اور جہاز پھر قعر سمندر میں پہنچ گیا، امیہ بن عبد العزیز نے تدبیر تو عمدہ کی تھی جس سے اس کی ریاضی دانی اور علم جر اثقال کی مہارت کا اندازہ ہوتا ہے لیکن تقدیر نے اس کی مساعدت نہیں کی اور بادشاہ کو ان آلات کے ضائع ہونے سے رنج ہوا۔ اور امیہ بن عبد العزیز کے قید کرنے کا حکم دے دیا پھر بعض اکابر کی سفارش سے وہ آمر باحکام اللہ کی خلافت اور ملک الافضل بن امیر الجیوش کی وزارت کے زمانے میں رہا کر دیا گیا اور پھر دوبارہ اندلس میں واپس آکر ۵۲۹ھ میں مہدیہ میں انتقال کیا اور منستیر میں دفن ہوا مرنے کے وقت چند اشعار لکھے تھے۔ کہ اس کی قبر پر کھود دیئے جائیں۔

طب، موسیقی، ہندسہ اور ادب میں اس نے متعدد کتابیں لکھی تھیں جن کے نام طبقات الاطباء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں مذکور ہیں ابوالطاہر یحییٰ بن تمیم بن المعز بن بادیس کے لئے ایک رسالہ لکھا تھا جس کا نام رسالہ مصریہ ہے اس میں اس نے مصر کے آثار اور اُن اطباء منجمین اور شعراء وغیرہ کے حالات لکھے ہیں جس سے اس نے مصر میں ملاقات کی تھی اس کا ایک دیوان بھی ہے اور طبقات الاطباء میں اس کے بہ کثرت اشعار نقل کئے ہیں۔[1]

---

[1] طبقات الاطباء جلد دوم از صفحہ ۵۲ تا صفحہ ۶۲ و اخبار الحکماء قفطی ص ۵۷،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن باجہ

ولادت پانچویں صدی کے اخیر میں اور وفات

چھٹی صدی کی ابتدا میں یعنی ۵۳۳ھ

نام ونسب محمد نام اور ابوبکر کنیت ہے لیکن عام طور پر ابن باجہ کے نام سے مشہور ہے باپ کا نام یحییٰ اور دادا کا نام صائغ تھا۔

یہ طبقات الاطباء اور اخبار الحکماء کی روایت ہے لیکن ابن خلکان نے اس کے باپ کا نام باجہ بتایا ہے اور لکھا ہے کہ وہ ابن الصائغ کے نام سے مشہور ہے[1] علامہ شبلی اور نواب عماد الملک نے باجہ اس کے دادا کا نام بتایا ہے اب یہ مسئلہ تحقیق طلب ہے کہ اگر اس کے باپ کا نام باجہ ہے تو وہ باجہ کے بجائے ابن الصائغ کے نام سے کیوں مشہور ہوا اور اگر اس کے باپ کا نام یحییٰ اور دادا کا نام صائغ ہے تو اُس نے ابن باجہ کے نام سے کیوں شہرت حاصل کی؟ اس کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ عربی زبان میں صائغ کے معنی سونار کے ہیں اور ابن خلکان نے لکھا ہے کہ فرنگی زبان میں باجہ بہ تشدید جیم چاندی کو کہتے ہیں جو غالباً فضہ کی بگڑی ہوئی صورت ہے اس لئے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے باپ دادا چونکہ سونار تھے، اس لئے وہ ابن باجہ اور ابن الصائغ دونوں ناموں سے مشہور ہو۔ کیونکہ ان دونوں لفظوں کے معنی ایک ہی ہیں۔

ولادت ابن باجہ اندلس کے مشہور شہر سرقسطہ (ساراگوسا) میں قبیلہ بنو تجیب میں پیدا ہوا جو ایک عورت تجیب بنت ثوبان بن سلیم بن مدحج کی طرف منسوب[2] ہے۔

---

[1] ابن خلکان جلد ۲ ص ۷، [2] ابن خلکان جلد ۲ ص ۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سالِ ولادت متعین طور پر معلوم نہیں ہے لیکن چونکہ اس نے چھٹی صدی ہجری میں عین عالمِ شباب میں وفات پائی ہے اس لئے یہ یقینی ہے کہ اس کی ولادت پانچویں صدی کے اخیر میں ہوئی ہے

تعلیم و تربیت | اس کی تعلیم و تربیت کے حالات اور اس کے اساتذہ کے نام بالکل معلوم نہیں ہوتے غالباً اس نے اپنے وطن سرقسطہ ہی میں تعلیم حاصل کی اور نہایت کم عمری میں شہرت حاصل کر لی۔

وزارت | اور وہاں کے رئیس ابوبکر بن ابراہیم صحراوی کی شان میں بہت سے مدحیہ قصائد لکھے اور اس کے صلے میں اس نے اس کو اپنا وزیر بنا لیا اگرچہ فلسفہ دانی کی وجہ سے عوام اس کی وزارت کو ناپسند کرتے تھے تاہم چونکہ اس زمانے میں امرائے بنو ہود عوام کی نارضامندی کے باوجود فلسفہ دانوں کی قدر دانی کرتے تھے۔ اور ابوبکر بن ابراہیم صحراوی کو امرائے بنو ہود کی ہمسری کا دعویٰ تھا۔ اس لئے اس نے بھی ایک مدت تک اس کی کچھ پروا نہیں کی اور وہ بدستور اس کا وزیر رہا لیکن وزارت کے زمانے میں بھی اس کو کبھی اطمینان حاصل نہیں ہوا۔ چنانچہ وہ ایک بار ابوبکر بن ابراہیم کا سفیر ہو کر عماد الدولہ بن ہود کی خدمت میں گیا تو اس نے اس کو قید کر لیا یہاں تک کہ اس کے قتل کے درپے ہو گیا۔ ابن باجہ کو اس کی خبر ہوئی تو کسی حیلے سے بھاگ نکلا[1]۔ سب سے بڑی مصیبت عوام کی نارضامندی کی تھی ابتدا میں تو ابوبکر بن ابراہیم صحراوی نے اس کی چنداں پروانہ کی۔ لیکن رفتہ رفتہ فوج میں بھی شورش پیدا ہوئی اور ایک بہت بڑی جماعت ترک ملازمت کر کے چلی گئی عیسائیوں نے یہ حالت دیکھی تو الفانسو اول نے ۵۱۲ھ میں سرقسطہ پر حملہ کر دیا اور اسی زمانے میں ابراہیم صحراوی مر گیا یا مارا گیا۔ اب سرقسطہ پر عیسائیوں کا قبضہ ہو گیا تو مجبوراً ابن باجہ کو اپنا وطن چھوڑنا پڑا۔ اور اس نے بلسینہ میں آکر اقامت اختیار کی[2] معلوم ہوتا ہے کہ اس نے بلسینہ میں چند دنوں سے زیادہ قیام نہیں کیا اور اسی سال اشبیلیہ چلا آیا اور وہاں قیام کر کے منطق کی کتابیں لکھنی شروع کیں چنانچہ ان میں سے ایک کتاب جس

[1] قلائد العقیان صفحہ ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۹ [2] قلائد العقیان ص ۳۱۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا نمبر ۶۰۹ ہے۔ اسکوریال کے کتب خانہ میں موجود ہے اور اس نے ۴ شوال ۵۱۲ھ میں اس کی تصنیف سے فراغت پائی ہے[1]۔ سرقسطہ کے فتح ہو جانے کے بعد اس نے مرابطین کے دربار کا رُخ کیا اور شاطبہ میں ابراہیم بن یوسف بن تاشقین کی سرکار میں ملازمت کرنی چاہی۔ لیکن یہاں بھی اس کو ناکامی ہوئی بلکہ ابراہیم بن یوسف نے اس کو قید کر دیا اور اس کا تمام مال و دولت ضبط کر لیا لیکن یہاں سے بھی اُس نے کسی حیلے سے رہائی حاصل کی اور اپنے مال و دولت کی واپسی کی بھی تدبیر کی[2]۔ اس کے بعد وہ مراکش میں آیا اور یہاں آکر یحییٰ بن یوسف بن تاشقین کے دربار میں وزارت کے عہدہ پر ممتاز ہوا اور ۲۰ برس تک اس خدمت کو انجام دیتا رہا[3]۔ یہ قفطی کی روایت ہے لیکن محمد لطفی جمعہ نے تاریخ فلاسفۃ الاسلام میں اس روایت پر یہ شبہہ کیا ہے کہ یحییٰ بن یوسف ابن تاشقین جو اپنے دادا کے زمانے میں فاس کا امیر تھا ۵۱۰ھ یعنی ۵۱۰ھ میں اپنے دادا کی وفات کے بعد اپنے چچا علی بن یوسف سے بغاوت کر کے فاس بھاگ گیا تھا[4]۔ اس لئے ۵۱۲ھ کے بعد ابن باجہ اس کا وزیر کیونکر ہو سکتا تھا۔

وفات ابن باجہ نے ماہ رمضان ۵۳۳ھ، اور ایک روایت کے مطابق ۵۲۵ھ میں مغموم ہو کر شہر فاس میں وفات پائی اور فقیہ ابوبکر بن عربی کی قبر کے قریب دفن کیا گیا قفطی نے اخبار الحکماء میں لکھا ہے کہ اطباء نے حسد کی وجہ سے اس کو زہر دیا[5]۔

اخلاق و عادات اور مذہبی عقائد و اعمال اس میں شبہہ نہیں ہے کہ مذہبی عقائد و اعمال کے لحاظ سے ابن باجہ عوام میں نہایت مبغوض و بدنام تھا لیکن طبقات الاطباء اور اخبار الحکماء میں ان عقائد و اعمال کی تفصیل نہیں ملتی، طبقات الاطباء میں اجمالاً صرف اس قدر لکھا ہے کہ

---

[1] تاریخ فلاسفۃ الاسلام محمد لطفی جمعہ ص ۹۰، [2] قلائد العقیان ص ۳۱۸، [3] اخبار الحکماء قفطی ص ۲۶۵، [4] تاریخ فلاسفۃ الاسلام ص ۷۹، [5] ابن خلکان جلد ۲ ص ۸، [6] طبقات الاطباء جلد دوم ص ۶۳،

[7] اخبار الحکماء ص ۲۶۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"عوام کی وجہ سے اس کو بہت سی مصیبتوں میں مبتلا ہونا پڑا، اور ان کی بدزبانیاں سہنی پڑیں اور متعدد بار لوگوں نے اس کے مار ڈالنے کا قصد کیا، لیکن خدا نے اس کو اُن سے محفوظ رکھا[1]۔

اخبار الحکماء میں اس کی فلسفہ دانی کی تعریف کرنے کے بعد اس میں یہ عیب نکالا ہے لیکن وہ سیاست مدنیہ کا پابند تھا اور اوامر شرعیہ سے انحراف کرتا تھا[2]

لیکن اس کے ہمعصروں میں فتح بن خاقان نے قلائد العقیان میں اس کے اخلاق وعادات اور مذہبی عقائد و اعمال پر جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ

"وہ سنت و فرائض کا تارک تھا، غسل جنابت اور استنجا نہیں کرتا تھا، خدا کا منکر تھا، قرآن مجید کو چھوڑ کر علم ہیئت و نجوم کی کتابوں کے مطالعہ میں مشغول رہتا تھا، معاد کا قائل نہ تھا، اور انسان کو ایک گھاس سمجھتا تھا ہمیشہ گانے بجانے میں مشغول رہتا تھا، بدنسل اور بدصورت تھا[3]۔

لیکن اور تذکرہ نویسوں نے اس بیان کو مبالغہ آمیز سمجھا ہے چنانچہ ابن خلکان اس کا تذکرہ کرکے لکھتے ہیں:۔

"ابن خاقان نے اس کے معاملہ میں مبالغہ سے کام لیا ہے، اور اس کے جو عقائد فاسدہ بیان کئے ہیں اس میں حد سے تجاوز کرگیا ہے[4]۔

اس بیان کے مشتبہ ہونے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ابن خاقان نے اس کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس کو نیک نیتی سے نہیں لکھا ہے بلکہ اس کا سبب ایک ذاتی رنجش ہے چنانچہ قفطی نے اخبار الحکماء میں اس رنجش کی وجہ یہ بتائی ہے کہ

---

[1] طبقات الاطباء جلد دوم ص ۶۲ [2] اخبار الحکماء ص ۲۶۵ [3] قلائد العقیان ص ۳۱۳، ۳۱۴ [4] ابن خلکان جلد دوم ص ۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"قلائد العقیان کے مصنف فتح بن خاقان نے اپنی کتاب میں درج کرنے کے لئے ابن باجہ سے اس کے کچھ اشعار مانگے تھے لیکن ابن باجہ نے حیلہ حوالہ سے اس کو ٹال دیا، جس سے اس کے دل میں بغض پیدا ہوا، اور اپنی کتاب میں اس کا ذکر برائی کے ساتھ کیا۔"

صرف ابن باجہ ہی کی یہ خصوصیت نہیں بلکہ فتح بن خاقان کا یہ عام وطیرہ تھا اور اس کی بدزبانی سے ہر شخص خائف تھا چنانچہ شذرات الذہب میں ہے کہ

"وہ اہل مغرب اور رؤسائے مغرب میں سے ہر ایک کے پاس الگ الگ خط لکھ کر بھیجتا تھا کہ وہ کتاب القلائد لکھنا چاہتا ہے اس لئے ہر ایک کو اس کتاب میں درج کرنے کے لئے اپنے کچھ اشعار اس کے پاس بھیجنے چاہئیں لوگ اس سے ڈرتے تھے اور اپنے اشعار اور ان کے ساتھ سونا اور اشرفیاں اس کے پاس روانہ کرتے تھے، اس طریقہ سے جو لوگ اس کو خوش کرتے تھے ان کی تعریف کرتا تھا اور جو لوگ اس میں کوتاہی کرتے تھے اُن کی ہجو کرتا تھا اس نے ابن باجہ کے پاس بھی اس قسم کا خط بھیجا لیکن ابن باجہ نے اس کے پاس اپنے اشعار نہیں بھیجے اس لئے اس نے برائی کے ساتھ اس کا ذکر کیا اور اس پر تہمت لگائی[1]"

اس رنجش کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ فتح بن خاقان اندلس کے تمام شہروں میں گھوم گھوم کر امراء کے دربار میں حاضر ہوتا تھا اور اُن سے صلہ و انعام حاصل کرتا تھا۔

ایک بار اس نے احباب کی مجلس میں ان صلوں کا ذکر فخریہ انداز میں کیا اور ایک قیمتی پتھر کی جو اس کو صلے میں ملا تھا تعریف کی سوء اتفاق سے اس وقت اس کی ناک بہ رہی تھی اور اس سے سبز رنگ کا بلغم نکل رہا تھا ابن باجہ نے مذاق کے پردے میں اس کی تردید کی اور کہا کہ یہ زمرد

---

[1] شذرات الذہب جلد ۴ ص ۱۰۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو تمہارے لبوں پر نظر آتا ہے، یہ بھی انہی جواہرات میں سے ہے جو امرائے اندلس نے تم کو دیئے ہیں فتح بن خاقان کو یہ ناگوار ہوا اور اپنی کتاب میں اس کی ہجو کی[1]

فضل وکمال | ابن باجہ ادیب، شاعر اور حافظ قرآن تھا فتح بن خاقان نے شاعری کی حیثیت سے اس کا تذکرہ لکھا ہے اور باوجود مخالفت سے اس کے بعض اشعار کی داد دی ہے لیکن اس کی شہرت عام طور پر فلسفیانہ علوم میں ہے اور ہر تذکرہ نویس نے اس کو فلسفہ کا امام تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ لسان الدین بن الخطیب نے اس کو اندلس کا آخری فلسفی قرار دیا ہے[2]۔ مورخ ابن سعید نے لکھا ہے کہ مغرب میں اس کو وہی درجہ حاصل تھا جو مشرق میں ابونصر فارابی کو حاصل تھا[3]، قفطی نے اخبار الحکماء میں اس کا تذکرہ ان الفاظ سے شروع کیا ہے۔

"وہ قدماء کے علوم کا عالم اور ادب وعربیت میں فاضل تھا اس کے شہر میں اس کے ہمعصروں میں سے کوئی شخص اس کے درجہ کو نہیں پہنچا اس نے ریاضی منطق اور ہندسہ میں کتابیں لکھی ہیں اور ان کتابوں میں وہ قدماء سے آگے بڑھ گیا ہے"۔

طبقات الاطباء میں اس کی نسبت یہ مدحیہ الفاظ لکھے ہیں۔

"وہ علوم حکمیہ میں علامۂ وقت اور یگانۂ روزگار تھا"

شذرات الذہب میں ہے کہ اس کو مغرب میں ابن سینا کے ساتھ تشبیہ دی جاتی تھی۔[4]

یہ صرف الفاظ ہی الفاظ نہیں ہیں بلکہ تاریخی حیثیت سے بھی ابن باجہ کو مغرب میں وہی درجہ حاصل تھا جو مشرق میں فارابی اور بوعلی سینا کو حاصل ہوا، کیونکہ اندلس میں اگرچہ خلیفہ حکم ہی کے زمانہ سے فلسفہ کی کتابیں عام طور پر شائع ہو گئی تھیں لیکن ایک مدت تک کسی نے ان سے صحیح طور پر فائدہ نہیں اٹھایا صرف دو شخص ایسے پیدا ہوئے جنھوں نے فلسفیانہ علوم سے فائدہ اٹھانے کی صحیح روش قائم کی ایک مالک ابن وہب الاشبیلی اور دوسرا ابن باجہ لیکن چونکہ اب تک ان علوم کو

---

[1] نفح الطیب جلد ۴ ص ۱۰۰، [2] ایضاً جلد ۴ ص ۲۰۱، [3] ایضاً ص ۱۲۰، جلد دوم [4] شذرات الذہب جلد ۴ ص ۷۰۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اندلس میں عام حسن قبول حاصل نہیں ہوا تھا اور عوام فلسفیوں کی جان کے دشمن ہو جاتے تھے، اس لئے مالک بن وہیب الاشبیلی کو اس قسم کے خطرات پیش آئے تو وہ ان علوم سے دستبردار ہو کر علوم دینیہ کی خدمت میں مشغول ہو گئے اور فلسفیانہ علوم پر بہت کم لکھا لیکن ابن باجہ عمر بھر تصنیف و تالیف میں مشغول رہا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فارابی کے بعد ان علوم میں کوئی شخص اس کا ہمسر نہیں پیدا ہوا کیونکہ فارابی کے بعد مشرق میں امام غزالی اور ابن سینا نے ان علوم میں بڑی شہرت حاصل کی لیکن اگر ان دونوں کے اقوال کا ابن باجہ کے اقوال سے موازنہ کیا جائے تو ابن باجہ کا پلہ بھاری ہوگا۔[1]

موسیقی دانی ابن باجہ نے اگرچہ فلسفہ کی تمام شاخوں میں کمال کا درجہ حاصل کیا تھا لیکن فن موسیقی میں اس کو خاص طور پر مہارت اور شہرت حاصل تھی مولوی یونس مرحوم فرنگی محلی نے اپنے مضمون مندرجہ معارف دسمبر ۱۹۲۱ء میں مقدمہ ابن خلدون کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ابن باجہ نے ایک مرتبہ اپنے آقائے نعمت ابن تیفلویت کی مجلس میں اپنا تصنیف کردہ قصیدہ جس کا مطلع یہ ہے۔

جرر الذیل ایما جرر　　وصل الشکر منک بالشکر

ایسی پاکیزہ دھن میں گایا کہ ابن تیفلویت وجد میں آکر اپنے کپڑے پھاڑنے لگا اور قسم کھائی کہ ابن باجہ کے مکان تک راستہ میں سونا بچھا دوں گا ابن باجہ کو یہ سن کر جان کا خوف پیدا ہوا فوراً پہلو بدل کر کہنے لگا میرے جوتے میں سونا بھر دیا جائے، تو امیر المومنین کی قسم پوری ہو جائے گی ابن تیفلویت کو یہ بات پسند آئی اور ابن باجہ خوش خوش گھر واپس آیا۔

لیکن ابن خلدون نے یہ نہیں لکھا ہے کہ خود ابن باجہ نے اس قصیدہ کو پاکیزہ دھن میں گایا تھا بلکہ یہ لکھا ہے کہ وہ اپنے آقائے نعمت ابن تیفلویت کی مجلس میں حاضر ہوا تو اس کی لونڈی کو اپنا موشح سکھا دیا لونڈی نے خوش الحانی کے ساتھ اس کا پہلا شعر گایا تو وہ بہت محظوظ ہوا،

---

[1] طبقات الاطباء جلد دوم ص ۶۳،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر اس کے اخیر کا شعر گایا۔

عقد الله راية النصر — لأمير العلاء ابي بكر

تو ابن تیفلویت نے چلا کر کہا "واطرباہ" اور اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور کہا کہ مطلع و مقطع دونوں خوب تھے اور قسم کھائی کہ ابن باجہ کے گھر تک سونا بچھا دوں گا اور وہ اسی پر چل کے جائے گا، لیکن ابن باجہ کو اپنی جان کا خوف پیدا ہوا، اور اس نے کہا کہ اگر وہ اس کے جوتے میں سونا بھر دے اور وہ اس کو پہن کر گھر تک جائے تو اس کی قسم پوری ہو جائے گی لیکن ابن باجہ کی یہ قدردانی اس کی مدح پر تھی خوش الحانی پر نہ تھی تاہم اس میں شبہہ نہیں کہ وہ فن موسیقی کا بڑا ماہر تھا خود ابن خلدون اس کو "صاحب التلاحین المعروفہ" لکھا ہے اور طبقات الاطباء میں تصریح کی ہے کہ وہ فن موسیقی میں کمال رکھتا تھا اور عود خوب بجاتا تھا[1] اس نے فن موسیقی میں ایک نہایت عمدہ کتاب لکھی تھی اور بہت سے راگ ایجاد کئے تھے جو اندلس میں عام طور پر مقبول تھے[2]

منطق، طبعیات، ہندسہ

منطق، طبعیات، ہیئت اور ہندسہ کا بھی وہ بہت بڑا عالم تھا، البتہ الٰہیات میں اس کے فضل و کمال کی کوئی محسوس شہادت موجود نہیں ہے اس نے صرف رسالہ الوداع اور اتصال الانسان بالعقل الفعال میں کسی قدر الٰہیات پر لکھا ہے اور اس کی تصنیفات میں چند پراگندہ اشارات پائے جاتے ہیں اس کے شاگرد ابوالحسن علی بن عبدالعزیز بن امام نے انہی رسالوں اور انہی اشارات کی بنا پر اس کی نسبت یہ حسن ظن قائم کیا ہے کہ وہ علم الٰہی میں بھی کمال رکھتا تھا۔ اور لکھا ہے کہ علم الٰہی کے علاوہ اور جس قدر علوم ہیں وہ سب اس کے مقدمہ و تمہید ہیں اور یہ محال ہے کہ ابن باجہ کو تمہیدی علوم میں تو کمال حاصل ہو اور وہ خود اس علم میں کوتاہ دست ہو جو تمام علوم کی اصلی غرض و غایت ہو، غالباً اس نے علم الٰہی میں جو کچھ لکھا ہے اس سے لوگ واقف نہ ہو سکے[3]

---

[1] مقدمہ ابن خلدون ص ۵۱۹، ۵۲۰ [2] طبقات الاطباء جلد دوم ص ۶۳ [3] نفح الطیب جلد دوم ص ۱۲۳، طبقات الاطباء جلد دوم ص ۶۳،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تصنیفات | ابن باجہ نے اگرچہ نہایت کثرت سے کتابیں لکھیں، لیکن دنیوی مشاغل اور قبل از وقت وفات کی وجہ سے وہ اپنی اہم تصنیفات کو پورا نہ کر سکا اور صرف چھوٹے چھوٹے رسالے اپنی یادگار میں چھوڑ گیا جو نہایت عجلت کے ساتھ لکھے گئے تھے[۱]۔ اس کی تصنیفات کی مفصل فہرست علامہ ابن ابی اصیبعہ نے طبقات الاطباء میں درج کی ہے اور مولوی یونس مرحوم فرنگی محلی نے اپنے مضمون میں اس کو علوم پر اس طرح تقسیم کیا ہے۔

فلسفہ | شرح کتاب السماع الطبیعی لارسطو طالیس، قول[۲] علی بعض کتاب الآثار العلویۃ لارسطو طالیس، قول علی بعض کتاب الکون والفساد لارسطاطالیس قول علی بعض المقالات الاخیرۃ من کتاب الحیوان لارسطو طالیس کلام علی بعض کتاب النبات لارسطو طالیس قول ذکر فیہ التشوق الطبعی وماھیتہ وابتداء ان یعطی اسباب البرھان وحقیقتہ، رسالۃ الوداع ضمیمۃ رسالۃ الوداع، کتاب اتصال العقل بالانسان، قول علی القوۃ النزوعیۃ، فصول تتضمن القول علی اتصال العقل بالانسان، کتاب تدبیر المتوحد کتاب النفس، تعالیق علی کتاب ابی نصر فی الصناعۃ الذھنیۃ فصول فلیلۃ فی السیاسۃ المدینۃ وکیفیہ المدن وحال المتوحد فیھا، تعالیق حکمۃ وجدت متفرقۃ کلام فی الغایۃ الانسانیۃ کلام فی الامور التی بھا یمکن الوقوف علی العقل الفعال، کلام فی الاستقصات کلام فی الفحص عن النفس النزوعیۃ وکیف ھی ولم تنزع وبماذا تنزع،

اس فہرست میں فلسفہ کی تمام شاخوں یعنی طبیعات، الٰہیات اور سیاست مدن کی کتابیں شامل ہیں، اس سلسلہ میں مولوی یونس مرحوم نے ایک اور کتاب حیوۃ المعتزل کا نام لکھا ہے

---

[۱] تاریخ فلاسفۃ الاسلام ص ۸۰۔ [۲] مولوی یونس فرنگی محلی نے ان تین کتابوں کے نام میں "قول" کی تشریح لفظ شرح سے کی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن وہ ابن ابی اصیبعہ کی فہرست میں نہیں ہے،

منطق | کتاب فی الاسم والمسمّٰی، کلام فی البرہان،

مولوی یونس مرحوم نے دو کتابوں یعنی کتاب اسباب البرہان وحقیقتہ اور رسائل فی المنطق کا نام اور لکھا ہے لیکن ابن ابی اصیبعہ کی فہرست میں ان کا نام مذکور نہیں۔

ہیئت و ہندسہ | بنذ یسیرۃ علی الھندسہ والھیئۃ، جوابہ لما سئل عن ھندسہ من سید المہندس وطرقہ،

اس نے ایک رسالہ اپنے دوست ابوجعفر یوسف بن احمد بن حداسے کو لکھا تھا، طبقات الاطباء سے نہیں معلوم ہوتا کہ وہ کس موضوع پر تھا لیکن مولوی یونس مرحوم نے اس کو علم ہیئت کا رسالہ قرار دیا ہے،

طب | کلام علی شئی من کتاب الادویۃ المفردۃ لجالینوس، کتاب التجربتین علی ادویۃ ابن وافد کتاب اختصار الحاوی للرازی کلام فی المزاج بما ھو طبی،

افسوس ہے کہ ابن باجہ کی اکثر کتابیں بالکل ناپید ہیں اسلامی کتب خانے تو ان سے بالکل خالی ہیں البتہ اس نے منطق میں جو رسالے لکھے تھے وہ اس کوریال لائبریری میں موجود ہیں اس کے رسالہ الوداع کا جو ترجمہ یہودیوں نے عبرانی زبان میں کیا تھا وہ فرانس کی پبلک لائبریری میں موجود ہے اس کی کتاب تدبیر المتوحد کا ذکر ابن رشد نے اپنی ایک کتاب میں کیا ہے اور لکھا ہے کہ "ابن باجہ نے اس کتاب کو پورا نہیں کیا اور اس کے اکثر مقامات پیچیدہ ہیں ہم دوسری جگہ اس کی تشریح کریں گے کہ اس رسالہ سے ابن باجہ کا کیا مقصد ہے، کیونکہ اس سے پہلے کسی نے اس میدان میں قدم نہیں رکھا" لیکن خود یہ رسالہ ناپید ہے اور ابن رشد نے بھی کسی کتاب میں اپنا وعدہ پورا نہیں کیا البتہ چودہویں صدی عیسوی میں ایک یہودی فلسفی موسیٰ نربونی نے رسالہ حی بن یقظان کی شرح میں اس سے اکثر فوائد نقل کئے ہیں اور محمد لطفی جمعہ نے تاریخ فلاسفۃ الاسلام میں اس رسالہ کا خلاصہ نقل کیا ہے اور ہم اس موقع پر اس خلاصے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا خلاصہ درج کرتے ہیں۔

اس نے اس رسالہ میں سب سے پہلے لفظ تدبیر کی تشریح کی ہے اور اس کے معنی یہ بتائے ہیں کہ تدبیر کسی عمل مفرد کو نہیں کہہ سکتے بلکہ تدبیر اس مجموعۂ اعمال کا نام ہے جو منظم و مرتب ہوں اور اُن سے کوئی خاص مقصد حاصل کیا۔

پھر متوحد کے یہ معنی بتاتے ہیں کہ متوحد کبھی ایک فرد خاص ہوتا ہے اور کبھی جماعت بھی متوحد ہو سکتی ہے لیکن اس صورت میں شرط یہ ہے کہ وہ تمام اخلاقی اور عقلی فضائل سے متصف ہو اور لوگ اس کی تقلید و پیروی کریں اس حالت میں وہ اپنے اخلاقی اور عقلی فضائل کی بنا پر سب سے الگ ہو جاتی ہے اور صوفیہ اپنی اصلاح میں اس کو غرباء کہتے ہیں کیونکہ ان کے اعزہ واقارب اور دوست اور احباب سب اس سے الگ رہتے ہیں اور اس ماحول سے الگ ہو کر وہ خود اپنی ایک جمہوریت قائم کر لیتی ہے جو گویا اس کا وطن ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے متوحد کی تدبیر حکومت کاملہ کی تدبیر کے مطابق ہونی چاہیئے اور حکومت کاملہ کی علامت یہ ہے کہ اس میں طبیبوں اور ججوں کی ضرورت نہ ہو، کیونکہ اس حکومت کے رہنے والے ایسی غذا ہی استعمال نہ کریں گے جو مضر صحت ہو اس لئے ان کو دوا کی ضرورت نہ ہوگی اور ان کے تعلقات دوستانہ بنیاد پر قائم ہوں گے اس لئے ان میں جھگڑا فساد ہو گا جس کے چکانے کے لئے ججوں کی ضرورت ہو، حکومت کاملہ کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ ہر فرد کو درجۂ کمال کے انتہائی مراتب تک پہنچائے ایسی حالت میں ہر شخص چونکہ جائز و ناجائز چیزوں سے واقف ہوگا اس لئے وہ خود قوانین کی پابندی کرے گا اور اخلاق و فطرت میں پاکیزگی پیدا ہو جائے گی اور اب روحانی طب (علم الاخلاق) کی بھی ضرورت باقی نہ رہے گی، اس قسم کے پاکیزہ خو لوگوں کی مثال ان نباتات کی ہوتی ہے، جو بذات خود فطرۃً نشو و نما پاتی ہیں ان کو کسی مصنوعی طریقے کی ضرورت نہیں ہوتی، اس رسالے میں اس نے انہی لوگوں کی تدبیر کا طریقہ بتایا ہے، جو جمہوریت کاملہ کے قواعد پر بذات خود عمل کرتے ہیں اور ان کو طب قانون، اور اخلاقی مصلحین کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ اُن کی اخلاقی نشو و نما فطرتی اصول پر ہوتی ہے،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد اس نے اعمال کی تقسیم کی ہے اور حیوانی اور انسانی اعمال کا فرق بتلایا ہے حیوانی افعال فطرۃً صادر ہوتے ہیں اور ان میں غور و فکر کو کوئی دخل نہیں ہوتا لیکن انسانی افعال تمامتر ارادہ اور غور و فکر سے صادر ہوتے ہیں البتہ یہ ممکن ہے کہ اس ارادہ اور غور و فکر کے ساتھ فطرتی موثرات بھی شامل ہو جائیں، اگر راستے میں کسی شخص کو ایک پتھر سے ٹھوکر لگ جائے اور وہ اس کو ہٹا دے تو یہ ایک خالص حیوانی کام ہے کیونکہ ایسی حالت میں فطرۃً ایک جانور بھی یہی کرتا ہے لیکن اگر خود کسی شخص کو اس پتھر سے ٹھوکر نہیں لگی لیکن اُس نے محض اس خیال سے کہ دوسرے کو اس کی ٹھوکر سے محفوظ رکھے اس کو راستے سے ہٹا دیا تو یہ ایک خالص انسانی کام ہے، اور اس کی بنیاد عاقبت اندیشی پر ہے ان دونوں صورتوں سے الگ اگر کسی نے ایک لذیذ پھل طبی فائدہ حاصل کرنے کے لئے کھایا خود اس کی لذت سے لطف اندوز ہونا اس کا مقصد نہ تھا لیکن اس کی لذت بھی اس کو حاصل ہو گئی تو یہ بالذات ایک انسانی اور بالغرض ایک حیوانی کام ہے۔

انسان کے زیادہ تر افعال حیوانی اور انسانی دونوں عناصر سے مرکب ہوتے ہیں خالص حیوانی کام انسان بہت کم کرتا ہے بلکہ وہ زیادہ تر انسانی ہی کام کرتا ہے اور ایک متوحد کے لئے بھی انسانی اعمال زیادہ موزوں ہیں البتہ اگر ایک شخص روح حیوانی کی آمیزش کے بغیر ایک کام محض غور و فکر اور انصاف کے اثر سے کرتا ہے تو یہ ایک خداوندی کام ہے انسانی کام نہیں اور اس رسالے میں ابن باجہ نے انہی اعمال کو پیش نظر رکھا ہے اور اس کے نزدیک جو لوگ اس قسم کے کام کرنا چاہتے ہیں ان کو اس قدر اخلاقی ترقی کر لینا چاہیئے کہ جب اُن کی نفس عاقلہ کسی کام کے کرنے پر آمادہ ہو تو روح حیوانی اس کی مطیع ہو جائے لیکن اس کے برعکس اگر کسی کی نفس حیوانی نفس عاقلہ پر غالب آجائے تو انسان نہیں جانور ہے بلکہ جانور اس سے افضل ہیں کیونکہ جانور تو محض فطرت کی تقلید کرتے ہیں اور یہ نیک و بد کے معلوم ہو جانے کے بعد بھی حیوانی فطرت پر عمل کرتا ہے ایسی حالت میں عقل انسانی سے برائیوں میں اور بھی زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے اور اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی مثال اس عمدہ غذا کی ہو جاتی ہے جو ایک مریض کو دی جاتی ہے جس سے اس کا مرض اور بھی زیادہ ترقی کر جاتا ہے۔

بہر حال انسانی اعمال چونکہ قصد وارادہ اور غور و فکر سے صادر ہوتے ہیں اس لئے ان کا ایک مقصد ہوتا ہے اور اس لحاظ سے بہت سے اعمال کی غرض صرف مادی لطف اندوزی اور جسمانی ساخت کی تکمیل ہوتی ہے مثلاً کھانے پینے اور کپڑے پہننے کا مقصد صرف یہی ہے اور ان کو بالکل چھوڑ دینا مناسب نہیں لیکن بہت سے اعمال کا مقصد ایک خاص شخص کے روحانی اغراض ہوتے ہیں اس لئے اگر یہ اغراض عمدہ ہیں تو یہ اعمال بھی عمدہ نہیں ہوتے مثلاً۔

۱ - جو لوگ باطنی لباس سے معرّا ہو کر ظاہری لباس کی خوبی اور رنگینی پر فریفتہ ہوتے ہیں ان کو اس سے جو لطف حاصل ہوتا ہے وہ محض شہوانی نہیں ہوتا بلکہ اس کا تعلق اس حاسۂ باطنی سے ہے جس میں کسی قدر روحانیت پائی جاتی ہے۔

۲ - اگر ایک انسان اوقات جنگ کے علاوہ بھی مسلح رہتا ہے تو اس کا سبب بھی روحانی ہے جو خیال میں پوشیدہ رہتا ہے یعنی دشمن کے حملے سے احتیاط۔

۳ - دل بہلاؤ کے تمام سامانوں مثلاً دوست و احباب کی صحبت، کھیل کود، شعر و شاعری اور مکان کی سجاوٹ وغیرہ کا مقصد روحانی ہوتا ہے۔

۴ - بہت سے اعمال کا مقصد محض عقل و فکر کی تکمیل اور نشوونما ہوتی ہے مثلاً ایک شخص ایک علم کی تعلیم اس لئے حاصل کرتا ہے کہ اس کی عقل و فکر کو نشوونما حاصل ہو، اس کے سوا اس علم سے اس کا مقصد کوئی مادی نفع نہیں ہوتا یہ ایک روحانی کام ہے جس سے صرف روح کی تکمیل مقصود ہے لیکن بہت سے لوگ تحصیل علم سے شہرت بھی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

لیکن باایں ہمہ یہ تمام اعمال ایک خاص شخص کی روحانیت سے تعلق رکھتے ہیں،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس لئے وہ انسان کے بہترین اعمال نہیں کہے جا سکتے بلکہ انسان کے بہترین اعمال وہ ہیں، جو عام روحانیت سے تعلق رکھتے ہیں۔

اس تقسیم کے رو سے اعمال انسانی کی تین قسمیں نکلیں۔

۱۔ جسمانی، ان اعمال میں انسان اور حیوان دونوں برابر درجہ کے شریک ہیں اور جو شخص صرف انہی اعمال پر قناعت کرتا ہے اس میں اور حیوان میں کوئی فرق نہیں لیکن بایں ہمہ جسمانی وجود کو نظر انداز کر دینا بھی خلاف فطرت ہے اس لئے بعض مستثنیٰ صورتوں کے سوا اس کو جائز نہیں قرار دیا جا سکتا مثلاً وطن اور دین کی مدافعت میں جان دے دینا انسان پر فرض ہو جاتا ہے لیکن اس قسم کے موقعوں کے سوا اور کسی موقع پر اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

۲۔ روحانی عام، انسان عقلی اور اخلاقی اوصاف درحقیقت انہی اعمال سے حاصل کرتا ہے یہ اوصاف اگرچہ بعض حیوانات میں بھی پائے جاتے ہیں مثلاً شیر کی شجاعت، طاؤس کی خود بینی کتے کی ہوشیاری عام طور پر ضرب المثل ہے لیکن یہ اوصاف ان جانوروں کے کسی خاص فرد میں محدود نہیں ہیں بلکہ یہ فطری اوصاف ہیں جو ان کے ہر فرد میں پائے جاتے ہیں شیر کا ہر فرد شجاع، طاؤس کا ہر فرد خود بین، اور کتے کا ہر فرد ہوشیار ہوتا ہے صرف انسان میں یہ اوصاف انفرادی طور پر پائے جاتے ہیں اس لئے وہ اس کی فضیلت سمجھے جاتے ہیں۔

۳۔ روحانی خاص جس کی مثالیں اوپر گزریں جسمانی اور روحانی عام کے درمیان متوسط درجہ کی حیثیت رکھتے ہیں اگر ایک شخص علم کو صرف علم کے لئے پڑھتا ہے تو اس سے اس کو ایک حقیقی زندگی حاصل ہوتی ہے لیکن جو شخص اس کو شہرت حاصل کرنے کے لئے پڑھتا ہے تو اس سے اس کو محدود زندگی حاصل ہوتی ہے۔

اس تقسیم کے بعد ابن باجہ نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ

ایک مادی انسان سعادت نہیں حاصل کر سکتا وہ صرف اس شخص کو حاصل ہو سکتی ہے جو خالص روحانی آدمی ہو، اس لئے ایک روحانی آدمی کو جسمانی اعمال صرف ضرورۃً کرنے چاہئیں،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کو مقصود بالذات نہیں بنا لینا چاہیئے البتہ روحانی اعمال اس کا مقصود بالذات ہیں لیکن ایک فلسفی کو بہت سے ایسے روحانی اعمال بھی کرنے چاہئیں جو خود مقصود بالذات نہ ہوں بلکہ وہ عقلی اوصاف کے لئے ضروری ہوں اب ان مدارج کے لحاظ سے انسان جسمانی اعمال کی بنا پر صرف ایک انسانی مخلوق ہے لیکن روحانی اعمال کے ذریعہ سے وہ اس سے بلند مخلوق بن جاتا ہے اور عقلی اوصاف کی وجہ سے وہ ایک بلند ترین مخلوقِ الٰہی ہو جاتا ہے اب اس حالت میں وہ جسمانی اور روحانی ہر قسم کے اوصاف سے معرا ہو کر اوصاف خداوندی سے متصف ہو جاتا ہے، ایک متوحّد کے جو جمہوریت کاملہ کا فرزند ہو یہی اوصاف ہونے چاہئیں ابنِ باجہ کے نزدیک اشخاص کے عوارض روحانی کی چار قسمیں ہیں۔

۱۔ پہلی قسم جو سب سے عام ہے اس کا تعلق حواس یا احساس سے ہے۔

۲۔ دوسری قسم طبیعت سے تعلق رکھتی ہے مثلاً بھوک پیاس میں انسان غذا اور پانی کی تلاش ایک روحانی کیفیت کے پیدا ہو جانے کی وجہ سے کرتا ہے۔

۳۔ تیسری قسم غور و فکر اور دلیل و برہان سے پیدا ہوتی ہے۔

۴۔ چوتھی قسم میں وہ عوارض داخل ہیں جن کو غور و فکر اور دلیل و برہان سے کوئی تعلق نہیں بلکہ صرف عقلِ فعّال کے اثر سے پیدا ہوتے ہیں، وحی و الہام اور رویائے صادقہ اسی قسم میں داخل ہیں۔

پہلی اور دوسری قسمیں انسان اور حیوان دونوں میں مشترک ہیں لیکن تیسری اور چوتھی قسمیں انسان کے ساتھ مخصوص ہیں اور انسان کے انفرادی عوارض اور عقلی عوارض کے درمیان متوسط درجہ کی حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ نہ تو وہ جسمانی عوارض ہیں، نہ وہ اعراضِ محسوسہ میں شامل ہیں اور نہ وہ عوارض معقولہ کی طرح مادہ سے بالکل الگ ہیں اب ایک متوحد کو بذاتِ خود ان عوارض روحانی کے لئے عمل نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ اگرچہ اُن کے ذریعہ سے اس کا اصل مقصود حاصل ہو جاتا ہے لیکن وہ بذاتِ خود اس کا مقصود نہیں اس کو ان اشخاص سے میل جول بھی نہیں رکھنا چاہیئے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جن میں یہ عوارض روحانی پائے جاتے ہیں، کیونکہ بعض اوقات اُن کے اثر سے وہ سعادت ابدیہ سے محروم رہ جاتا ہے مثلاً ایک شخص انتہا درجہ کا نیکوکار اور دوسرا شخص انتہا درجہ کا بدکار ہے اب اگر ان دونوں میں میل جول ہو تو ممکن ہے کہ اس نیک کردار شخص کے اثر سے وہ بدکار کسی قدر نیک کردار، اور اس بدکردار شخص کے اثر سے وہ نیک کردار کسی قدر بدکردار ہو جائے اس لئے ایک متوحد کو سب سے الگ رہنا چاہیئے اس حالت میں ایک کم درجہ کا انسان رذائل سے اپنے نفس کو پاک کر سکے گا اور بلند رتبہ شخص اس کم درجہ کے انسان کے اثر سے محفوظ رہے گا، غرض ایک متوحد کو نہ اس شخص سے تعلق رکھنا چاہیئے جو بالکل مادی ہو، نہ اس شخص سے میل جول رکھنا چاہیئے لیکن چونکہ اہلِ علم ہر جگہ نہیں پائے جاتے اس لئے جہاں تک ممکن ہو اس کو سب سے الگ رہنا چاہیئے اور بقدرِ ضرورت ان سے میل جول رکھنا چاہیئے،

متوحد کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ انسانی شور و شغب سے اپنے کانوں کو بند کر لے کیونکہ اس کو لغو و مزخرف باتوں کی تردید کی ضرورت نہیں اس کو انسانوں کے جھگڑے چکانے میں بھی اپنا وقت صرف نہیں کرنا چاہیئے بلکہ ان ذمہ داریوں کے بوجھ کو اتار کر اس کو مخفی طور پر تعلیم الٰہی میں اس طرح مشغول رہنا چاہیئے، گویا وہ ایک نہایت معیوب کام کر رہا ہے اس طریقہ سے وہ علم و دین دونوں میں اپنے نفس کی تکمیل کر سکے گا یا یہ کہ اس کو دور دراز مقامات میں چلا جانا چاہیئے جہاں علماء رہتے ہیں اور ان سے میل جول پیدا کرنا چاہیئے اور ناتجربہ کار نوجوانوں کی صحبت سے اجتناب کرنا چاہیئے،

اب یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یہ نظریہ علم سیاست اور حکمت مدنیہ کے بالکل مخالف ہے کیونکہ سیاسی اصول کی بنا پر انسانوں سے علیحدگی ایک غلطی ہے اور حکمتِ مدنیہ کے رو سے انسان مدنی الطبع پیدا کیا گیا ہے ابن باجہ بھی ان دونوں نظریوں کو صحیح سمجھتا ہے لیکن اپنے نظریہ کو اُن کے مخالف نہیں سمجھتا کیونکہ یہ دونوں نظریے اس وقت صحیح ہو سکتے ہیں جب انسان اپنے تمام طبعی کمال کو حاصل کر لے لیکن بعض حالات ایسے پیش آجاتے ہیں کہ مجمع انسانی سے علیحدگی ہی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہتر ہوتی ہے، متفقہ طور پر گوشت انسان کی ایک نہایت مفید غذا ہے اور افیون ایک مضر چیز ہے لیکن بعض حالات میں افیون مفید اور گوشت مضر ہو جاتا ہے اس قسم کے حالات اگرچہ بہت کم پیش آتے ہیں تاہم تدبیر نفوس میں ان کا بھی لحاظ رکھنا چاہیئے۔

ان تمام باتوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ایک متوحد کا آخری مقصد عوارض عقلیہ ہیں اور جن اعمال سے یہ مقصد حاصل ہوتا ہے وہ سب عقلی ہیں لیکن یہ عوارض صرف غور و فکر اور تعلیم سے حاصل ہوتے ہیں۔

اب ان تعلیمات کو پیش نظر رکھ کر ہم کو غور کرنا چاہیئے کہ اس سے ابن باجہ کا مقصد کیا ہے مولوی یونس مرحوم فرنگی محلی نے ابن باجہ پر مضمون لکھا ہے اس میں لکھتے ہیں،

"ابن باجہ کے نظریہ کے مطابق انسان کے لئے بحیثیت انسان ہونے کے سوسائٹی کے اثرات سے محفوظ رہنا قطعاً ناممکن ہے، ایک عزلت گزیں شخص سوسائٹی کے گندے اخلاق سے گو حفاظت میں رہتا ہے لیکن اس کا اندرونی جوہر انسانیت سوسائٹی کے بہترین اخلاق حسنہ کے جلب و اکتساب سے اس کو باز رہنے نہیں دیتا، سوسائٹی سے جلب منفعت کی اسی قدرتی قوت کی بنا پر ابن باجہ عزلت گزینی کی صلاح نہیں دیتا بلکہ یہیں سے وہ اپنے مکمل سیاسی نظریہ کی داستان شروع کرتا ہے۔

لیکن ہم نے اس کے نظریات کا جو خلاصہ اوپر درج کیا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک متوحد کو بالکل عزلت گزینی کی تعلیم دیتا ہے وہ اگر میل جول پیدا بھی کرسکتا ہے تو صرف اہل علم سے پیدا کرسکتا ہے وہ اصول سیاست یا حکمت مدنیہ کا منکر نہیں ہے لیکن ان دونوں چیزوں کا صحیح وجود اس وقت ہوسکتا ہے جب انسان اپنے کمال طبعی کو حاصل کرے اور یہ کمال صرف عقل فعال کے اتصال سے حاصل ہوسکتا ہے وہ اخلاقی فضائل کے حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں غرض وہ سیاسی اور اخلاقی نظریہ نہیں قائم کرتا، بلکہ ایک عقلی نظریہ قائم کرتا ہے جس سے امام غزالی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے اس نظریہ کی تردید مقصود ہے کہ حقیقی علم عقل سے حاصل ہو سکتا ہے بلکہ کشف و ذوق سے حاصل ہوتا ہے خود مولوی یونس صاحب لکھتے ہیں۔

"چنانچہ رسالہ الوداع، تدبیر المتوحد، حیوۃ المعتزل وغیرہ اسی خیال کے ثابت کرنے کے لئے لکھی گئی ہیں کہ انسان کا ناخن عقل حقائق اشیاء کی مضبوط گرہوں کو کھولنے کے لئے کافی ہے۔"

البتہ عقلی کمال کے لئے اخلاقی پاکیزگی اور عزلت گزینی ابن باجہ کے نزدیک ضروری ہیں یہی نظریہ ہے جس کی بعد کو ابن طفیل اور ابن رشد نے تقلید و تائید کی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن طفیل

ولادت چھٹی صدی ہجری کے آغاز میں

وفات ۵۸۱ھ میں

اندلس کا بڑا مشہور فلسفی ہے لیکن یہ عجیب بات ہے کہ عربی زبان کے تمام قدیم تذکرے اس کے ذکر سے خالی ہیں، صرف ابن الخطیب نے ایک موقع پر اس کا نام لیا ہے اور عبدالواحد مراکشی نے المعجب فی تلخیص اخبار المغرب میں ضمناً کسی قدر اس کے حالات لکھے ہیں البتہ ہمارے زمانہ میں نواب عمادالملک اور مولوی یونس مرحوم فرنگی محل نے اس کے حالات و نظریات پر مستقل مضامین تحریر کیے ہیں محمد لطفی جمعہ نے بھی تاریخ فلاسفۃ الاسلام میں اس کے حالات لکھے ہیں اور حال میں مجلۃ الازہر ۱۳۶۱ھ کے آٹھویں اور نویں نمبر میں اس پر ایک مبسوط مضمون شائع ہوا ہے اور ان سب کا خلاصہ یہ ہے،

نام و نسب ابن طفیل کا نام محمد اور کنیت ابوبکر ہے اور اہل یورپ اس کو "ابو باسیر" کہتے ہیں جو ابوبکر کی تحریف ہے باپ کا نام عبدالملک تھا، پورا سلسلہ نسب یہ ہے، ابوبکر محمد بن عبدالملک بن محمد بن الطفیل وہ خالص عربی النسل تھا اور عرب کے مشہور قبیلہ قیس سے تعلق رکھتا تھا۔ متعین طور پر سالِ ولادت معلوم نہیں البتہ مورخین کے بیان کے مطابق بارہویں صدی عیسوی کی ابتداء یعنی صدی ہجری کے آغاز میں غرناطہ کے مشہور شہر وادی آش میں پیدا ہوا جس کی آب و ہوا کو علوم و فنون اور ادب و شاعری

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے بڑی مناسبت تھی۔

تعلیم تربیت ابن طفیل مشہور طبیب، ریاضی داں فلسفی اور شاعر تھا لیکن چونکہ اس کے بچپن اور شباب کے حالات معلوم نہیں ہیں اس لیے یہ پتہ نہیں چلتا کہ اس نے ان علوم کی تعلیم کیونکر حاصل کی؟ اور کن اساتذہ سے حاصل کی؟ عبدالواحد مراکشی نے لکھا ہے کہ وہ فلسفہ کی تمام شاخوں کا ماہر تھا اور فلسفہ کے علمائے محققین کی ایک جماعت سے تعلیم حاصل کی تھی جن میں ایک ابن باجہ بھی تھا[1] لیکن زمانہ حال کے محققین اس کو صحیح نہیں سمجھتے کیونکہ خود ابن باجہ نے رسالہ حی بن یقظان میں لکھا ہے کہ ابن طفیل سے میری ملاقات نہیں ہوئی۔

امراء و سلاطین سے تعلقات ابن طفیل کی اصلی زندگی اس وقت سے شروع ہوتی ہے جب اس نے غرناطہ میں طبابت کا پیشہ شروع کیا چنانچہ اس پیشہ کے ذریعے سے اس کو شہرت حاصل ہوئی تو غرناطہ کے حاکم نے اس کو اپنا کاتب خاص مقرر کیا پھر سنہ ۱۱۵۴ء یعنی ۵۴۹ھ شہر سبتہ اور طنجہ کے حاکم کا کاتب خاص مقرر ہوا لیکن اس کا اصلی عروج ۱۱۶۳ء یعنی ۵۵۸ھ میں ابو یعقوب یوسف بن عبدالمومن کے عہد حکومت میں ہوا کیونکہ یوسف بن عبدالمومن کو فلسفیانہ علوم سے جس قدر شغف تھا اس کی تفصیل ابن رشد کے حالات میں آئے گی۔ اسی مناسبت سے اس نے ابن طفیل کو پہلے اپنا طبیب خاص مقرر کیا پھر قاضی بنایا اس کے بعد وزارت کا معزز منصب عطاء فرمایا عبدالواحد مراکشی نے لکھا ہے کہ اس کے دربار سے ابن طفیل کو مختلف صیغوں سے تنخواہیں ملتی تھیں مثلاً وہ اطباء، مہندسین کتاب شعراء، تیر انداز اور فوج وغیرہ ہر قسم کے لوگوں کے صیغہ سے تنخواہ پاتا تھا اس کے ساتھ وہ محض ایک سرکاری ملازم نہیں تھا بلکہ اس کو یوسف بن عبدالمومن کے ساتھ اس قدر تقرب

---

[1] المعجب فی تلخیص اخبار المغرب ص ۱۷۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل تھا کہ وہ کئی کئی دن شب و روز اس کے محل میں مقیم رہتا تھا[1]

ابن طفیل نے اس تقرب سے صرف ذاتی ہی فائدہ نہیں اٹھایا بلکہ علم و اہل علم کو بھی اس سے گوناگوں فوائد پہنچائے اور اس طرح فلسفہ و حکمت کی گویا شیرازہ بندی کی اندلس میں اب تک جو حکماء و فلاسفہ پیدا ہوئے تھے ان کی کوئی اجتماعی حالت نہیں پیدا ہوئی تھی بلکہ وہ منتشر اور پراگندہ حالت میں زندگی بسر کر رہے تھے لیکن ابن طفیل نے ان کو اندلس کے گوشہ گوشہ سے بلا کر یوسف بن عبدالمومن کے دربار میں جمع کر دیا اور اس کو ان کی قدر دانی پر آمادہ کیا ان میں سب سے ممتاز شخص ابن رشد تھا جو اب تک گمنامی کی زندگی بسر کر رہا تھا لیکن ابن طفیل کی بدولت جب وہ یوسف بن عبدالمومن کے دربار میں داخل ہوا تو لوگوں میں اس کو شہرت حاصل ہوئی۔

ارسطو کی کتابوں کی تشریح و تلخیص کا جو کام ابن باجہ نے شروع کیا تھا وہ ادھورا رہ گیا تھا یوسف بن عبدالمومن نے ایک دن ابن طفیل سے اس کی خواہش کی تو گو وہ اپنی پیرانہ سالی اور عدیم الفرصتی کی وجہ سے خود اس خدمت کو انجام نہ دے سکا تاہم اس نے اس کام کو ابن رشد کے سپرد کیا اور اس نے اس کو نہایت خوبی کے ساتھ انجام دیا[2]

وفات | ابن طفیل نے ۱۸۵ء یعنی ۵۸۱ھ میں بمقام مراکش وفات پائی اور خلیفہ منصور اس کے جنازے میں شریک ہوا اور اس کی موت کا بڑا غم کیا۔

تصنیفات | ابن طفیل نے طبیعیات اور الہیات اور فلسفہ کی دوسری شاخوں پر متعدد کتابیں لکھیں ایک رسالہ نفس پر لکھا تھا جس کو عبدالواحد مراکشی نے خود اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیکھا تھا[3] دو کتابیں طب میں بھی لکھی تھیں جو اس کے زمانے میں بے مثل خیال کی جاتی تھیں اس میں اور ابن رشد میں علمی اور فلسفیانہ مسائل کے متعلق جو خط و کتابت

---

[1] ایضاً [2] المعجب فی تلخیص اخبار المغرب ص ۱۷۴، ۱۷۵ [3] ایضاً صفحہ ۱۷۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئی ہے اس کو بھی اس کی تصنیفات میں شمار کیا جا سکتا ہے۔

محمد لطفی جمعہ نے تاریخ فلاسفۃ الاسلام میں لکھا ہے کہ ابن ابی اصیبعہ نے ابن رشد کے حال میں لکھا ہے کہ ابن رشد نے اس کی ایک کتاب "فی البقع المسکونۃ الغیر المسکونہ"، کا ذکر کیا ہے لیکن ابن رشد کے تذکرہ میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے لیکن اس کی تمام تصنیفات میں سے صرف ایک رسالہ باقی رہ گیا ہے جس کا نام بن یقظان" ہے کا ذیری نے ابن طفیل کی ایک اور کتاب "اسرار الحکمۃ المشرقیہ"، کا نام بھی لیا ہے لیکن درحقیقت یہ کوئی نئی کتاب نہیں ہے بلکہ خود حی بن یقظان ہی کا دوسرا نام ہے اس رسالے نے تاریخی اور فلسفیانہ حیثیت سے بڑی شہرت اور مقبولیت حاصل کی اور فرانسیسی، انگریزی، جرمن، اسپینی، ڈچ اور اردو زبان میں اس کے ترجمے شائع ہوئے۔

اس رسالے کے متعلق ایک بہت بڑا بحث طلب مسئلہ یہ ہے کہ اس رسالے کے لکھنے سے ابن طفیل کا مقصد کیا ہے؟ قدیم زمانے میں افلاطون اور حکمائے افلاطونیت جدیدہ نے اپنے اور اپنے مخالفین کے بہت سے فلسفیانہ خیالات اور نظریات کو قصے کے پیرایے میں بیان کیا تھا سب سے پہلے شیخ بو علی سینا نے ان کی تقلید کی اور ابسال و سلامان کا قصہ لکھا شیخ کے ایک رسالے کا نام حی بن یقظان بھی ہے جو یورپ میں چھپ گیا ہے، ابن طفیل نے بھی اسی طرز کی تقلید کی ہے اور قصے کے پیرایے میں ایک خاص فلسفیانہ نظریہ پیش کیا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ یہ نظریہ کیا ہے؟ اس کے متعلق اہل نظر کی مختلف رائیں رہیں لیکن ان رایوں سے پہلے اصل قصہ کا بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

اس قصہ[1] کا خلاصہ یہ ہے کہ بحر ہند کے کسی غیر آباد جزیرے میں جہاں شجرو

---

[1] ماخوذ از مضمون مولوی یونس فرنگی محلی مندرجہ معارف بابت ماہ جنوری ۱۹۲۲ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو ان سے انسان کی نسل پیدا ہوتی ہے قدرتِ الٰہی سے ایک انسان نما حیوان حی بن یقظان پیدا ہوا سارے جزیرے میں اس کی پرورش کا کوئی سامان نہ تھا لیکن خدا نے محض اپنے فضل سے ایک ہرنی کو اس کی پرورش پر مامور کیا یہ ہرنی اس کو دودھ پلاتی اور یہ بچہ ہرنی کے دوسرے بچوں کے ساتھ دن بھر کھیلا کرتا تھا یہاں تک کہ وہ بڑا ہوا اور پاؤں پاؤں چلنے لگا اس کے سارے بدن پر بال تھے اور اپنے دوسرے ساتھیوں کی دیکھا دیکھی چار ٹانگوں کے بل چلتا تھا اور سیر و شکار میں مصروف رہتا تھا قدرتی طور پر اور جانوروں کی طرح نہ اس کی کھال سخت تھی نہ اس کے جسم پر اتنے گھنے بال تھے جن سے وہ سردی اور گرمی کے اثر سے محفوظ رہتا دوسرے جانوروں کے دانت یا پنجے اس کو اس قسم کے نظر آئے جن سے جانوروں کو چیر پھاڑ کر ان سے غذا حاصل کرنے یا درختوں سے پتہ توڑنے میں ان کو مدد ملتی تھی لیکن وہ ان تمام آلات و جوارح سے محروم تھا لیکن چونکہ اس کے پاس عقل کا ایک ایسا آلہ تھا جس سے اور جانور محروم تھے اس لیے اس نے اپنی صنعت گری سے حیوانات کے ان تمام آلات و جوارح کے جواب پیدا کئے اور پتھر اور لوہے سے ہتھیار بنائے جن سے شکار کرتا اور کھاتا پیتا درختوں کے پتے توڑ کر ان سے اپنا لباس تیار کرتا ان آلات و اسلحہ سے مسلح ہو کر اب اس کی صورت و شکل ایسی ڈراونی ہو گئی کہ جنگلوں کے بہائم و خونخوار جانور تک اس سے دہشت کھانے لگے،

اسی اثناء میں اس کی ماں یعنی ہرنی یکایک مر گئی، موت کا یہ پہلا سماں تھا جو اس کی آنکھوں کے سامنے گذرا ورنہ اس سے پہلے وہ قوت آزما مشاغل میں مصروف رہتا تھا اس کی طبیعت کی چستی و چالاکی جاتی رہی اور وہ روز بروز مضمحل نظر آنے لگا، سیر و شکار کے مشاغل بھی رفتہ رفتہ کم ہونے لگے اور دوسرے جانوروں پر اس کا جو رعب و ادب قائم تھا وہ بھی دن بدن زائل ہونے لگا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جسمانی کمزوریوں کا یہ سبق روحانیت کا فتح باب تھا اب دنیا سے اس کی طبیعت ہٹ گئی اور وہ زیادہ فکر و نظر میں مستغرق رہنے لگا باد و آب و آتش اور دیگر عنصریات پر پہلے اس کی نظر پڑی راز ہستی جب یہاں بھی نہ کھلا تو افلاک اور ملاء اعلیٰ کے نظم و ترتیب پر غور شروع کیا اور رفتہ رفتہ مادیات سے گزر کر اس کی عقل عالمِ روحانیت میں سرگرم رہنے لگی اسی حالت میں اس پر قدمِ عالم کے مسئلہ کا انکشاف ہوا خدا کی ذات وصفات کے متعلق اس کی معلومات میں وسعت پیدا ہوئی لیکن باوجود اس کے اب بھی کسی بات پر تسکین نہیں ہوتی تھی اور اس کی عقل سراپا تحیر تھی اتفاقاً ایک روز جب وہ اپنے غار کی جگت پر بیٹھا راز ہستی کے کشف و انکشاف میں سرگردان و حیران تھا اس پر ایک حالت بین النوم والیقظ کی طاری ہوئی اس کے ہوش اڑ گئے چشم بصیرت پر سے پردے اٹھ گئے اور وہ ملاء اعلیٰ کی سیر کرنے لگا یہاں اس نے وہ کچھ دیکھا جو پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا لیکن یہ حالت ایک لمحہ میں زائل ہو گئی یہ نئی لذتِ شہود تھی جس سے وہ آشنا ہوا تھا اب اس کو ہر دم اسی کیفیت کی طریاں کا انتظار رہتا تھا لیکن اس کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ کیفیت پھر کیونکر طاری ہو سکتی ہے بہت سوچتے سوچتے یہ پتہ لگا کہ اگر جسمانی شہوت سے یک قلم ہاتھ اٹھا لیا جائے تو روحانیت میں ترقی ہو جانے کے باعث یہ کیفیت اکثر طاری ہونے لگے گی اور کیا عجب ہے کہ اسی طرح اس میں ثبات و دوام بھی پیدا ہو جائے چنانچہ اس نے عہد کر لیا کہ ہمیشہ روزے رکھوں گا اور غار کے گوشۂ عافیت سے کبھی نہ نکلوں گا یہ عادت کچھ ہی دنوں ڈالی تھی کہ یکایک اس پر آسمان کے دروازے کھل گئے اور اس پر زمین کے طبقات روشن ہو گئے ہر طرف اجالا ہی اجالا تھا ظلمتِ جہل کافور ہو گئی اور ساری کائنات شہود ہو کر اس کی نگاہ کے سامنے پھرنے لگی۔

جس جزیرہ میں وہ تنہا زندگی بسر کرتا تھا اس کے قریب ایک دوسرا آباد جزیرہ اور تھا جہاں کے باشندے تہذیب و تمدن میں فائق اور شریعت الٰہی کے پابند و تبع تھے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہاں خدا کے دو نیک بندے ابسال و سلامان بھی رہتے تھے ان میں سے ابسال کو عزلت گزینی پسند تھی اور سلامان باہمی میل جول اور نظام معاشرت کا طرفدار تھا لیکن دونوں کو نافرمانی اور کفر و عصیاں سے قطعی نفرت تھی ان کی قوم روسیاہ تھی اور یہ دونوں بھائی سمجھاتے سمجھاتے تنگ آ گئے تھے جب کوئی تدبیر بن نہ پڑی تو خیال پیدا ہوا کہ کسی غیر آباد جزیرہ میں چل کر عبادت الٰہی میں زندگی بسر کرنی چاہیئے چنانچہ ایک کشتی میں سوار ہو کر اس جزیرے میں اترے جہاں حی بن یقظان بود و باش رکھتا تھا یہاں اتر کر انہوں نے دیکھا کہ ایک جنگل دور تک چلا گیا ہے جہاں نہ کوئی آدمی ہے نہ آدم زاد یہ دیکھ کر یہ لوگ گھبرا گئے لیکن دور سے حی بن یقظان ان کو دوڑتا ہوا نظر آیا اس کی شکل عجیب و غریب تھی اعضا آدمیوں کے ایسے تھے چاروں ٹانگوں کے بل دوڑ رہا تھا رؤیں تن اور بہائم صفت انسان ناخن بڑے بڑے اور بال گھنے اور لٹکے ہوئے یہ دیکھ کر ان کو اور خوف معلوم ہوا ناچار بھاگے اور حی بن یقظان ان کے پیچھے دوڑا پہلے تو سمجھتے رہے کہ کوئی بلا ہے لیکن جب ہر وقت کا آمنا سامنا ہوا تو دہشت کم ہونے لگی اور ایک دوسرے سے مانوس ہو گئے اب رفتہ رفتہ ان کو پتہ چلا کہ یہ حیوان نما انسان ہے اور معرفت و معلومات میں ہم سب سے آگے ہے مشکل یہ تھی کہ حی بن یقظان کو انسان کی بولی نہیں آتی تھی ان دونوں نے رفتہ رفتہ آدمی بنایا اس کی شکل درست کی بال مونڈے، نہلایا دھلایا پہننے کے لیے کپڑے دیئے غرض نک سک سے درست کر کے اس کو تمدن کے آداب سکھاتے جسمانی و دماغی تربیت کے مراحل تو پہلے ہی طے کر چکا تھا تیز گامی اور شہسواری اور شکار میں اس کا کوئی ہمسر نہ تھا غور و فکر اور تدبیر و حکمت میں اپنا آپ ہی نظیر تھا قوت مشاہدہ، حضور ذہن، استغراق و کشف اور صبر و تحمل وغیرہ میں بے مثل تھا اس لیے ان دونوں بھائیوں نے پوری قوت سے اس کو تمدنی قواعد سکھاتے اور اپنی زبان کے مشق کرانے کی کوشش کی جن کو اس نے بہت جلد سیکھ لیا اب تینوں یکجا رہنے لگے ایک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے سے تبادلۂ خیالات تک نوبت پہنچی ایک کو دوسرے کے حالات سے واقفیت ہوئی تو پتہ لگا کہ تینوں کے خیالات متحد ہیں حی بن یقظان فلسفی تھا ، ابسال صوفی اور سلامان علوم ظواہر کا ماہر اب تینوں میں یہ مشورہ قرار پایا کہ ابسال و سلامان کے جزیرے میں چل کر دعوت الی المعروف و نہی عن المنکر کا فرض انجام دینا چاہیئے چنانچہ ان تینوں نے یہ سفر اختیار کیا اور وہاں جا کر لوگوں کو راہ حق کی دعوت دینا شروع کی لیکن انجام کار جب مایوس ہوتے تو اپنی پہلی قیام گاہ پر پھر واپس آتے اور بقیہ عمر عبادت الٰہی میں گزار دی ۔

اب اس قصے کو پیش نظر رکھ کر ہم کو غور کرنا چاہیئے کہ اس کے لکھنے سے ابن طفیل کا کیا مقصد ہے اس مقصد کی تعین میں لوگوں کی رائیں مختلف ہیں ۔

(۱) عبدالواحد مراکشی کے نزدیک یہ ایک طبعیات کا رسالہ ہے جس کے لکھنے سے ابن طفیل کا مقصد حکماء کے مذہب کے مطابق نوع انسانی کی ابتداء کا حال بیان کرنا ہے اس نظریہ کے مطابق انسان اس جزیرے کی معتدل آب و ہوا اور عناصر کے امزاج و اعتدال سے پیدا ہوا اور پیدا ہونے کے بعد اس کے سامنے تنازع للبقا کا مسئلہ آیا اس لیے حیوانوں کے ساتھ زندگی بسر کرنے اور ان پر غالب آنے کے لیے درختوں کی شاخوں کو کاٹ کر لاٹھیاں بنائیں اور ان سے کمزور جانوروں پر حملہ کرنے اور طاقتور جانوروں کے حملے کو روکنے لگا اور اس طریقے سے اس کو معلوم ہوا کہ وہ حیوانوں پر کسی قدر تفوق و امتیاز رکھتا ہے ۔

لیکن یہ نظریہ مذہب اسلام کے بالکل مخالف ہے کیونکہ اسلام میں انسان کی تخلیق حضرت آدم و حوا علیہما السلام سے ہوئی ہے اس لیے چھٹی صدی ہجری کے ایک مسلمان فلسفی ہونے کی حیثیت سے ابن طفیل کا یہ نظریہ نہایت عجیب معلوم ہوتا ہے اس لیے اور لوگوں نے اس کے دوسرے مقاصد قرار دیئے ہیں چنانچہ ڈاکٹر محمد غلاب نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجلہ ازہر (شعبان ۱۳۹۱ھ میں ابن طفیل پر جو مضمون لکھا ہے اس میں لکھتے ہیں کہ

(۲) اس رسالے کا ابن طفیل کا مقصد حکماء کی رائے کے مطابق ابتدائے خلقت کی کیفیت اور نوعِ انسانی کی اصل کا بیان کرنا نہیں ہے جیسا کہ عبدالواحد مراکشی نے سمجھا ہے بلکہ اس کا اصلی مقصد علم کی کیفیت کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کرنا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان دنیا کے کتنے ہی گمنام گوشے میں تنہا پیدا ہو۔ بیرونی طور پر کوئی تعلیم و تربیت نہ حاصل کرے۔ اور عقل فعال کے اثر کے سوا اور کسی دوسرے کے اثر سے متاثر نہ ہو، تاہم وہ بذاتِ خود حقائق کا علم حاصل کر سکتا ہے اس طرح ان حقائق کو وہ دوسرے کی تعلیم و تربیت سے بھی معلوم کر سکتا ہے لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ یہ انسان خدا کے ان مخصوص بندوں میں سے ہو جن کو غیب سے فلسفیانہ دماغ ملا ہے جیسا کہ ہمارے فلسفی حی بن یقظان نے بذات خود اور اس کے دوست ابسال نے بھی پہلے مذہب اور پھر بعد کو حی بن یقظان کے ذریعہ سے ان حقائق کو معلوم کیا البتہ عوام میں ان حقائق کے ادراک کی استعداد نہیں ہے اور ان کی تعلیم و تربیت میں جو کوشش صرف کی جائے گی وہ رائگاں جائے گی جیسا کہ حی بن یقظان اور اس کے دوست کی کوشش دوسرے جزیرے والوں کی اصلاح میں رائگاں گئی۔

(۳) اس مقصد کے علاوہ وہ رسالے کا ایک مقصد اور قرار دیا جا سکتا ہے اور وہ یہ کہ انسان کو حقیقی علم کیونکر حاصل ہو سکتا ہے؟ ارسطو وغیرہ کے نزدیک حقیقی علم صرف ادراک و نظر سے حاصل ہو سکتا ہے اور انسان کی عقل خود اس حد تک ترقی کر سکتی ہے کہ عقل فعال کے علوم سے اس کے علم کو مطابقت حاصل ہو جائے لیکن حکمائے افلاطونیت جدیدہ کے نزدیک ادراک و نظر یا بالفاظ دیگر عقل ادراک حقائق میں اسی طرح قاصر ہے جس طرح حواس قاصر ہیں صرف کشف و ذوق سے یہ حقائق معلوم ہو سکتے ہیں حکمائے اسلام میں امام غزالی کا بھی یہی مذہب تھا لیکن اندلس میں چونکہ ارسطو کا فلسفہ زیادہ تر رائج تھا اس لیے وہاں ابن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باجہ نے ارسطو کے نظریۂ علم کی تائید کی تھی اور امام غزالی کے نظریہ کو باطل کیا تھا۔

ابن طفیل نے اس رسالے کے ذریعہ سے ان دونوں نظریوں میں تطبیق دی ہے وہ اگرچہ مشاہدۂ ذوقی کو انسان کا آخری کمال خیال کرتا ہے لیکن باوجود اس کے عقل نظری کے احکام کو بھی غلط سمجھتا بلکہ عقلی نشوونما کو انسان کی تدریجی ترقی کی ایک ضروری کڑی قرار دیتا ہے اس بنا پر اس کا فلسفہ خالص مشائی فلسفہ نہیں بلکہ اشراقیت اور مشائیت کی ایک مخلوط شکل ہے یعنی اس کے فلسفہ کی بنیاد نہ مشائیہ کی طرح محض عقل نظری پر ہے اور نہ اشراقیین اور صوفیہ کی طرح محض مشاہدۂ ذوقی پر۔ بلکہ یہ ایک نیا فلسفہ ہے جس میں ابتداً تو عقل نظری سے ہوتی ہے لیکن آخری کمال کشف و مشاہدہ سے حاصل ہوتا ہے۔

محمد لطفی جمعہ تاریخ فلاسفۃ الاسلام میں لکھتے ہیں کہ اس کتاب سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابن طفیل حکمائے اشراقیین میں داخل تھا اس نے غور وفکر کے ساتھ ایک بڑے مشکل مسئلہ کو حل کرنا چاہا جس کے حل کرنے میں اس کے زمانے کے حکماء مشغول تھے اور وہ یہ کہ عقل بشری کو عقل اول سے کس طرح تعلق پیدا ہو سکتا ہے امام غزالی نے اس تعلق کے لیے صرف تصوف کو کافی خیال کیا تھا لیکن ابن طفیل نے صرف اسی پر قناعت نہیں کی بلکہ ابن باجہ کی رائے کی تقلید کی اور فکر انسانی کے درجہ بدرجہ نشوونما کو ایک ایسے انسان کی صورت میں دکھایا جو مشاغل زندگی سے بالکل الگ تھلگ تھا اور اس کی عقل نے تنہائی میں بذات خود اور عقل فعال کے اثر سے نشوونما پائی تھی اور اس نے طبیعات اور الٰہیات کے پیچیدہ مسائل حل کئے تھے۔

(۴) لیکن ہمارے نزدیک اس رسالے کا مقصد اس سے بھی اعلیٰ و اشرف ہے ابن طفیل کے نزدیک ایک ترقی یافتہ تمدن یا ترقی یافتہ جمہوریت کے لیے صرف عقلی اور کشفی علوم کافی نہیں بلکہ اخلاقی اور مذہبی علوم کی بھی ضرورت ہے اسی لیے اپنے قصے میں تین شخص فرض کئے ہیں جن میں حی بن یقظان عقلی علوم کا ماہر تھا ابسال کشف

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وذوق کا متوالا یعنی صوفی تھا اور سلامان علم ظاہر میں کمال رکھتا تھا لیکن دنیا کی ترقی و وا صلاح کے لیے صرف علم ہی کافی نہیں بلکہ اس کے لیے عمل کی بھی ضرورت ہے اس لیے ان تینوں نے مل کر ایک عملی یعنی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی خدمت انجام دی اس بنا ر پر ابن طفیل نے اس رسالے کے ذریعے سے حکمت، طریقت اور شریعت تینوں میں تطبیق دی ہے اور تینوں کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے چنانچہ عبدالواحد مراکشی لکھتا ہے۔

"آخیر عمر میں نے اپنی توجہ صرف علم الٰہی کی طرف مبذول کر دی تھی اور اس کے سوا اور علوم کو بالکل چھوڑ دیا تھا وہ حکمت و شریعت میں تطبیق دینے کا بڑا شائق تھا اور ظاہر و باطن میں نبوت کی بڑی عزت کرتا تھا اس کے ساتھ وہ علوم اسلامیہ میں بڑا وسیع النظر تھا[1]

مولوی یونس صاحب فرنگی محل اپنے مضمون مندرجہ معارف ۱۹۲۲ء میں لکھتے ہیں۔

"آخر میں نتیجہ یہ نکالا گیا ہے کہ فلسفہ و تصوف اور شریعت سب کا منبع ایک ہے اور ایک مکمل نظام تمدن کے لیے تینوں کی یکساں ضرورت ہے۔

شیخ بو علی سینا نے بھی ابسال و سلامان کا قصہ لکھا ہے لیکن وہ غالباً ناپید ہے البتہ محقق طوسی نے شرح اشارات میں پورا قصہ نقل کر دیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے[2]

قدیم زمانے میں ابسال و سلامان دو بھائی ایک وسیع مملکت کے بادشاہ تھے سلامان بڑا تھا اور ابسال نے اسکی آغوش میں تربیت پائی تھی ابسال جب بڑا ہوا تو حسن و جمال میں چاند کو شرمانے لگا اور سلامان کی بیوی کا دل اس پر آ گیا چنانچہ ایک حیلہ سے اس نے وصل کی کوشش کی لیکن ابسال کو چونکہ کوئی لگاؤ نہ تھا اس فتنہ سے محفوظ رہنے کے لیے

---

[1] المعجب فی تلخیص اخبار المغرب ص ۱۷۲ [2] بحوالہ مضمون مولوی یونس مرحوم فرنگی محل مندرجہ معارف جنوری ۱۹۲۲ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنگ پر چلا گیا، سلامان کی بیوی تاک میں لگی تھی اس نے جب دیکھا کہ میرا افسون کارگر نہیں ہوتا تو افسران فوج کو در پردہ .... ملا کر ابسال کی فوج کو غارت کرنے کی کوشش کی چنانچہ میدان میں فوجیں ابسال کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ کھڑی ہوئیں اور ابسال خود بھی بری طرح زخمی ہوا لیکن خدا کے کارخانے عجیب ہوتے ہیں ابسال ایک کندست میدان میں پڑا کراہ رہا تھا بدن زخموں سے چور چور تھا کہ ایک ہرنی اس کو پیٹھ پر لاد کر اٹھا لے گئی کچھ دنوں کے بعد جب وہ اس قابل ہوا کہ چل پھر سکے اور زخم مندمل ہوگئے تو گھر واپس آیا یہاں آکر جو دیکھا تو سارے کارخانے تتر بتر تھے۔ ملک دشمنوں نے چھین لیا تھا اور بھائی ایک گوشہ تنہائی میں یاس وحرمان کی زندگی بسر کر رہا تھا ابسال نے پہنچ کر سلامان کو تسکین دی اور ایک لشکر جرار تیار کر کے دشمنوں کو پامال کرنے لگا قسمت یاور تھی دن پھر گئے اور سلطنت واپس مل گئی سلامان کی بیوی نے جو یہ دیکھا تو سخت پیچ وتاب کھانے لگی اور توشہ خانے کے کارندے کو بلا کر ابسال کو زہر دلوا دیا ابسال کے مرنے کے بعد اب سلامان پھر سب چھوڑ چھاڑ کر ایک گوشہ میں جا بیٹھا اور ان واقعات سے سخت متفکر تھا اور اصلیت اس کی سمجھ میں نہیں آتی تھی لیکن خدا نے اس کو قلب صاف عطا کیا تھا چنانچہ اس کو یہ الہام ہوا کہ یہ سب سازشیں تیری بیوی کی پیدا کردہ تھیں وہ تیرے بھائی کی دشمن تھی اور سازشوں کا یہ سارا جال اسی کا پھیلایا ہوا تھا یہ معلوم ہوتے ہی سلامان نے اپنی بیوی اور اس کے ساتھ کے تمام سازشیوں کو قتل کرا دیا۔

ابن طفیل اس قصے سے واقف بلکہ اس کا معترف تھا چنانچہ خود حی بن یقظان میں لکھتا ہے۔

"اگر تم حقیقت رسی چاہتے ہو تو حی بن یقظان اور ابسال وسلامان افسانہ سنو جو حقائق سے مالا مال ہے اور جس کے اختراع کا فخر ابن سینا کو حاصل ہے۔

لیکن بایں ہمہ شیخ کے افسانے کو ابن طفیل کے افسانے سے کوئی مناسبت نہیں شیخ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس قصے کے ذریعہ سے انسان کے قوائے نفسانی کے انحطاط اور صفائے باطن کے مدارج کو دکھانا چاہتا ہے لیکن ابن طفیل اس کے بر خلاف قوائے نظریہ کے درجات کی تصریح کر رہا ہے ایک کے پیش نظر انسان کی عملی حالت کے مراتب کی تشریح ہے اور دوسرا انسان کے قوائے ادراکیہ سے بحث کر رہا ہے ابن طفیل کا سلامان شریعت کا پابند اور التزام جماعت کی کوشش میں مبتلائے آلام اور اس کا ابسال اپنے وقت کا شیخ طریقت ہے ان دونوں کے کیرکٹر کو شیخ کے ابسال و سلامان کے کیرکٹر سے کوئی نسبت ہی نہیں اس بناء پر یہ پتہ لگانا مشکل ہے کہ ابن طفیل نے اپنے قصہ کا مواد کہاں سے اور کس حد تک ابن سینا سے اخذ کیا ہے "

یہ مولوی یونس مرحوم فرنگی محل کا خیال ہے لیکن ڈاکٹر غلاف نے اس مشکل کو اس طرح حل کر دیا ہے کہ

ابن طفیل اس رسالے کی بنیاد قائم کرنے میں صرف ابن سینا کے خیال سے متاثر ہوا ہے لیکن اس کے آراء و معانی میں ارسطو فیثا غورثیہ اور افلاطونیت جدیدہ کے مذاہب کا اثر قبول کیا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ شہاب الدین سہروردی مقتول

ولادت ۵۵۰ھ یا ۵۴۹ھ

وفات ۵۸۶ھ یا ۵۸۷ھ

نام ونسب ان کے نام میں سخت اختلافات ہیں علامہ ابن ابی اصیبعہ نے طبقات الاطباء میں لکھاہے کہ ان کی کنیت ابوحفص اوران کا نام عمر تھا بعض لوگ ان کا نام احمد اور بعض لوگ ابوالفتوح بتاتے ہیں لیکن علامہ ابن خلقان کے نزدیک ان کی کنیت ابوالفتوح نام یحیٰ، لقب شہاب الدین ہے اوراسی کو وہ صحیح سمجھتے ہیں علامہ ابن ابی اصیبعہ نے ان کے باپ کا نام نہیں بتایا لیکن علامہ ابن خلکان نے ان کے باپ کا نام حبش اور دادا کا نام امیرک بتایا ہے جو فارسی قاعدہ کے رو سے امیر کی تصغیر ہے اورشہرزوری نے صرف امیرہی لکھاہے اوراس کو وہ ان کے باپ کانام بتاتاہے۔

ولادت وہ سہرورد میں پیدا ہوئے لیکن سال ولادت کسی نے نہیں لکھا البتہ طبقات الاطباء میں لکھاہے کہ وہ ۵۸۶ھ کے اخیر میں چھتیس سال کی عمر میں قتل کئے گئے اس لحاظ سے ان کا سال ولادت ۵۵۰ قرار پاتاہے لیکن ابن خلکان نے لکھاہے کہ وہ جب ۵۸۷ھ کو قتل کئے گئے اس وقت ان کی عمر اڑتیس سال کی تھی۔ اس لحاظ سے ان کی ولادت ۵۴۹ھ میں ہوئی ہے۔

تعلیم وتربیت بچپن ہی میں تحصیل علم کا شوق پیدا ہوا اورمراغہ میں جاکر مجدالدین جیلی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے جو امام فخر الدین رازی کے بھی استاد تھے علم، حکمت اور اصول فقہ کی تعلیم حاصل کی اور ان دونوں علوم میں کمال پیدا کیا اس کے بعد اصفہان میں آتے اور ظہیر قاری سے بصائر ابن سلان ساری پڑھی جو منطق کی ایک کتاب ہے طبقات الاطباء سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں اور شیخ فخر الدین ماردینی میں دوستانہ تعلقات قائم تھے اور وہ ان کے یہاں آمد و رفت رکھتے تھے لیکن قفطی نے اخبار الحکماء میں لکھا ہے کہ انہوں نے ان سے کسی قدر علم و حکمت کی تعلیم بھی حاصل کی ہے تحصیل علم سے فارغ ہو کر سیر و سیاحت شروع کی اور صوفیہ کی صحبت میں رہ کر ان سے علوم باطنی حاصل کئے اور مجاہدہ و خلوت گزینی کے ذریعہ سے تصوف و حکمت دونوں کے ذروۂ کمال تک پہنچ گئے اب تک فلسفہ و تصوف کی سرحدیں الگ الگ تھیں اکثر لوگ حکمت بحثیہ میں کمال رکھتے تھے اور چند لوگ مثلاً ابو یزید بسطامی اور منصور حلاج وغیرہ حکمت ذوقیہ و کشفیہ کا ذوق رکھتے تھے لیکن شیخ اشراق نے دونوں کے ڈانڈے ملا دیئے۔

قتل یا شہادت اس وقت تک تصوف اور فلسفہ یا حکمت ذوقیہ اور حکمت بحثیہ کا جامع کوئی شخص شیخ الاشراق کے سوا نہ تھا اس لیے وہ اپنے ہم ذوق اور شریک فن کی تلاش میں ہمیشہ سیر و سیاحت میں مشغول رہتے تھے اور ان کو کوئی شخص اپنا ہمنوا نہیں ملتا تھا وہ خود مطارحات کے اخیر میں لکھتے ہیں کہ میری عمر تقریباً ۳۰ سال کی ہو گی اور میں نے اپنی عمر کا اکثر حصہ سیر و سیاحت اور ایک ایسے شریک فن کی تلاش میں گزارا جو علوم سے واقف ہو لیکن مجھ کو کوئی ایسا شخص نہ مل سکا جس کو علوم شریفہ سے واقفیت ہو اور وہ اس کا اعتقاد رکھتا ہو وہ اس سیر و سیاحت اور جستجو و تلاش میں بالکل تارک الدنیا ہو کر زیادہ تر دیار بکر میں رہنا پسند کرتے تھے لیکن بعض اوقات شام میں اور بعض اوقات روم میں بھی مقیم رہتے تھے چنانچہ ایک بار روم سے نکل کر شام کو چلے تو ۵۷۹ھ میں حلب میں آئے اور مدرسہ حلاویہ میں اترے اس وقت اس مدرسہ کے مدرس رئیس الحنفیہ افتخار الدین رحمۃ اللہ علیہ تھے شیخ الاشراق نے ان کے حلقہ درس میں شریک ہو کر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فقہا کے ساتھ اس وضع میں بحث کی کہ صرف ایک گدڑی پہنے ہوئے تھے اور ہاتھ میں ایک لوٹا اور ایک عصا تھا اور کوئی شخص ان کو پہچانتا نہیں تھا لیکن جب انہوں نے بحث کے ذریعہ سے فقہا میں امتیاز پیدا کیا تو علامہ افتخار الدین کو معلوم ہوا کہ یہ ایک فاضل شخص ہے اس لیے انہوں نے اپنے لڑکے کے ذریعہ سے چند عمدہ کپڑے ان کی خدمت میں بھیجے اور کہا کہ اس فقیر کے پاس جا کر کہو کہ میرے باپ آپ کو سلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ آپ ایک فقیہ شخص ہیں اور فقہا کے ساتھ درس میں شریک ہوتے ہیں اس لیے انہوں نے آپ کے پاس چند کپڑے بھیجے ہیں کہ جب آپ حلقۂ درس میں آئیں تو ان کو پہن کر آئیں جب علامہ افتخار الدین کا لڑکا شیخ الاشراق کے پاس آیا اور ان کو اپنے باپ کا پیغام سنایا تو وہ کچھ دیر تک خاموش رہے پھر کہا کہ ان کپڑوں کو یہیں رکھ دو اور میرا ایک کام کر دو پھر مرغی کے انڈے کے برابر بلخش کا ایک ایسا نگینہ نکالا کہ اتنا بڑا اور اس رنگ کا نگینہ کسی کے پاس نہ تھا اور کہا کہ بازار میں جا کر اس کو نیلام کر دو اور کتنی ہی قیمت لگے لیکن جب تک مجھ کو اس کی اطلاع نہ کر لو اس کو فروخت نہ کرنا چنانچہ وہ اس کو بازار میں لے گیا اور دلال کے پاس بیٹھ کر نیلامی بولی بولنے لگا اس کی آخری قیمت ۲۵ ہزار درہم تک پہنچی تو دلال نے اس کو لے لیا اور ملک الظاہر غازی ابن صلاح کی خدمت میں جو اس وقت حلب کا بادشاہ تھا لے گیا اور کہا کہ اس نگینہ کی قیمت اس قدر لگی ملک الظاہر کو اس کا حسن اس کی ضخامت اور اس کا رنگ بہت پسند آیا اور اس نے اس کی قیمت ۳۰ ہزار درہم لگا دی لیکن دلال نے کہا کہ میں اس کو اس وقت تک فروخت نہیں کر سکتا جب تک علامہ افتخار الدین کے لڑکے کو اس کی اطلاع نہ دے دوں اس کا خیال تھا کہ یہ نگینہ علامہ افتخار الدین کا ہے چنانچہ وہ اس نگینہ کو لے کر بازار میں آیا اور علامہ افتخار الدین کے لڑکے کو دے کر کہا کہ جاؤ اپنے باپ سے اس کی قیمت سے متعلق مشورہ کر لو چنانچہ وہ شیخ الاشراق کے پاس آیا اور ان کو نگینہ کی قیمت بتائی تو انہوں نے ناگواری کے ساتھ اس کو لے کر ایک پتھر پر رکھا پھر اس کو دوسرے پتھر سے توڑ کر چور چور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو دیا اور علامہ افتخار الدین کے لڑکے سے کہا کہ ان کپڑوں کو لے کر اپنے باپ کے پاس جاؤ اور میری طرف سے ان کے ہاتھ چوم کر کہو کہ اگر ہم کو لباس کی خواہش ہوتی تو ہم کو کوئی تنگی نہیں تھی لڑکے نے اپنے باپ علامہ افتخار الدین سے اس صورت حال کو بیان کیا تو وہ ان کے معاملے میں متحیر ہو کر رہ گئے ادھر یہ واقعہ ہوا ادھر ملک الظاہر نے دلال کو بلا کر نگینہ طلب کیا اس نے کہا اس کو اس کے مالک علامہ افتخار الدین مدرس حلادیہ نے لے لیا اب وہ سوار ہو کر مدرسہ حلادیہ میں آیا اور علامہ افتخار الدین کو بلا کر نگینہ طلب کیا تو انہوں نے کہا کہ وہ ایک فقیر کا تھا جو ہمارے یہاں مقیم ہے۔ اب بادشاہ نے غور و فکر کے بعد ان سے کہا کہ " اگر میرا قیاس صحیح ہے تو یہ شہاب الدین سہروردی ہیں چنانچہ خود اس نے ان سے ملاقات کی اور ان کو اپنے ساتھ قلعہ میں لے گیا اور وہاں ان کو نہایت اعزاز حاصل ہوا اور انہوں نے تمام مذاہب کے فقہاء سے بحث کی اور ان کو بند کر دیا۔ علمائے اسلام میں دو شخص ایسے گزرے ہیں جن کی نسبت کہا جاتا ہے کہ ان کا علم ان کی عقل سے زیادہ تھا ایک علامہ ابن تیمیہ، دوسرے شیخ الاشراق علامہ شہاب الدین سہروردی اس کے ساتھ وہ نہایت بے باک اور صاف گو تھے شیخ فخر الدین ماردینی شیخ الاشراق کی نسبت کہا کرتے تھے کہ یہ نوجوان کس قدر ذہین اور کس قدر فصیح اللسان ہے میں اپنے زمانہ میں کسی کو اس کا مثل نہیں پاتا لیکن اس کی جراءت اور بے باکی سے مجھے یہ خوف ہے کہ یہ چیزیں اس کی ہلاکت کا سبب نہ بن جائیں چنانچہ جب وہ بغداد سے نکل کر شام کی طرف روانہ ہوتے اور حلب میں پہنچ کر فقہاء سے مناظرے کیے اور کوئی ان کے مقابلے میں ٹھہر نہ سکا تو فقہاء نے ان پر سخت لعن طعن کی وہ اس بحث و مناظرہ میں حکماء کے فضائل بیان کرتے تھے ان کی جانب سے مدافعت کرتے تھے ان کے مخالفین کی تردید کرتے تھے اور فقہاء کو مناظرے میں بالکل بند کر دیتے تھے اس پر ان کی کرامتیں مستزاد تھیں اس لیے فقہاء نے ان پر کفر کا فتویٰ لگایا اور ان کو واجب القتل قرار دیا اور ان پر بہت سے الزامات لگائے جن میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سب سے بڑا الزام یہ تھا کہ وہ نبوت کے مدعی ہیں ان کی نسبت اس قدر شور وشغف ہوا تو ملک الظاہر نے ان کو طلب کیا اور بڑے بڑے مدرسین اور فقہا اور متکلمین کو بھی بلایا تاکہ خود اس بحث ومناظرہ کو سن سکے شیخ الاشراق نے بڑے زور سے مناظرہ کیا اور اس مناظرے میں ان کے علم وفضل کو دیکھ کر وہ ان کا معتقد ہو گیا اور اس نے ان کو اپنے خواص ومقربین بارگاہ میں داخل کر لیا اب فقہاء کا غصہ اور بڑھا اور انہوں نے اس کو ان کے قتل پر آمادہ کیا وہ اس پر راضی نہیں ہوا تو ان کی تکفیر کا محضر تیار کر کے دمشق میں سلطان صلاح الدین کی خدمت میں روانہ کیا اور اس میں لکھا کہ اگر یہ شخص زندہ رہ گیا تو ملک الظاہر کے عقائد کو خراب کر دے گا اور اگر اس کو آزاد رہنے دیا گیا تو ملک کے جس حصے میں رہے گا وہاں کے لوگوں کے عقائد کو خراب کر دے گا۔ اس کے ساتھ اس قسم کی اور بھی بہت سی باتیں اس میں لکھیں چنانچہ اس نے اپنے بیٹے ملک الظاہر کے پاس قاضی فاضل سے ایک خط لکھ کر بھیجا کہ شہاب الدین سہروردی کا قتل واجب ہے اور ان کو کسی طرح سے آزاد نہیں رکھا جا سکتا لیکن ملک الظاہر اب بھی ان کے قتل پر آمادہ نہیں ہوا۔ تو اس نے اس کو دوبارہ لکھا کہ اگر ان کا قتل نہ کیا گیا تو حلب کی حکومت اس سے چھین لی جائے گی۔

شذرات الذہب تاریخ الحکماء شہرزوری اور طبقات الاطباء کی متفقہ روایت یہ ہے کہ ملک الظاہر شیخ الاشراق کا معتقد ہو گیا تھا اور اس نے ان کو نہ صرف اپنے باپ سلطان صلاح الدین کے حکم واصرار سے قتل کیا، لیکن ابن شداد نے سلطان صلاح الدین کی جو سیرت لکھی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ملک الظاہر کو شیخ الاشراق کے کفر والحاد کا حال معلوم ہوا تو اس نے ان کو خود گرفتار کر لیا اور سلطان صلاح الدین کو اس کی اطلاع دی سلطان صلاح الدین نے اس کو ان کے قتل کا حکم دیا اور اس نے ان کو قتل کرا دیا ابن شداد نے اس کو سلطان صلاح الدین کی مذہبی خوش اعتقادی کا بہت بڑا کارنامہ قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ سلطان شعائر دین کی بڑی تعظیم کرتا تھا معاد جسمانی کا قائل تھا اور یہ اعتقاد رکھتا تھا کہ نیک لوگوں کو اپنے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعمال کے بدلے میں جنت اور برے لوگوں کو دوزخ ملے گی شریعت میں جو کچھ آیا ہے اس کی تصدیق کھلے دل سے کرتا تھا فلاسفہ، معطلہ اور مخالفین شریعت سے بغض رکھتا تھا چنانچہ اپنے بیٹے ملک الظاہر کو ایک نوجوان کے قتل کا حکم دیا جس کو سہروردی کہا جاتا تھا اور جس کی نسبت مشہور تھا کہ وہ شریعت کا مخالف ہے اور اس کا ابطال کرتا ہے .... اس کے لڑکے کو جب اس کے حالات معلوم ہوئے تو اس نے اس کو گرفتار کیا اور سلطان کو اس کی اطلاع دی اور اس نے اس کے قتل کا حکم دیا اور ملک الظاہر نے اس کو ڈھونڈ کر قتل کرا دیا [۱]

ان تمام روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ الاشراق کے قتل کا سبب ان کا کفر و الحاد تھا لیکن سیاسی بدگمانیاں بھی اس کا سبب ہوسکتی ہیں چنانچہ شیخ سیف الدین آمدی کا بیان ہے کہ میں نے شیخ الاشراق سے حلب میں ملاقات کی تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں یقیناً" تمام روئے زمین کا مالک ہو جاؤں گا میں نے کہا کیونکر؟ انہوں نے کہا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں سمندر کا تمام پانی پی گیا میں نے کہا علمی شہرت اس کی تعبیر ہوسکتی ہے لیکن اس کے سر میں جو سودا سما گیا تھا وہ اس سے نکل نہ سکا اور میں نے محسوس کیا کہ ان کا علم تو بہت زیادہ ہے لیکن ان میں عقل کی کمی ہے اس خیال خام کے ساتھ ان سے بہت سی کراماتیں صادر ہوتی تھیں اور ان کے بعض اصحاب ان کو خدا کا پیغمبر تسلیم کرتے تھے ابن شداد کا بیان ہے کہ میں نے حلب میں قیام کیا تو وہاں کے لوگوں کو ان کے معاملے میں مختلف پایا کچھ لوگ ان کے معتقد تھے اور کچھ لوگ ان کو ملحد سمجھتے تھے غرض ان کی شخصیت بالکل منصور حلاج کے مشابہ تھی اور ان کا بھی وہی حشر ہوا جو منصور کا ہوا تھا ملک الظاہر نے سلطان صلاح الدین کے حکم سے ان کو قتل کروایا لیکن قتل کی کیفیت میں سخت اختلاف ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان کو پھانسی دی گئی بعض لوگوں کے نزدیک تلوار سے قتل کئے گئے بعض لوگوں کے خیال

---

[۱] سیرت صلاح الدین لابن شداد ص ۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں وہ قلعہ سے گرا دیئے گئے اور ان کی لاش جلا دی گئی، بعض لوگوں کی رائے میں ان کو قید کر کے ان کا کھانا پینا بند کر دیا گیا لیکن ایک روایت جو زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہے یہ ہے کہ شیخ الاشراق کو خود یہ اختیار دیا گیا کہ وہ قتل کی جو صورت مناسب سمجھیں اختیار کرلیں شیخ الاشراق چونکہ خود ریاضت و مجاہدہ کے عادی تھے اور اکثر روزے رکھتے تھے اس لیے انہوں نے یہ صورت اختیار کی کہ ان کو قید تنہائی میں رکھ کر ان کا آب و دانہ بند کر دیا جائے تاکہ وہ اسی حالت میں خدا کے یہاں پہنچ جائیں چنانچہ ۵۸۶ھ کے اخیر میں ان کو حلب کے قلعہ میں قید کر دیا گیا لیکن ابن خلکان نے لکھا ہے کہ وہ ۵ رجب ۵۸۷ھ کو حلب کے قلعہ میں قید کئے گئے اور ذیحجہ ۵۸۷ھ میں نماز جمعہ کے بعد ان کی لاش قید خانہ سے نکالی گئی اور اس کے بعد ان کے تلامذہ ادھر ادھر منتشر ہو گئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے قید خانے میں کئی مہینے گزارے لاش شہر کے باہر دفن کی گئی اور ان کی قبر پر یہ اشعار لکھے ہوئے دیکھے گئے

قد کان صاحب ھذا القبر جوھرۃ مکنونۃ قد براھا اللہ من شرف

اس قبر میں رہنے والا ایک چھپا ہوا موتی تھا جو اللہ کی نگاہ میں قیمتی تھا

فلم تکن تعرف الایام قیمتہ فردھا غیرۃ منہ الی الصدف

لیکن چونکہ زمانے نے اس کی قدر نہیں کی اس لیے خدا نے غیرت سے اس کو پھر سیپ میں بند کر دیا۔

عام حالات اور اخلاق و عادات فقہی حیثیت سے شیخ الاشراق شافعی المذہب تھے لیکن جہاں تک عقائد کا تعلق ہے ان کی نسبت اختلاف رائے ہے حلب کے اکثر لوگ تو ان کو ملحد اور بے دین سمجھتے تھے لیکن کچھ لوگ ان کو نیک صالح اور صاحب کرامات خیال کرتے تھے اور ان لوگوں کا بیان ہے کہ ان کے مرنے کے بعد ایسی کرامتیں ظاہر ہوئیں جن سے اس خیال کی تصدیق ہوتی ہے۔

زہد و ریاضت کے لحاظ سے بالکل عیسائی راہبوں کی طرح زندگی بسر کرتے تھے اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الٰہی کی وضع میں رہتے تھے۔ اکثر سیر و سیاحت کیا کرتے تھے اور پاپیادہ سفر کرتے تھے ان کی وضع قطع اور مجاہدہ و ریاضت کے متعلق شہرزوری تاریخ الحکماء میں لکھتے ہیں کہ وہ مسکین الشکل اور قلندری خصلت اور ایسی ایسی ریاضتیں کرتے تھے کہ اس زمانے کے لوگوں کے لیے ناممکن ہیں مثلاً ہفتے میں صرف ایک دن روزہ افطار کرتے تھے اور ان کی غذا پچاس درہم کے وزن سے زیادہ نہیں ہوتی تھی حکماء کے گروہ میں بہت کم لوگ ان سے زیادہ زاہد پائے جاتے ہیں دنیا سے بالکل بے نیاز تھے جاہ و ریاست کی طرف بالکل مائل نہ تھے خوراک و پوشاک کی مطلق پروا نہیں کرتے تھے بعض اوقات کمل اور سرخ لمبی ٹوپی پہنتے تھے کبھی کبھی گدڑی پہن کر سر پر ایک چیتھڑا لپیٹ لیتے تھے کبھی کبھی صوفیانہ وضع میں رہتے تھے ان کی عبادات کا زیادہ تر حصہ روزہ شب بیداری اور عالم الٰہیات میں غور و فکر پر مشتمل تھا عموماً خاموش رہتے تھے اور لوگوں کی خاطر مدارت اور میل جول کی طرف بہت کم توجہ کرتے تھے سماع اور موسیقی کا نہایت شوق تھا۔

ان کی وضع و لباس کو دیکھ کر لوگ ان کو نہایت ذلیل خیال کرتے تھے سدید الدین محمود بن عمر المعروف بابن رقیقہ کا بیان ہے کہ وہ نہایت پھٹا پرانا کپڑا پہنتے تھے اور لباس کا ان کو مطلق خیال نہ تھا ایک بار ہم اور وہ جامع میافارقین میں ٹہل رہے تھے وہ ایک نیلے رنگ کا چھوٹا سا جبہ پہنے ہوئے تھے سر پر ایک رومال بندھا ہوا تھا اور پاؤں میں چپل یا کھڑاؤں تھی میرے ایک دوست نے مجھ کو دیکھا تو میرے پاس آکر کہا کہ تم کو ساتھ ٹہلنے کے لیے یہی سائیں ملتا تھا میں نے کہا کہ "خاموش رہو یہ سید الوقت شہاب الدین سہروردی ہیں میرے دوست نے اس کو نہایت تعجب سے سنا اور چلے گئے۔

ابن شہبہ نے تاریخ الاسلام میں لکھا ہے کہ وہ نہایت کریہ الصورت تھے اور نہایت میلا کچیلا لباس پہنتے تھے نہ کبھی اپنا کپڑا دھوتے تھے نہ کبھی غسل کرتے تھے نہ ہاتھ دھوتے تھے نہ ناخن اور بال ترشواتے تھے ان کے چہرے اور کپڑے پر جوئیں رینگتی پھرتی تھیں اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور جو شخص ان کو دیکھتا تھا وہ ان سے بھاگتا تھا اور یہ تمام چیزیں حکمت عقل اور شریعت کے مخالف تھیں۔

شیخ الاشراق کے حالات میں بعض خارق عادت چیزیں بھی منقول ہیں چنانچہ ایک بار وہ بعض فقہائے عجم کے ساتھ دمشق سے حلب کو جارہے تھے مقام قابون میں جو دمشق کے دروازے پر ہے پہنچے تو ایک ترکمانی بکریوں کا ایک گلہ لیے جا رہا تھا رفقائے سفر نے شیخ الاشراق سے درخواست کی کہ ہم ایک بکری کا سر کھانا چاہتے ہیں شیخ الاشراق نے ان کو دس درہم دیئے اور کہا کہ اس سے بکری کا ایک سر خرید لو" چنانچہ وہ لوگ بکری کا ایک سر خرید کر تھوڑی دور چلے تھے کہ ترکمان کا ایک ساتھی آیا اور کہا کہ اس سرے کو واپس کردو اور اس سے چھوٹا سر لے لو کیونکہ اس نے واقفیت کی حالت میں اس کو فروخت کیا ہے اس معاملے میں ان لوگوں سے بحث و مباحثہ ہورہا تھا کہ شیخ الاشراق نے کہا کہ تم لوگ اس سرے کو لے کر آگے بڑھو میں اس سے گفتگو کر لیتا ہوں۔ یہ لوگ آگے بڑھے اور شیخ الاشراق اس سے گفتگو کرکے اس کو راضی کرتے رہے یہ لوگ تھوڑی دور آگے نکل گئے تو شیخ الاشراق نے اس کو چھوڑ دیا اور ان لوگوں کے پیچھے روانہ ہوئے ترکمانی نے بھی ان کے پیچھے دوڑنا اور چیخنا شروع کردیا لیکن شیخ الاشراق نے ان کی طرف کوئی توجہ نہیں کی ترکمانی نے یہ بے التفاتی دیکھی تو غصے میں جھپٹ کر ان کا بایاں ہاتھ کھینچ لیا اور دفعتہً ان کا ہاتھ شانے سے اکھڑ کر ترکمانی کے ہاتھ میں آگیا اور اس سے خون بہنے لگا ترکمانی نے مبہوت اور خوفزدہ ہوکر انکے ہاتھ کو پھینک دیا شیخ نے اس کو اپنے دائیں ہاتھ سے اٹھایا اور رفقائے سفر کے پاس پہنچے تو ان کو رومال کے علاوہ ان کے دائیں ہاتھ میں کچھ نظر نہیں آیا۔

حکیم ابراہیم بن ابی الفضل صدقہ کا بیان ہے کہ وہ شیخ الاشراق سے ایک ایسے مقام پر ملے جہاں یہ لوگ ایک بڑے میدان کے کنارے جارہے تھے اور شیخ الاشراق

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ ان کے شاگردوں کی ایک جماعت موجود تھی شیخ الاشراق نے تھوڑی دور چل کر کہا کر "دمشق اور یہ تمام مقامات کس قدر خوبصورت ہیں۔ ان کے اس کہنے کے بعد ان لوگوں نے دیکھا تو مشرق کی جانب نہایت بلند با ہم ملے ہوئے سفید اور خوشنما محل نظر آئے جن میں بڑی بڑی محرابیں اور ان میں نہایت حسین عورتیں نظر آئیں مغنیوں کی آوازیں سنائی دیتی تھیں بہت سے درخت ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے اور بہت سی نہریں بہہ رہی تھیں ہم لوگوں کو اس پر تعجب تھا اور لوگوں نے اس منظر کو بہت پسند کیا اور از خود رفتہ ہو گئے لیکن کچھ دیر کے بعد یہ منظر آنکھوں سے اوجھل ہو گیا اور وہ تمام معمولی چیزیں جن کو ہم لوگ ایک مدت سے جانتے تھے نظر آنے لگیں لیکن حکیم ابراہیم کا بیان ہے کہ میں نے پہلا منظر جب دیکھا تھا تو مجھے محسوس ہوتا تھا کہ مجھ پر تھوڑی سی اونگھ کی کیفیت طاری ہے اور میرا وہ احساس اس قسم کا نہ تھا جیسا اب ہے۔

اس قسم کے اور بھی بہت سے واقعات شیخ الاشراق کے متعلق منقول ہیں اور ان کی بناء پر لوگوں کا خیال ہے کہ وہ علم سیمیا سے واقف تھے لیکن شہرزوری نے ان کو شیخ الاشراق کی کرامات میں شمار کیا ہے اور لکھا ہے کہ میں نے عوام کے علماء سے جن کو علوم حقیقہ کا کوئی حصہ نہیں، ملا ہے سنا ہے کہ وہ علم سیمیا جانتے تھے اور بعض لوگ ان کو شعبدہ باز خیال کرتے تھے لیکن یہ سب لغو باتیں ہیں اور اخوان تجرید کے مقامات سے ناواقفیت کا نتیجہ ہیں بلکہ وہ اخوان تجرید کے انتہائی مقامات تک پہنچ گئے تھے اور اخوان تجرید کو ایک ایسا مقام حاصل ہو جاتا ہے جہاں پہنچ کر ان کو یہ قدرت حاصل ہو جاتی ہے کہ جس قسم کی صورت چاہیں ایجاد کر سکتے ہیں ابو یزید بسطامی اور حلاج وغیرہ اخوان تجرید اسی مقام تک پہنچ گئے تھے۔

شاعری | شیخ الاشراق عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے شہرزوری

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے ان کے بہ کثرت عربی اشعار نقل کئے ہیں اور لکھا ہے کہ فارسی اشعار کا ذکر اس جگہ مناسب نہیں۔

شیخ الاشراق کے اشعار تمام تر حکیمانہ، صوفیانہ اور عارفانہ ہیں ابن خلکان نے نفس کے متعلق ان کے چند اشعار نقل کئے ہیں اور لکھا ہے کہ یہ ابن سینا کے اشعار کی طرز پر لکھے گئے ہیں اپنے قتل کے وقت یہ اشعار کہے تھے۔

قل لاصحابی رأونی میتاً　　فبکونی اذ رأونی حزنا

میرے اصحاب سے جنہوں نے مجھ کو مردہ دیکھا اور غم سے روئے کہو

لا تظنونی بانی میت　　لیس ذا المیت واللہ انا

میری نسبت خیال کرو کہ میں مردہ ہوں　　خدا کی قسم یہ مردہ میں نہیں ہوں

انا عصفور وھذا قفصی　　طرت عنہ فتخلی رھنا

میں کنجشک ہوں اور یہ میرا پنجرہ ہے جس سے میں اڑ گیا ہوں اور وہ چھوڑ دیا گیا ہے

وانا الیوم انا جی ملاء　　وادی اللہ عیاناً بہنا

آج میں ایک گروہ سے بات چیت کرتا ہوں اور خدا کو علانیہ دیکھتا ہوں

فاخلعوا لانفس عن اجسادھا　　لترون الحق حقا بینا

نفوس کو ان کے اجسام سے نکال لو تاکہ حق کو واضح طور پر دیکھ سکو

لا ترعکم سکرۃ الموت فما　　ھی الا انتقال من ھنا

سکرات موت سے نہ ڈرو کیونکہ وہ صرف یہاں سے منتقل ہو جانے کا نام ہے

تصنیفات | شیخ کی تصنیفات جن کی مفصل فہرست شہرزوری نے درج کی ہے۔ حسب ذیل ہیں۔

(۱) المطارحات، (۲) التلویحات، (۳) اللمعات۔ (۴) حکمۃ الاشراق، (۵) الواح (۶) الالواح العمادیۃ، (۷) الہیاکل النوریہ، (۸) المقاومات، (۹) الرمز المومی، (۱۰) الرقیم القدسی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المبدأ [11] والمعاد (بزبان فارسی) کتاب [12] التصوف (جو کہ کلمہ کے نام سے مشہور ہے) المبارقات الالٰہیہ [13]، بستان القلوب [14]، طوارق [15] الانوار، کتاب [16] الصبر، النفحات [17] فی الاصول، کتاب اللمعات الالٰہیۃ [18] السماویۃ، لوامع [19] الانوار، اعتقاد [20] الحکماء رسالۃ رسالۃ العشق [21]، رسالۃ فی حالۃ [22] طفولیۃ، رسالۃ [23] المعراج، روزے با جماعت [24] صوفیان، رسالۃ [25] عقل، رسالہ آواز [26] پر جبرئیل، رسالہ [27] پرتو نامہ، رسالۃ [28] الطیر رسالہ لغت [29] موران، رسالۃ غربت [30] الغربیہ، رسالہ یزدان [31] شناخت، رسالہ صفیر [32] سیمرغ رسالہ تفسیر [33] آیات من کتاب اللہ وخبر عن رسول اللہ، رسالۃ غایۃ [34] المبتدی، ارشمات [35] ودعوات الکواکب والتسبیحات [36] مکاتبات، الی الملوک والمشائخ، کتب [37] فی السیمیا (یہ شیخ الاشراق کی طرف منسوب ہیں) الالواح [38] الفارسیہ، مکاتبات فی الحکمۃ [39] تسبیحات العقول، والنفوس والعناصر ادعیۃ متفرقۃ [40] الدعوات السمیہ، المعراج [42] الوہاج، والاطہر [44] اسلس، الواردات [45] الالٰہیہ، ہیاکل الفارسیہ [46]، شرح [47] الاشارات (فارسی میں)

ابن خلکان نے اصول فقہ میں شیخ الاشراق کی ایک اور کتاب تنقیحات کا نام بتایا ہے اور لکھا ہے کہ انہوں نے ابن سینا کے رسالۃ الطیر، اور رسالۃ حی بن یقظان کے طرز پر ایک رسالہ الغربتہ الغربیہ کے نام سے بھی لکھا ہے جس میں حکماء کی اصطلاح کے مطابق نفس کے متعلق باتیں لکھی ہیں، شیخ الاشراق کی ان تمام تصنیفات میں حسب ذیل کتابیں اور رسالے چھپ کر شائع ہو چکے ہیں۔

(۱) ہیاکل النور، یہ رسالہ مطبع سعادت مصر سے ۱۳۲۵ھ میں چھپ کر شائع ہوا ہے اور اس کے ساتھ دو اور رسالے بھی ملا دیئے ہیں۔ ایک رسالہ سید شریف کا منطق اور مناظرہ میں ہے اور ایک رسالہ میں موجودہ زمانے کے ایک فاضل نے فارابی کی فصوص کا خلاصہ کیا ہے۔

(۲) حکمۃ الاشراق، یہ رسالہ ذو قعدہ ۱۳ ۱۳۱۲ھ میں قطب الدین شیرازی کی شرح

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور صدرالدین شیرازی کے حاشیے کے ساتھ شائع ہوا ہے جس کی ضخامت مع شرح کے ۹۵ صفحے کی ہے۔

(۳) رسالہ آواز پر جبریل یہ رسالہ مع فرانسیسی ترجمہ اور اس کی شرح کے جرنل ایشیاٹک میں ۱۹۳۵ء میں چھپا ہے۔

(۴) رسالتہ العشق۔ یہ رسالہ مونس العشاق کے نام سے مع شرح فارسی کے ۱۹۳۴ء میں اشتونگارت میں چھپا اور اس کے ساتھ ایک مقدمہ اور شیخ الاشراق کے حالات بھی انگریزی میں شائع ہوتے ہیں۔

(۵) لغت موران، صفیر سیمرغ ترجمہ رسالتہ الطیریہ تینوں رسالے "ثلاث رسائل" کے نام سے ۱۹۳۵ میں اشتونگارت میں چھپے ہیں شہرزوری نے شیخ الاشراق کے جو حالات لکھے ہیں وہ بعینہ اصل عربی زبان میں اس رسالے میں شامل کر دیئے گئے ہیں اس کے ساتھ بوعلی سینا کے رسالہ طیر کی جو شرح عمر بن سہلان ساوجی نے فارسی میں لکھی تھی وہ بھی اس میں شامل کر دی گئی ہے اور ان تینوں رسالوں کا ترجمہ بھی انگریزی زبان میں کر دیا گیا ہے۔

(۶) رسالتہ فی حالتہ الطفولیتہ،

(۷) روزے با جماعت صوفیان، یہ دونوں رسالے مہدی بیانی نے ۱۳۱۷ھ میں ایران سے شائع کئے ہیں اور لکھا ہے کہ کتب خانہ ملی طہران میں فضلائے قدیم ایران کے عربی و فارسی زبان میں ۲۱ رسالوں کا ایک قلمی مجموعہ ہے جس میں زیادہ تر شیخ الاشراق کے رسالے ہیں اور یہ دونوں رسالے اسی سے نقل کر کے چھاپے گئے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ الاشراق کا فلسفہ مسلمانوں میں سب سے پہلا فلسفی ابو نصر فارابی تھا لیکن اس کے بعد شیخ بو علی سینا کی فلسفیانہ شہرت نے اس کے نام کو مٹا دیا اور تمام لوگ اس کے معتقد ہو گئے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فارابی اور حکمائے قدیم کے بجائے فلسفہ وحکمت کا تمام تر دارومدار شیخ بو علی سینا کی تصنیفات پر رہ گیا لیکن بعض افراد ایسے بھی تھے جو شیخ بو علی سینا کے معتقد نہ تھے بلکہ انہوں نے اپنی فلسفیانہ تحقیقات کی بنیاد فارابی اور قدماء کی تصنیفات پر رکھی تھی انہی میں ایک ابو القاسم الشارعی بھی تھے جن سے ایک موقع پر عبد اللطیف بغدادی نے ملاقات کی اور ان کی صحبت کا جو اثر ان کے دل پر پڑا اس کو وہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

> انہوں نے مجھ سے تعلقات پیدا کئے تو مجھ کو معلوم ہوا کہ وہ قدماء اور فارابی کی کتابوں کے بڑے ماہر تھے لیکن خود مجھ کو ان میں سے کسی کے ساتھ اعتقاد نہ تھا اور میرا خیال تھا کہ حکمت کے کل سرمایہ کو بو علی سینا نے اپنی کتابوں میں جمع کر لیا ہے ہم دونوں میں اس مسئلہ پر بحث و مباحثہ ہوتا رہا اور وہ یکے بعد دیگرے میرے سامنے فارابی اسکندر اور سایسطوس کی کتابیں پیش کرتے رہے تاکہ مجھے ان سے انس پیدا ہو اور میری وحشت زائل ہو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جس قدر میں قدماء کی کتابوں کا بغور مطالعہ کرتا جاتا تھا ان کے ساتھ میرا شوق بڑھتا جاتا تھا اور بو علی سینا کی کتابیں نگاہ سے گرتی جاتی تھیں[1]۔

شیخ ابو القاسم شارعی کی صحبت اور فارابی اور قدماء کی فلسفیانہ تصنیفات کے مطالعہ کا ان پر یہ اثر ہوا کہ وہ علماء و عجم بالخصوص شیخ بو علی سینا کے سب سے بڑے

---

[1] طبقات الاطباء جلد دوم ص ۲۰۶ [2] ایضاً ص ۲۰۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مخالف ہو گئے چنانچہ علامہ ابن ابی اصیبعہ ان کے حالات میں لکھتے ہیں۔

"وہ خود بینی کی وجہ سے اپنے زمانے کے فضلاء اور بہت سے قدماء کی تنقیص کیا کرتے تھے۔ اور زیادہ تر ان کے اعتراضات کا نشانہ علمائے عجم اور ان کی تصنیفات ہوتی تھیں بالخصوص شیخ الرئیس ابن سینا پر ان کی زد زیادہ تر پڑتی تھی۔[1]"

لیکن یہ حالت صرف چند افراد کی تھی۔ ورنہ عام طور پر تمام لوگ صرف شیخ بوعلی سینہ کو فلسفہ کا امام سمجھتے تھے البتہ اس عام مقبولیت میں اگر کوئی شخص بوعلی سینا کا حریف اور مدمقابل تھا تو وہ صرف شیخ الاشراق تھے چنانچہ خود عبداللطیف بغدادی نے اپنے حال میں لکھا ہے کہ میں جب ۵۸۵ھ میں موصل پہنچا تو وہاں کے لوگوں میں شیخ شہاب سہروردی متقلف کا چرچا نہایت کثرت سے سنا، وہاں کے لوگوں کا اعتقاد یہ تھا کہ انہوں نے قدماء اور متاخرین سب پر تفوق حاصل کر لیا ہے اور ان کی تصنیفات قدماء کی تصنیفات سے بھی بلند رتبہ ہیں۔

اگرچہ خود عبداللطیف بغدادی کو شیخ الاشراق کی تصنیفات کے مطالعہ سے ان کے ساتھ حسن ظن نہ پیدا ہو سکا۔[2] تاہم ان کی عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا ایک بہت بڑا گروہ ان کے فلسفہ کا معترف و معتقد تھا۔

خود شیخ الاشراق ابتداء میں فلسفہ مشائیہ یعنی فلسفۂ ارسطو کے بہت بڑے حامی اور معتقد تھے لیکن جب انہوں نے مجاہدہ و ریاضت کرنا شروع کیا تو ان کو ایک مستقل روحانی عالم نظر آیا۔[3] اور روحانیت کے اسی مستقل سلسلے کا نام فلسفۂ اشراق ہے جس کا ماخذ فلسفۂ مشائیہ کی طرح صرف ایک شخص (ارسطو) کی رائیں اور تصنیفات نہیں ہیں بلکہ ارسطو کو چھوڑ کر حکمائے یونان، حکمائے ایران اور حکمائے ہندوستان کا ایک بہت بڑا

---

[1] طبقات الاطباء جلد دوم ص ۲۰۲ [2] ایضاً ص ۲۰۴ [3] شرح حکمۃ الاشراق ص ۲۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گروہ ہے جن کے فلسفہ کی بنیاد، ذوق، مشاہدہ، ریاضت، مجاہدہ اور خلوت گزینی پر ہے انہی حکماء کے فلسفہ کا خلاصہ شیخ الاشراق نے اپنی کتاب حکمۃ الاشراق میں جمع کر دیا ہے اگر یہ کتاب ہمارے سامنے نہ ہوتی تو آج ہم حکماء کے ایک بہت بڑے گروہ کے خیالات سے ناواقف ہوتے۔

شیخ الاشراق کے اس خاص فلسفہ پر شہرزوری نے جو خود صوفی اور اشراقی تھا نہایت تفصیل کے ساتھ اپنے خیالات ظاہر کئے ہیں اور ہم ان کو اس موقع پر اس لیے نقل کرتے ہیں تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ فلسفہ کی دونوں شاخوں یعنی فلسفۂ مشائیہ اور فلسفۂ اشراقیہ میں شیخ الاشراق کا کیا درجہ تھا، وہ لکھتا ہے کہ:

وہ دونوں فلسفہ یعنی فلسفہ ذوقیہ (اشراقیہ) اور فلسفۂ بحثیہ (فلسفۂ مشائیہ) کے جامع تھے۔ البتہ فلسفۂ ذوقیہ میں ان کی مہارت کی تصدیق صرف وہی شخص دے سکتا ہے جس نے دنیوی تعلقات کو چھوڑ کر مسلسل مجاہدات کے ذریعہ سے اپنے نفس کو ریاضت کا خوگر بنایا ہے اور عالم روحانی کا مشاہدہ کیا ہے مجردات کے مشاہدہ کے بعد جب اس کو اپنے نفس کی معرفت حاصل ہو گی اور خدا کے ساتھ اس کو جو تعلق ہے اس کو وہ پیش نظر رکھے گا اس کے بعد وہ شیخ الاشراق کے کلام سے واقف ہو گا تو اب اس کو معلوم ہو گا کہ وہ مکاشفات ربانی اور مشاہدات روحانی میں ایسے بلند درجے کو پہنچ گئے تھے جہاں بہت کم لوگ پہنچ سکتے ہیں۔

لیکن فلسفۂ بحثیہ (فلسفہ مشائیہ) کی بنیاد بھی انہوں نے مضبوط کی اور پاکیزہ اور صحیح مطالب کو عمدہ اور مختصر الفاظ میں ادا کیا، بالخصوص اپنی مشہور کتاب مشارع اور مطارحات میں انہوں نے متقدمین اور متاخرین کے مباحث کا استقصاء کر دیا ہے اور ان میں مشائین کے اصول توڑ دیئے ہیں اور حکماء کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قدیم کے معتقدات کو مضبوط کر دیا ہے اور زیادہ تر یہ مباحث یہ اعتراضات اور یہ سوالات خود ان کے طبقراد میں اور اس سے تم کو فلسفۂ بخشیہ میں ان کی قوت کا اندازہ ہوگا تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جس شخص نے ان کی روش اختیار نہیں کی اور ان کی طبیعت اور عادت کی تقلید نہیں کی اس کے لیے ان کے کلام کا سمجھنا اور ان کے اسرار کا معلوم کرنا سخت مشکل ہے کیوں کہ ان کے فلسفہ کی بنیاد ذوقی کیفیت اور دقیق علم پر ہے۔ اس لیے جس شخص نے ان کے اصول میں پختگی حاصل نہیں کی وہ ان کے فروع کو معلوم نہیں کر سکتا خلاصہ یہ کہ ان کے کلام کا علم حاصل کرنا ان کی کتابوں اور ان کے رموز کا حل کرنا نفس کی معرفت پر موقوف ہے اور شاذ و نادر ہی ایسے حکمار اور علمار موجود ہیں جن کو نفس کا علم ہو اس قسم کا شخص دنیا میں صرف ایک ہی پیدا ہو سکتا ہے میں نے بہت سے سفر کیے لیکن مجھ کو کوئی ایسا شخص نہیں ملا جو نفس سے واقف ہو۔ نفس کے اوپر جو مجردات کا عالم ہے ان کا علم تو بڑی بات ہے یہی وجہ ہے کہ جب لوگ ان کے کلام کو نہ سمجھ سکے تو ان پر اعتراضات کرنے لگے یہاں تک کہ بہت سے معاصر حکما نے جو عوام کے نزدیک علم و فضل میں مشہور ہیں یہ خیال کیا کہ ان کی حکمت راستے کی ایک پڑی ہوئی چیز ہے خدا کی قسم اگر ان کی حکمت جو اصول کشفیہ اور قواعد ذوقیہ پر مبنی ہے راستے کی پڑی ہوئی چیز ہے تو ان کی حکمت جو اصول وہمیہ اور معانی خیالیہ پر مبنی ہے ضرور ایک بازاری چیز ہوگی لیکن چونکہ یہ لوگ ان کے کلام سے ناواقف ہیں اس لیے معذور ہیں اور ان کے کلام کے مشکل ہونے کی وجہ یہی ہے جو میں نے پہلے بیان کی زمانۂ شباب میں میں بھی انہی کے موافق تھا کہ ان کے کلام کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہیئے یہاں تک کہ مجھ پر تجرد کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محبت کا غلبہ ہوا، اور میں نے راہ سلوک اختیار کی اور خدا نے مجھ پر معرفتِ نفس کو آسان کر دیا تو ان کا کلام میری سمجھ میں آگیا اور تھوڑے ہی سے زمانے میں مجھ کو ان کے تمام اسرار معلوم ہو گئے پھر میں نے ان کے معترضین کی طرف چشم انصاف سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ ان کے پاس حکمت کا صرف چھلکا ہے مغز نہیں ہے ان کا تمام تر علمی سرمایہ جسم اور اس کے عوارض کے علم تک محدود ہے اور اس میں بکثرت غلطیاں ہیں لیکن جسم کا علم بھی ان کو پوری طور پر حاصل نہیں ہوا ہے جب سے وہ قتل ہوتے ہیں آج تک مجھ کو کوئی ایسا شخص نہیں ملا جس نے ان کے کلام کو سمجھا ہو۔ علوم مقدسہ الٰہیہ اور اسرار ربانیہ کو جن کی طرف حکماء اور انبیاء نے اشارات کئے ہیں صرف اسی شخص نے سمجھا ہے اور ان کو اپنی نہایت اہم کتاب حکمتہ الاشراق میں نہایت خوبی کے ساتھ بیان کیا ہے یہ وہ کتاب ہے کہ ان سے پہلے کسی نے ایسی کتاب نہیں لکھی اور نہ ان کے بعد لکھ سکتا ہے اسی لیے ان کو موید بالملکوت کا لقب ملا۔ حکماء، علماء اور اولیاء میں ان دونوں قسم کی حکمتوں کا پختہ علم شیخ الاشراق کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوا بعض کو تو صرف کشفی علم حاصل ہوا اور انہوں نے بحثی علم کی طرف توجہ نہیں کی جیسے ابویزید بسطامی اور منصور الحلاج وغیرہ لیکن بحث صحیح میں اس طرح پختگی حاصل کرنا کہ وجود کے بالکل مطابق ہو۔ بغیر سلوک اور ذوق کے ناممکن ہے۔

یہ کتاب (حکمتہ الاشراق) جو شیخ الاشراق کے فلسفہ کا عطر و خلاصہ ہے ہمارے سامنے موجود ہے۔ اور قطب الدین شیرازی نے اس کی شرح اس خوبی سے کی ہے کہ اس کے مطالب آسانی کے ساتھ ہماری سمجھ میں آسکتے ہیں۔

شیخ الاشراق کا فلسفہ تمام حکمائے قدیم مثلاً آغاشاذیون، ہرمس، انباذقلس، فیثاغورث

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سقراط اور افلاطون بلکہ حکمائے فارس کے خیالات کا مجموعہ ہے اور اس کو فلسفۂ اشراق یا تو اس بناء پر کہتے ہیں کہ اس کی بنیاد اشراق یعنی کشف پر قائم ہے یا اس بناء پر کہ یہ مشرقین یعنی اہل فارس کا فلسفہ ہے لیکن اس کا حاصل بھی وہی کشف و ذوق ہے کیونکہ ایرانیوں کے فلسفہ کی بنیاد بھی کشف و ذوق پر ہی قائم تھی اور یہی حال یونان کے حکمائے قدیم کا بھی تھا لیکن ان کے بعد ارسطو نے اس طریقہ کو بدل دیا اور فلسفہ کی بنیاد استدلال و بحث پر رکھی۔

شیخ الاشراق نے اس کتاب سے پہلے اپنے بچپن کے زمانہ میں چند کتابیں مثلاً الواح ہیاکل اور بہت سے رسالے لکھے ہیں اس کے بعد انہوں نے چند کتابیں مثلاً تلویحات اللوحیہ والعرشیہ اور لمعات مشائین کے طریقے پر لکھیں اور ابھی یہ تمام نہیں ہوئی تھیں کہ حکمۃ الاشراق لکھنی شروع کر دی اور اسی کتاب کے زمانۂ تصنیف میں ان کو بھی تمام کیا۔

قدمائے یونان و حکمائے ایران کا طریقہ یہ تھا کہ وہ اپنے فلسفیانہ مطالب کو رمز و کنایات کے پردے میں ادا کرتے تھے اس بناء پر اگر ان کے اقوال کے ظاہری معنی پر اعتراض کئے جائیں تو ان سے یہ نتیجہ نکلتا کہ ان کے حقیقی معنی بھی قابل اعتراض ہیں مثلاً حکمائے ایران وجوب اور امکان کو نور و ظلمت سے تعبیر کرتے تھے یعنی ان کے نزدیک خدا کا وجود نور اور ممکن کا وجود ظلمت تھا اس کے یہ معنی نہ تھے کہ وہ دو خدا کے قائل تھے جیسا کہ مجوسی اور مانی دو خدا کے قائل ہیں جن میں ایک نیکی کو اور دوسرا بدی کو پیدا کرتا ہے۔

اسکندر یونانی نے اگرچہ ایرانیوں کی تمام کتابوں کو جلا دیا تھا لیکن ان کا جو بچا کھچا حصہ رہ گیا تھا شیخ الاشراق نے ان کے ذریعہ سے حکمائے ایران کے فلسفیانہ خیالات کا پتہ لگایا اور ان کو کشف و ذوق کے مطابق پایا اس لیے ان کو بھی اس کتاب میں شامل کیا۔

شیخ الاشراق نے اس کتاب کو تین حصوں پر منقسم کیا ہے پہلا حصہ منطق میں ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرا حصہ طبعیات میں اور تیسرا حصہ الٰہیات میں منطق اور طبعیات کا حصہ مختصر ہے البتہ الٰہیات کے حصے کو انہوں نے نہایت تفصیل کے ساتھ لکھا ہے تاہم کتاب کا کوئی حصہ مقلدانہ طرز پر نہیں لکھا ہے .... بلکہ ہر جگہ ان کی پہلی جدت طرازی تو یہ ہے کہ متداول اصطلاحات کو بدل دیا ہے مثلاً وہ دلالت مطابقی کو دلالت قصد، دلالت تضمنی کو دلالت حیطہ اور دلالت التزامی کو دلالت التطفل اور جزدی کو شاخص کہتے ہیں ان تصرفات کو اگرچہ ان کا کوئی بڑا علمی کارنامہ نہیں کہہ سکتے تاہم اس سے یہ ضرور پتہ چلتا ہے کہ وہ معمولی سی بات میں بھی تقلید کو گوارا نہیں کرتے۔

لفظی تصرفات کو چھوڑ کر وہ بعض مسائل میں مشائین کے طریقہ سے اختلاف کرتے ہیں اور اس کو قاعدہ اشراقیہ کہتے ہیں۔ مثلاً مشائین کے نزدیک حدِ تام دو جزو ذاتی سے مرکب ہوتی ہے ایک عام جس کو وہ جنس قریب اور دوسرا خاص جس کو وہ فصل قریب کہتے ہیں مثلاً انسان کی تعریف جو حیوان ناطق سے کی جاتی ہے لیکن ناطق جزو خاص ہے جو صرف انسان ہی کے ساتھ مخصوص ہے لیکن مشائین نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ تعریفات میں ایک معلوم چیز سے ایک نامعلوم چیز کا علم حاصل کیا جاتا ہے اس لیے سوال یہ ہے کہ حیوان ناطق کے ذریعے سے انسان کی نامعلوم حقیقت کا جو علم حاصل کیا گیا ہے اس میں حیوان کو تو ہم نے دوسرے جانوروں میں بھی دیکھا ہے اس لیے ہم کو اس کا علم پہلے سے حاصل ہے لیکن ناطق تو صرف انسان کے ساتھ مخصوص ہے اس لیے جب تک ہم کو انسان کا علم نہ ہو جائے ناطق کا علم نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ ہم کو اس سے پہلے اس کا علم ہونا چاہیے۔ اس بنا پر کسی جزو کی بنیاد امور محسوسہ ہے خواہ وہ بذریعہ حس کے خواہ بذریعہ عقل و کشف و مشاہدہ کے محسوس ہوں لیکن ان امور محسوسہ کے کسی جزو کا اس چیز کے لیے خاص ہونا ضروری نہیں بلکہ صرف ان کے مجموعہ کو اس چیز کے لیے خاص ہونا چاہیے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے ساتھ ذاتیات کے کسی چیز کی تعریف کرنے میں ایک تو یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ ممکن ہے کہ ہم کو اس کے تمام ذاتیات کا علم نہ ہوا ہو خود ارسطو کے نزدیک جنس قریب اور فصل قریب کے ذریعہ سے کسی چیز کی تعریف کرنا ناممکن ہے اب تعریف کی بنیاد صرف ان چیزوں پر قائم ہوتی ہے جن کو ہم محسوس کریں اور ان کا مجموعہ صرف ایک چیز کے ساتھ مخصوص ہے مثلاً انسان کی تعریف یہ ہے کہ اس کا قد سیدھا چہرہ کھلا ہوا اور اس کے ناخن چوڑے ہوتے ہیں۔ کیونکہ اس تعریف کے تمام اجزا محسوس ہیں اور وہ الگ الگ اگرچہ اور جانوروں میں پائے جاتے ہیں لیکن ان کا مجموعہ صرف انسان کے ساتھ مخصوص ہے۔

اہل منطق نے قضایا کے جو اقسام مقرر کئے ہیں ان کی ایک قسم موجہہ ہے کیونکہ موضوع کی طرف اگر محمول کی نسبت ضروری ہے تو وہ قضیہ ضروریہ ہے، اگر اس کا عدم ضروری ہے تو وہ ممتنع ہے اور اگر اس کا عدم اور وجود کوئی ضروری نہیں تو وہ ممکنہ ہے مثلاً یہ قضیہ کہ "انسان حیوان ہے، ضروریہ ہے کیونکہ حیوان کا وجود انسان کے لیے ضروری ہے اور یہ قضیہ کہ انسان کاتب ہے ممکنہ ہے کیونکہ انسان کے لیے کتابت اور عدم کتابت کوئی بھی ضروری نہیں بلکہ دونوں ممکن ہیں۔

اس طریقہ سے اہل منطق نے قضایا کے لیے بہت سی جہتیں نکالی ہیں لیکن شیخ الاشراق کے نزدیک ان جہتوں کی ضرورت نہیں بلکہ ہر قضیہ صرف موجہہ ضروریہ ہے کیونکہ ہر ممکن کے لیے امکان ہر ممتنع کے لیے امتناع اور ہر واجب کے لیے وجوب ضروری ہے اس لیے اگر ان تمام جہتوں کو محمول کا جزو قرار دیا جائے تو ہر قضیہ موجبہ ضروریہ ہو جائے گا اور ہر انسان کے لیے حیوان ہونا ضروری ہے ہر انسان کے لیے کتابت کا امکان ضروری ہے اور ہر انسان کے لیے پتھر ہونے کا امتناع ضروری ہے۔

اس صورت میں قضیہ سالبہ بھی موجبہ کی صورت اختیار کرلے گا مثلاً اگر ہم یہ کہیں کہ انسان کے لیے پتھر نہ ہونا ضروری ہے" تو اس کے بعینہ یہ معنی ہوں گے کہ "انسان کے لیے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پتھر ہونے کا امتناع ضروری ہے"

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہلِ منطق نے اشکال اربعہ کے منتج ہونے کے لیے جو مختلف شرطیں لگائی ہیں اور ان شرطوں کی بناء پر ہر شکل کے ضروب نتیجہ جو مختلف ہو گئے ہیں ان سب کو شیخ الاشراق نے صرف ایک ضرب میں تبدیل کر دیا جو دو موجبہ کلیہ ضروریہ سے مرکب ہوتا ہے کیونکہ ان کے نزدیک ہر قضیہ موجبہ کلیہ ضروریہ ہوتا ہے اس لیے وہ قضیہ جزئیہ کو کلیہ فرض کر لیتے ہیں، اور سالبہ کو موجبہ معدولہ بنا لیتے ہیں۔

شیخ الاشراق نے کتاب کے اس حصہ میں اگرچہ منطق کے اور اہم مسائل اختصار کے ساتھ لکھے ہیں۔ لیکن مغالطات کی بحث میں بڑی تفصیل سے کام لیا ہے اور اس کی وجہ خود یہ بتائی ہے کہ فنِ منطق میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان پر اعتماد کر کے ہم نے اختصار سے کام لیا ہے البتہ مغالطات کی بحث اس لیے تفصیل سے لکھی گئی ہے کہ لوگوں کے دلائل میں صحت سے زیادہ غلطیاں پائی جاتی ہیں۔ اس لیے ایک بحث کرنے والے کو اس سے فائدہ پہنچے گا اور اس کو مشق و مہارت حاصل ہوگی۔

شیخ الاشراق نے بہت سے مسائل میں ان مغالطات کی طرف اشارہ کیا ہے مثلاً اشراقین کے نزدیک وجود، وحدۃ، کثرت، وجوب، امکان اور لونیت وغیرہ امر اعتباری ہیں خارج میں ان کا وجود نہیں ہے لیکن مشائین ان کو زائد علی الماہیت مانتے ہیں اور ان کے وجود خارجی کو تسلیم کرتے ہیں اور یہ غلطی انہوں نے اس لیے کی ہے کہ انہوں نے امور ذہنیہ کو امور خارجیہ تسلیم کر لیا ہے۔

اشراقین اور مشائین کے درمیان ایک بڑا معرکۃ الآرا مختلف فیہ مسئلہ جسم کی ترکیب و بساطت کا ہے مشائین کے نزدیک جسم دو جز سے مرکب ہے جن میں وہ ایک کو ہیولیٰ اور دوسرے کو صورت کہتے ہیں اس پر ان کا استدلال یہ ہے کہ ایک جسم بسیط اتصال اور انفصال دونوں کے قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اس لیے اگر ہم ایک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جسم کے دو ٹکڑے کر دیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس انفصال کو کس چیز نے قبول کیا خود اتصال تو اس کو قبول نہیں کر سکتا کیونکہ انفصال اتصال کا ضد ہے اور کوئی چیز اپنے ضد کو قبول نہیں کرتی بلکہ اتصال خود اتصال کو بھی قبول نہیں کر سکتا کیونکہ کوئی چیز خود اپنی ذات کو قبول نہیں کرتی کہ قابل اور مقبول دونوں مختلف ہوتے ہیں اس لئے جسم میں ایک ایسے جزو کو تسلیم کرنا پڑے گا جو بذات خود نہ متصل ہو نہ منفصل بلکہ وہ اتصال دونوں کے قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، اور اسی کا نام ہیولیٰ ہے اور اس نے جس اتصال کو قبول کیا ہے اس کا نام صورت جسمیہ ہے لیکن اشراقیین کے نزدیک جسم ہیولیٰ اور صورت سے مرکب نہیں ہے بلکہ وہ ایک مقدار کا نام ہے، جو امتدادات ثلثہ یعنی طول عرض اور عمق کو قبول کرتی ہے لیکن مشائین کہتے ہیں کہ جسم کی مقدار تو بدلتی رہتی ہے اور اس کی جسمانیت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جسمانیت اور مقدار دو مختلف چیزیں ہیں۔

اشراقیین پہلے استدلال کا یہ جواب دیتے ہیں کہ ایک اتصال تو دو جسموں کے درمیان ہوتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ ایک جسم دوسرے جسم سے متصل ہے، انفصال اسی اتصال کی ضد ہے لیکن ایک جسم بسیط کے متصل ہونے کے معنی یہ نہیں ہیں بلکہ یہ معنی ہیں کہ اس میں طول، عرض اور عمق پایا جاتا ہے اور اس معنی انفصال اس کا ضد نہیں ہے اس لیے وہ انفصال کو قبول کر سکتا ہے کیونکہ اتصال اور انفصال دونوں حالتوں میں جسم کا امتداد یعنی طول عرض اور عمق باقی رہتا ہے۔

دوسرے استدلال کا جواب یہ ہے کہ اگر ہم ایک موم کو لے لیں اور اس کے طول و عرض و عمق میں تبدیلی پیدا کریں، کبھی اس کو لمبا بنا لیں اور کبھی چوڑا تو اس حالت میں موم کی جسمانیت تو بعینہ باقی رہتی ہے البتہ اس کے طول و عرض اور عمق میں تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ طول عرض، عمق اور وہ مقدار جو ان کو قبول کرتی ہے، عرض ہے جو ہمیشہ بدلتا رہتا ہے البتہ موم کی جسمانیت ایک جوہر ہے جو کبھی نہیں بدلتا لیکن اشراقیین کہتے ہیں کہ اس حالت میں بھی موم کی مقدار میں کوئی تبدیلی نہیں پیدا ہوتی بلکہ اگر ایک چوڑی موم کو ہم لمبا بنائیں تو چوڑائی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں جو کمی ہوتی ہے وہ لمبائی میں جاکر اضافہ کر دیتی ہے اس لیے موم کی مقدار تو بعینہٖ باقی رہتی ہے ، البتہ یہ مقدار جو طول و عرض کی صورت میں اِدھر اُدھر مختلف شکلیں بدلتی رہتی ہے وہ عرض ہے خود مقدار عرض نہیں ہے ، تبدیلی مقدار کے افراد میں ہوتی ہے خود مقدار میں نہیں ہوتی ۔

جسم کی ترکیب کے اس اختلاف سے ایک دوسرا اختلاف اور پیدا ہوتا ہے ۔ مشائین کے نزدیک مقدار چونکہ ایک عرض ہے جو مادہ یعنی اس محل میں پایا جاتا ہے جس کی کوئی مقدار نہیں اس لیے وہ ہر چھوٹی اور بڑی مقدار کو قبول کر سکتا ہے اس لیے ایک چھوٹا جسم بڑا ہو سکتا ہے اور اس میں کسی دوسرے جزو کے ملانے کی ضرورت نہیں ہوتی اس کو وہ تخلخل کہتے ہیں اس طرح ایک بڑا جسم بھی چھوٹا ہو سکتا ہے اور اس سے کسی جزو کے الگ کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی اس کا نام تکاثف ہے ، غرض مشائین کے نزدیک ایک جسم بغیر کسی دوسرے جزو کے ملائے ہوتے بڑھ سکتا ہے اور ایک جسم بغیر کسی جزو کے نکالے ہوتے گھٹ سکتا ہے لیکن اشراقین کے نزدیک مقدار چونکہ خود جسم اور مادہ اور محل ہے اس لیے کسی جسم کے بڑھنے اور گھٹنے کے معنی یہ ہیں کہ خود جسم مادہ اور محل میں اضافہ و نقصان ہوا اور یہ اس وقت تک ناممکن ہے کہ جب تک خود جسم میں اضافہ و نقصان نہ ہو اس لیے شیخ الاشراق تکاثف حقیقی اور تخلخل حقیقی کے قائل نہیں ہیں ، بلکہ تخلخل کی صورت میں جسم کے اجزاء منتشر ہو جاتے ہیں اور ان کے درمیان ایک جسم لطیف حائل ہو جاتا ہے مثلاً دھنی ہوئی روئی کے اجزاء جب ایک دوسرے سے الگ ہو جاتے ہیں تو ان کے درمیان ہوا داخل ہو کر اس کی جسامت کو بڑھا دیتی ہے اسی طرح اگر اس کو دبا دیا جائے تو اس کی جسامت کم ہو جاتی ہے کیونکہ ہوا کے اجزاء اس کے درمیان سے نکل جاتے ہیں ،

ہیولیٰ اور صورت کے علاوہ مشائین جسم کے لیے ایک اور جزو جوہری تسلیم کرتے ہیں جس کو وہ صورت نوعیہ کہتے ہیں ، کیونکہ ہیولیٰ اور صورت سے صرف جسم مطلق کی ترکیب ہوتی ہے اور جسم مطلق کا کوئی وجود نہیں کیونکہ ہر جسم کی مختلف خاصیتیں ہوتی ہیں ،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آسمان پھٹ نہیں سکتا، پانی اور ہوا آسانی سے پھٹ سکتے ہیں اور آسانی سے مختلف شکلیں اختیار کر سکتے ہیں پتھر مشکل سے ٹوٹ سکتا ہے اور یہ تمام مختلف خاصیتیں اس کا ذاتی اقتضا ہیں کیوں کہ اگر اس کی ذات کا اقتضاء نہ ہوں تو یا تو سرے سے ان کا کوئی مقتضی ہی نہ ہوگا اور یہ بالکل باطل ہے کیونکہ ہر ممکن چیز کے لیے ایک مرجح کی ضرورت ہوتی ہے اس لیے ان خصوصیات کا کوئی مقتضی ضرور ہوگا اب اگر وہ مقتضی خود جسم میں داخل ہے تو اسی کا نام صورت نوعیہ ہے اور اگر جسم سے خارج ہے تو وہ صرف ان خصوصیات کی استعداد یا عدم استعداد پیدا کرے گا۔ کوئی ایسی چیز پیدا کرے گا جس سے یہ خصوصیات پیدا ہوں اور یہ بداہتہً باطل ہے اس لیے مختلف صورتوں مثلاً صورۃ فلکیہ اور صورت عنصریہ کا وجود تسلیم کرنا پڑے گا جس سے جسم مطلق کی تخصیص ہو اور جسم کی مختلف نوعیں وجود میں آئیں، لیکن شیخ الاشراق کہتے ہیں کہ ان خصوصیات کی پیدا کرنے والی چیز کا جوہر ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ جسم کی مختلف کیفیتیں بھی ان کو پیدا کر سکتی ہیں، پانی اپنی رطوبت کی وجہ سے بآسانی پھٹ سکتا ہے اور بہ آسانی مختلف شکلیں اختیار کر سکتا ہے، پتھر اپنی یبوست کی وجہ سے بہ مشکل ٹوٹتا ہے اگر آسمان میں خرق و التیام نہیں ہے تو اس میں کچھ دوسری کیفیات ہوں گی،

اب اس سے ثابت ہوا کہ عناصر میں جسمانیت اور چند کیفیات کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہے اس لیے ضعف و اشتداد صرف کیفیات یعنی حرارت، برودت، رطوبت اور یبوست میں ہوتا ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ایک ہی حرارت سخت ہو جاتی ہے اور وہ اس شدت کی حالت میں بعینہٖ وہی ہوتی ہے جو شدت سے پہلے کیوں کہ زائد بعینہٖ ناقص نہیں ہو سکتی۔ اس کے یہ معنی بھی نہیں کہ سخت حرارت میں کسی اور چیز کا اضافہ کر دیا گیا ہے کیوں کہ اگر وہ حرارت نہیں ہے تو اس سے حرارت میں شدت نہیں پیدا ہو سکتی ہے اور اگر حرارت ہے تو دو حرارتیں ایک محل میں بلا امتیاز داخل ہو گئی ہیں اور یہ محال ہے، اب نتیجہ یہ نکلا کہ ایک ہی حرارت نے شدت نہیں حاصل کی ہے بلکہ پہلی حرارت فنا ہو گئی ہے اور اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی جگہ اس سے سخت دوسری حرارت پیدا ہوگئی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ ان دونوں شدید وضعیف حرارتوں میں نوعی اختلاف ہے یا عددی؟ مشائین کہتے ہیں کہ نوعی اختلاف ہے کیوں کہ حرارت تو شدید وضعیف دونوں حرارتوں میں موجود ہے اس لیے دونوں میں امتیاز یا تو عرض خارجی کے ذریعہ سے ہوگا یا فصل کے ذریعہ سے، عرض خارجی کے ذریعہ سے تو نہیں ہوسکتا کیونکہ تغیر نفس حرارت میں ہوا ہے کسی خارجی امر میں نہیں ہوا ہے اس لیے یہ امتیاز فصل کے ذریعہ سے ہوگا اور جب شدید وضعیف حرارتوں کی فصلیں مختلف ہوں گی تو ان کی نوعیں لازمی طور پر مختلف ہو جائیں گی لیکن شیخ الاشراق کہتے ہیں کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ دو چیزوں میں امتیاز صرف فصل اور خاصہ ہی کے ذریعہ سے ہو بلکہ وہ خود اپنی ذات ہی کی وجہ سے نہیں ہوتا ہے یہاں تک کہ سخت حرارت ایک مستقل نوع اور ضعیف حرارت ایک مستقل نوع ہو، کیوں کہ حالتِ اشتراک اور حالتِ انفرا دونوں میں اگر یہ سوال کیا جائے کہ وہ افراد کیا ہیں تو جواب ایک ہی ہوگا یعنی حرارت حالانکہ اگر فصل کی وجہ سے امتیاز ہوتا تو جواب بدل جاتا کسی امر عارض کی وجہ سے بھی امتیاز نہیں ہوا ہے ورنہ نفس حرارت میں تغیر نہ ہوگا بلکہ امتیاز کا ایک تیسرا سبب ہے یعنی ایک حرارت کا کمال اور ایک حرارت کا نقص، لیکن یہ کمال اور یہ نقص حرارت سے خارج نہیں، کیوں کہ خارج میں حرارت اور حرارت کا کمال ونقص الگ الگ موجود نہیں ہیں، بلکہ دونوں کی حقیقت ایک ہی ہے اس لیے ایک حرارت کا دوسری حرارت سے سخت ہونا کسی امر زائد کی وجہ سے نہیں بلکہ خود حرارت ہی کی وجہ سے ہے۔

اس سے مشائین اور اشراقیین کے درمیان ایک بڑے اختلافی مسئلے کا فیصلہ ہو جاتا ہے مشائین کے نزدیک ماہیت میں تشکیک نہیں ہے یعنی ماہیت میں شدت وضعف نہیں پیدا ہوسکتا کیوں کہ شدت وضعف اگر فصل کے اعتبار سے پیدا ہوا ہے تو وہ ایک ماہیت باقی نہیں رہتی اور اگر امر خارجی سے پیدا ہے تو خود ماہیت میں شدت و

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضعف نہیں پیدا ہوا بلکہ امر خارجی میں پیدا ہوا لیکن اشراقیین کے نزدیک چونکہ ایک چیز بذات خود ناقص اور کامل ہو سکتی ہے اس لیے ماہیت میں بھی ضعف و شدت پیدا ہو سکتا ہے ایک جانور اور ایک انسان میں حیوانیت اور انسانیت کے لحاظ سے بلا اضافہ کسی جزو ذاتی یا امر خارجی کے فرق پیدا ہو سکتا ہے، خود مشائین نے حیوان کی تعریف یہ کی ہے کہ وہ ایک ذی روح، حساس اور متحرک بالارادہ جسم ہے، اس لیے جس حیوان میں حس و حرکت کی طاقت زیادہ ہوگی، اس میں انسانیت بھی زیادہ ہوگی اس بناء پر انبیاء، حکماء اور اولیاءؑ میں عام انسانوں سے زیادہ انسانیت پائی جاتی ہے اور انسان کامل کا نظریہ صوفیوں نے اشراقیین کے اسی مسئلہ کی بناء پر قائم کیا ہے۔

باز غیر عقل و جانِ آدمی ہست جانے در نبی و در ولی

عام آدمیوں کی عقل اور جان کے علاوہ نبی اور ولی میں ایک دوسری جان ہوتی ہے۔

جان نباشد جز و در آزمون ہر کہ افزون خبر جانش فزون

جان صرف ادراک کا نام ہے اس لیے جس میں ادراک زیادہ ہوگا اس میں جان زیادہ ہو گی۔

شدت اور ضعف کی وجہ سے ایک ماہیت میں جو تغیرات پیدا ہوتے ہیں وہ بعض اوقات ایک مستقل ماہیت کی شکل اختیار کر لیتے ہیں جو پہلی ماہیت سے بالکل مختلف ہوتی ہے مثلاً سیاہی اور سفیدی کم ہوتے ہوتے سرخی کی شکل اختیار کر لیتی ہے جس کو انسانیت کہتے ہیں، بعینہٖ اسی طرح انسانیت ترقی کرتے کرتے ملکوتیت کی شکل اختیار کر لیتی ہے اس لیے انبیاء اور اولیاء اگرچہ بظاہر انسان ہوتے ہیں لیکن درحقیقت ان کی ماہیت عام انسانوں سے الگ ہوتی ہے

مثل افلاطونیہ کی بنیاد بھی اسی مسئلہ پر قائم ہے افلاطون کے نزدیک دنیا میں جس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قدر جسمانی نوعیں پائی جاتی ہیں عالم عقل میں ان کی ایک بسیط نورانی شکل پائی جاتی ہے جو بذات خود قائم ہوتی ہے اس کو کسی محل کی ضرورت نہیں ہوتی یہ نورانی شکلیں جسمانی صور نوعیہ کے لیے بمنزلہ روح کے ہوتی ہیں اور جسمانی صور نوعیہ ان کا بت یا کالبد ہوتی ہیں انہی کو مثل افلاطونیہ کہتے ہیں کیوں کہ عالم مثل سے متحقق ہوتی ہے اور ہمارے حس و ادراک کے لحاظ سے صور نوعیہ جسمانیہ سے مخفی ہوتی ہیں لیکن اگر یہ لحاظ کیا جائے کہ مثال مثل سے ضعیف ہوتی ہے مثلاً انواع خارجیہ کی جو صورتیں ہمارے ذہن میں ہیں وہ ان سے ضعیف ہیں جو خارج میں بذات خود قائم ہیں اور ان کی صورتیں اپنے وجود میں ذہن کی محتاج ہیں تو خود جسمانی صور نوعیہ مثال ہو جائیں گی کیوں کہ وہ اپنے وجود میں جسم کی محتاج ہیں اور ان کی نورانی صورتیں جو عالم عقل میں پائی جاتی ہیں مثل ہو جائیں گی کیوں کہ وہ بذات خود موجود و قائم ہیں لیکن مشائین کو مثل افلاطونیہ سے اس بناء پر انکار ہے کہ اگر پانی، آگ اور انسان وغیرہ کی نوعی صورتیں بذات خود قائم ہوں تو اس سے لازم آتا ہے کہ ان کا کوئی فرد ایسی جسم میں ہو کر نہ پایا جائے، کیوں کہ ہر نوع کی حقیقت ایک ہوتی ہے اور اس کا مقتضا نہیں بدل سکتا حالانکہ پانی آگ اور انسان کی صور نوعیہ جسم میں ہو کر پائی جاتی ہیں لیکن شیخ الاشراق کہتے ہیں کہ ہر ماہیت کے بعض افراد میں ذاتی کمال اور ذاتی نقص پایا جاتا ہے اور یہی ذاتی کمال موجود نہیں بلکہ ان میں ذاتی نقص موجود ہے کیوں کہ وہ صور نوعیہ کا عکس دپرتو ہیں اس کے علاوہ وہ خود ان اجسام کا کمال ہیں جن میں ہو کر وہ پائی جاتی ہیں خود ان میں کوئی کمال نہیں پایا جاتا اس بناء پر دونوں کے احکام مختلف ہو گئے ایک کا وجود اپنے ذاتی کمال کی وجہ سے بذات خود قائم ہے اور دوسرے کا وجود ذاتی نقص کی وجہ سے محل کا محتاج ہے۔

شیخ الاشراق نے اور بھی بہت سے مسائل میں ارسطو وغیرہ سے اختلاف کیا ہے لیکن ہم کو ان مسائل پر صرف اس حیثیت سے نظر ڈالنی ہے کہ وہ اسلام کے ساتھ کس قدر مناسبت رکھتے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں اور ان سے اسلامی عقائد کی کس قدر تائید ہو سکتی ہے اس میں شبہ نہیں کہ شیخ الاشراق کے فلسفہ میں بہت سی وہمی اور خیالی باتیں پائی جاتی ہیں تاہم اسی کے ساتھ ان کے فلسفہ میں بہت سے ایسے مسائل بھی پائے جاتے ہیں جن سے اسلامی عقائد کی تائید اور مادیین کی تردید ہوتی ہے مثلاً ارسطو عقول عشرہ کا قائل ہے یعنی اس کے نزدیک عقل اول نے عقل ثانی اور فلک اول کو پیدا کیا، پھر عقل ثانی نے عقل ثالث، اور فلک دوم کو پیدا کیا اسی طرح نو آسمان اور دس عقول بہ ترتیب پیدا ہو گئے لیکن شیخ الاشراق کے نزدیک عقول کی تعداد دس میں محدود نہیں ہے بلکہ ہر نوع کے لیے ایک مستقل عقل ہے جو اس کی حفاظت کرتی ہے اور انہی کو مثل افلاطونیہ کہتے ہیں کیونکہ دنیا میں جس قدر انواع موجود ہیں ان کا تحفظ و بقاء اتفاقی چیز نہیں ہے، کیوں کہ کوئی اتفاقی چیز دائمی اور اکثری نہیں ہوتی حالانکہ انواع کا سلسلہ ایک مرتب نظام کے مطابق ہمیشہ قائم رہتا ہے انسان سے صرف انسان اور گھوڑے سے صرف گھوڑا ہی پیدا ہوتا ہے کوئی دوسری جنس نہیں پیدا ہوتی اس لیے ہر نوع کا محافظ ایک ایسی ہستی کو ماننا پڑے گا جو عالم نور میں ثابت اور غیر متغیر ہے اور وہی ان انواع کی حفاظت کرتی ہے اور اسی سے ان انواع کے مناسب اوصاف و عوارض کا فیضان ہوتا ہے مور کے پر میں جو عجیب و غریب رنگ اور نقش و نگار پایا جاتا ہے اس کا سبب یہی ہستی ہے مشائین کہتے ہیں کہ اس کا سبب اس کے پر کے مزاج کا اختلاف ہے لیکن اس پر کوئی دلیل نہیں ہے اور ان مختلف رنگوں کی تعین کا کوئی سبب نہیں معلوم ہوتا، اس لیے جب تک ایک مستقل رب النوع کا وجود تسلیم نہ کیا جائے گا ان کی صحیح تعلیل نہیں ہو سکتی،

اب عقول کی جن کو شیخ الاشراق انوار مجردہ کہتے ہیں دو قسمیں ہو جاتی ہیں ایک تو وہ جن کو عالم جسمانی سے کوئی تعلق نہیں ہے دوسرے وہ جو عالم جسمانی سے تدبیر و تصرف کا تعلق رکھتے ہیں اور ان کی حفاظت کرتے ہیں شریعت کی اصطلاح میں ان کو فرشتہ کہتے ہیں اور حدیث میں آیا ہے کہ ہر چیز پر ایک فرشتہ مقرر ہے یہاں تک کہ آسمان سے پانی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا جو قطرہ گرتا ہے اس کے ساتھ ایک فرشتہ اترتا ہے، حکمائے ایران نے ان کے مختلف نام رکھے ہیں، پانی کے رب النوع کا نام خرداد درختوں کے رب النوع کا نام مرداد اور آگ کے رب النوع کا نام اردی بہشت ہے، غرض ہر جسمانی نوع کے لیے ایک ربُ النوع ہے جو اس کو نشوو نما دیتا ہے، نباتات وحیوانات میں جو مختلف خواص پائے جاتے ہیں ان کو ایک غیر شعوری قوت بسیط کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا، بلکہ ایک مستقل روحانی نظام قائم ہے جس سے یہ جسمانی نظام چلتا ہے، ان اربابِ انواع کی تربیت وحفاظت کا طریقہ یہ ہے کہ جو نوعیں جس قدر ناقص ہوتی ہے ان کا ربّ النوع اسی قدر ناقص اور جو نوعیں جس قدر کامل ہوتی ہیں ان کا ربّ النوع اسی قدر کامل ہوتا ہے اور اس نقص وکمال کا معیار یہ ہے کہ ناقص ربّ النوع اپنی نوع میں تدبیر وتصرف کرنے کے لیے کسی واسطے کا محتاج نہیں ہوتا اور کامل ربّ النوع ایک واسطے کا محتاج ہوتا ہے مثلاً نفس نباتیہ چونکہ نفس حیوانیہ سے ناقص ہے اس لیے وہ نباتات سے تعلق پیدا کرنے میں کسی واسطے کی محتاج نہیں ہوتی کیوں کہ جس قدر کثافت اور مادیت نباتات میں پائی جاتی ہے، اسی قدر نفس نباتی میں بھی پائی جاتی ہے اس لیے دونوں کا تعلق براہ راست ہوجاتا ہے لیکن نفس حیوانی اپنی لطافت کی وجہ سے جسم حیوانی سے جو کثیف ہے براہ راست تعلق نہیں پیدا کرسکتی بلکہ اس کو روحِ نفسانی کے واسطے کی ضرورت ہوتی ہے اس لیے جن چیزوں میں زندگی عقل وشعور پایا جاتا ہے، ان کے اربابِ انواع کامل ہوتے ہیں اور اس کمال کی وجہ سے ان میں تدبیر وتصرف کرنے کے لیے ایک واسطہ یعنی نفس نباتی، نفس حیوانی اور نفس انسانی کے محتاج ہوتے ہیں اور انہی کے ذریعہ سے ان میں تصرف کرتے ہیں لیکن جن چیزوں میں زندگی، عقل وشعور نہیں پایا جاتا، مثلاً عناصر وجمادات، ان کے اربابِ انواع ناقص ہوتے ہیں، اور اس نقص کی وجہ سے وہ ان میں تدبیر وتصرف کرنے کے لئے کسی واسطے کے محتاج نہیں ہوتے بلکہ براہ راست ان میں تدبیر وتصرف کرتے ہیں۔

حکماء میں باہم اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ انسان کسی چیز کو کیونکر دیکھتا ہے؟ اصحابِ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مناظر کہتے ہیں کہ آنکھ سے شعاع نکلتی ہے اور اسی کے ذریعہ سے انسان کو ہر چیز نظر آتی ہے، ارسطو اور حکمائے متاخرین کا مذہب یہ ہے کہ آنکھ میں ایک رطوبت جلیدیہ ہے جو پانی اور آئینہ کی طرح شفاف ہے اس میں ہر چیز کی صورت چھپ جاتی ہے اور اسی صورت کے ذریعہ سے انسان کو ہر چیز نظر آتی ہے لیکن شیخ الاشراق نے ان دونوں مذاہب کو تفصیل کے ساتھ باطل کیا ہے بلکہ وہ یہاں تک کہتے ہیں کہ آئینہ، پانی اور دوسرے شفاف اجسام جو صورتیں نظر آتی ہیں وہ بھی ان میں نہیں ہوتی بلکہ یہ سب عالم بالا کی چیزیں ہیں اس طرح دیکھنے کے وقت ہم کو جو چیز نظر آتی ہے اس کی صورت رطوبت جلیدیہ میں نہیں چھپتی؛ بلکہ اسی وقت پیدا ہو جاتی ہے، البتہ اس کے لیے یہ شرط ہے کہ ہم جس چیز کو دیکھتے ہیں وہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہو اور جب وہ ہمارے سامنے ہوتی ہے، تو اس پر روح کی ایک روشنی جس کو وہ اشراق حضوری کہتے ہیں، پڑتی ہے، اور ہم اس کو اسی روشنی کے ذریعہ سے دیکھتے ہیں لیکن اگر وہ چیز کسی چیز کی صورت ہوتی ہے، تو ہم کو ایک دوسرے مظہر مثلاً آئینے کی ضرورت ہوتی ہے اور اب جب رطوبت جلیدیہ کا اس مظہر سے سامنا ہوتا ہے تو پھر اشراق حضوری کی روشنی اس صورت پر پڑتی ہے اور وہ اس کو نظر آتی ہے، البتہ اس کے لیے چند شرائط کے وجود اور چند موانع کے عدم کی ضرورت ہوتی ہے لیکن بہر حال یہ صورت رطوبت جلیدیہ اور آئینہ میں نہیں ہوتی بلکہ اس کا فیضان عالم بالا یعنی عقل مفارق سے ہوتا ہے یہی حال تمام محسوسات، مسموعات، مذوقات، مشمومات اور ملموسات کا ہے، البتہ ان تمام ادراکات کے لیے چند شرائط کی ضرورت ہوتی ہے لیکن یہ بھی ہماری انسانی کوتاہی کی وجہ سے ہے اگر ہم میں خود کمزوری نہ ہوتی تو ہم کو ان شرائط کی بھی ضرورت نہ ہوتی، بلکہ عالم بالا سے بلا واسطہ ہم پر ان کا فیضان ہوتا،

اس سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کا دیکھنا آنکھوں سے شعاع نکلنے یا رطوبت جلیدیہ میں اس کی صورت کے چھپنے پر موقوف نہیں ہے بلکہ اس کے لیے صرف اس قدر کافی ہے کہ اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے اور آنکھ کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو، کیونکہ درمیان سے جب یہ پردہ اٹھ جاتا ہے تو نفس کو اس کا علم اشراقی حضوری حاصل ہو جاتا ہے اس اصول کے بناء پر خداوند تعالیٰ جو نور محض ہے خود ظاہر و نمایاں ہے۔ اور اس میں اور کسی چیز کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے اور وہ ہر چیز کا ادراک اشراق حضوری کے ذریعہ سے کر سکتا ہے اس لیے آسمان و زمین کا ایک ذرہ بھی اس سے مخفی نہیں رہ سکتا اور یہ نظریہ قرآن مجید کی بہت سے آیتوں کے موافق ہے قرآن مجید کی ایک آیت ہے۔ نحن اقرب الیہ من حبل الورید، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ ہم سے بہت زیادہ قریب ہے۔ شیخ الاشراق کے ایک نظریے سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے وہ کہتے ہیں کہ اگر کسی جسم کی سطح کے ایک حصے میں سفیدی اور ایک حصہ میں سیاہی ہو تو ہم کو سفیدی زیادہ قریب اور سیاہی زیادہ دور نظر آتی ہے کیوں کہ سفیدی نمایاں اور سیاہی غیر نمایاں ہوتی ہے اس لیے سفیدی اپنے نمایاں ہونے کی وجہ سے قریب کی چیزوں سے مشابہ ہے اور سیاہی غیر نمایاں ہونے کی وجہ سے دور کی چیزوں سے مشابہت رکھتی ہے غرض سفیدی نور سے اور سیاہی تاریکی سے مشابہت رکھتی ہے، اس لیے جس طرح روشنی میں تمام رنگ نظر آتے ہیں اسی طرح سفیدی پر ہر رنگ چڑھ جاتا ہے لیکن جس طرح تاریکی میں کوئی رنگ نظر نہیں آتا اسی طرح سیاہی پر کوئی رنگ نہیں چڑھتا،

عالم نور میں اگرچہ مسافت نہیں ہوتی تاہم مراتب علل میں جو چیز سب سے زیادہ بلند رتبہ ہوتی ہے وہ نیچے کی چیزوں سے زیادہ قریب معلوم ہوتی ہے کیونکہ وہ سب سے زیادہ ظاہر و نمایاں ہوتی ہے اس لیے خداوند تعالیٰ اگرچہ اپنی بلند پایگی کی وجہ سے ہم سے بہت زیادہ دور ہے تاہم شدت ظہور کی بناء پر ہم سے اور تمام چیزوں سے زیادہ قریب ہے اب یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ خداوند تعالیٰ ہم سے جس قدر زیادہ دور ہے اسی قدر زیادہ قریب ہے اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ خداوند تعالیٰ ہم سے بہت زیادہ قریب ہے تو یہ بھی ثابت ہوا کہ ہر ذات اور ہر وصف میں وہی مؤثر ہے کیوں کہ اس کے سوا جن چیزوں میں تاثیر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پائی جاتی ہے اس کا فیضان بھی اس کی ذات سے ہوا ہے اب تقرب الہٰی کی بنیاد نورانیت پر قائم ہوتی ہے یعنی عقل و نفس میں جس قدر زیادہ نورانیت ہوگی اسی قدر وہ خدا سے قریب تر ہوں گی ،

اشاعرہ اور معتزلہ وغیرہ میں ایک اہم اور مختلف فیہ مسئلہ یہ ہے کہ دنیا کی کسی چیز میں کوئی خاصیت یا تاثیر ہے یا نہیں ؟ اس کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ دنیا میں سبب اور مسبب کا سلسلہ قائم ہے یا نہیں ؟ معتزلہ وغیرہ کے نزدیک دنیا کی ہر چیز میں ایک خاصیت اور اثر ہے اور اسی بناء پر دنیا میں سبب اور مسبب کا سلسلہ قائم ہے آگ میں حرارت ہے اس لیے وہ جلانے کی علت ہے ، پانی میں برودت ہے اس لیے وہ چیز کو سرد کر دیتا ہے ، لیکن اشاعرہ کے نزدیک نہ کسی چیز میں کوئی خاصیت ہے اور تاثیر ہے نہ کوئی چیز کسی چیز کی علت ہے بلکہ یہ تمام ظاہری اسباب ہیں ، مؤثر حقیقی صرف خدا ہے ، شیخ الاشراق کے فلسفہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے ، وہ کہتے ہیں کہ نور ناقص ، نور کامل کی موجودگی میں بذاتِ خود کوئی اثر نہیں کر سکتا ، سورج کی روشنی میں ستاروں کی روشنی بالکل ختم ہو جاتی ہے حالانکہ درحقیقت وہ موجود ہوتی ہے اس لیے وہ اس دنیا میں کوئی اثر نہیں کرتی ، اس لیے جس اثر کو ہم ستاروں کا اثر کہتے ہیں وہ درحقیقت سورج کا اثر ہوتا ہے ، کیونکہ ستاروں کی روشنی درحقیقت سورج کی روشنی ہی کا پرتو ہوتی ہے ، بعینہ اسی طرح دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے اس کو نور الانوار یعنی خدا کرتا ہے ، بیچ بیچ میں جو واسطے نظر آتے ہیں وہ درحقیقت کسی چیز کی علت نہیں ہیں بلکہ فعل خداوندی کے لیے شرط ہیں اس لیے خدا ان افعال کو ان واسطوں کے ذریعہ سے نہیں کرتا ، بلکہ ان کے ساتھ کرتا ہے کیوں کہ یہ واسطے یا تو خود خدا یعنی نور الانوار کی شعاعیں یا اس کی شعاعوں کی شعاعیں ہیں ، اس لیے ان شعاعوں میں اسی کا نور جلوہ گر ہے اور یہی نور دنیا میں سب کچھ کرتا ہے اس لیے خدا کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف کسی فعل کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نسبت کرنا ایک مجازی نسبت ہے، ورنہ عالم وجود میں مؤثر صرف خدا ہی کی ذات ہے، مادیین اور طبعیین کے نزدیک ہر چیز کی ایک مخصوص فطرت اور طبیعت ہوتی ہے اور دنیا میں جو کچھ ہوتاہے اسی مخصوص فطرت اور طبیعت سے ہوتاہے اس لیے وہ خدا کے وجود بلکہ پورے نظام روحانی کے منکر ہیں، کیونکہ جب ہر چیز کے خواص، آثار اور افعال خود اس کی فطرت اور طبیعت سے پیدا ہوتے ہیں، تو خدا کے وجود اور کسی مؤثر روحانی سلسلے کے ماننے کی ضرورت نہیں ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ خود فطرت اور طبیعت کیا چیز ہے؟ ارسطو نے طبیعت کی یہ تعریف کی ہے کہ وہ ہر چیز کی حرکت اور سکون کی ابتدائی علت ہے لیکن یحیٰی نحوی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس سے صرف طبیعت کے فعل کا ثبوت ہوتا ہے، خود طبیعت کی حقیقت معلوم نہیں ہوتی، اس لیے خود اس کے نزدیک طبیعت ایک روحانی قوت کا نام ہے جو تمام اجسام عنصری میں ساری ہے اور وہی ان کی مدبر اور ان کی تمام حرکات و سکنات کی علت ہے اس کے ہر فعل کی ایک غرض و غایت ہے اور جب وہ غرض و غایت حاصل ہو جاتی ہے تو اس کا یہ فعل بھی ختم ہو جاتا ہے، استقرار نطفہ کے بعد رحم مادر میں بچہ کی نشو و نما کے نو مہینے کے بعد اس کا فعل ختم ہو جاتا ہے اور وضع حمل کے بعد بچے کی نشو و نما کے لیے اس کے افعال کا دوسرا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، غرض دنیا کے تمام کاروبار ایک اندھی اور غیر شعوری طبیعت سے نہیں چل رہے ہیں، بلکہ ایک روحانی نظام کارخانۂ قدرت کو چلا رہا ہے اس روحانی نظام کے مان لینے کے بعد خدا اور فرشتہ سب کا وجود ثابت ہو جاتا ہے جو عین مذہبی روایات کے مطابق ہے لیکن بایں ہمہ یحیٰی نحوی کی تشریح سے ایک روحانی نظام کا صرف ایک مبہم تصوّر پیدا ہوتا ہے، بالتعیین اس نظام کے اجزاء کی حقیقت معلوم نہیں ہوتی، لیکن شیخ الاشراق ان کی حقیقت کو متعین کر دیتے ہیں، مادیین اور طبعیین کے نزدیک ہر چیز کی طبیعت صرف اس کی کیفیت ہے، مثلاً پانی کی طبیعت برودت اور آگ کی طبیعت حرارت ہے لیکن شیخ الاشراق کے نزدیک ہر نوع کے لیے ایک رب النوع ہوتا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے جو اس کی تدبیر و تصرف میں مصروف رہتا ہے، اور اسی رب النوع کو اس چیز کی طبیعت کہتے ہیں، پانی میں جو برودت اور آگ میں جو حرارت پائی جاتی ہے وہ ان کی طبیعت نہیں ہے بلکہ ان کا رب النوع ان کی طبیعت ہے اور وہی ان میں برودت اور حرارت پیدا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ارباب اخوان الصفا نے طبیعت کی تعبیر ملائکہ مدبرہ سے کی ہے۔ اور یہ تعریف حکمائے اشراقیین کے مذہب سے ماخوذ ہے، بہر حال اہل مذہب کے خیال کے مطابق حکمائے اشراقیین کے نزدیک بھی دنیا کا کاروبار ذی شعور اور ذی ارادہ زندہ ہستیوں سے چل رہا ہے، مردہ طبیعت ایک قالب بیجان میں جان نہیں ڈال سکتی،

غرض شیخ الاشراق کے فلسفہ کے مطابق دنیا کے تمام کاروبار روحانی ہستیوں کے ذریعہ سے چل رہے ہیں یہاں تک کہ سب سے زیادہ مادی چیزوں میں بھی روحانیت کی جلوہ گری نظر آتی ہے انسان جن مادی لذتوں میں منہمک و مخمور رہتا ہے وہ بھی درحقیقت اس کے رب النوع کا پرتو ہیں۔ یہاں تک کہ جنسی تعلقات کی لذت جو سب سے بڑی مادی لذت ہے اس میں بھی روحانیت کے بہت سے اجزاء شامل ہیں، یہی وجہ ہے کہ ایک مردہ حسین عورت سے مقاربت کرنا پسند نہیں کرتا، کیوں کہ وہ روح اور روح کے آثار سے خالی ہے اس کے لیے صرف حسن بھی کافی نہیں بلکہ اس میں روح کی آمیزش ہونی چاہیئے، پتھر کی ایک مورت جو روح سے خالی ہے کتنی ہی حسین ہو، اس مقصد کے لیے کافی نہیں، ایک مسن عورت اس مقصد کے لیے ناپسند کی جاتی ہے۔ کہ اس میں روح کے آثار کے قبول کرنے کی صلاحیت ایک نوخیز عورت سے کم ہوتی ہے، اس کے لیے حرارت اور حرکت کی بھی ضرورت ہے۔ کیونکہ حرارت اور حرکت روح ہی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، ارواح مجردہ میں غلبہ اور محبت دونوں موجود ہوتے ہیں، اور جماع میں بھی مرد عورت پر محبت کے ساتھ غالب آنا چاہتا ہے اور ارواح مجردہ میں ارتفاع حجاب کی وجہ سے اتحاد عقل ہوتا ہے اور اسی وجہ سے مرد اور عورت بھی حالت مقاربت میں اسی قسم کا اتحاد چاہتے ہیں،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس روحانی اصول کو پیش نظر رکھنے کے بعد تمام روحانی سلسلے مثلاً حشر اجساد، معجزات کرامات خواب، جن وشیاطین، جنت ودوزخ اور حور وغلمان وغیرہ ایک کڑی میں جا کر مل جاتے ہیں اور شریعت میں جن روحانی باتوں کا ذکر ہے، ان کی تاویل کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ ان سب کی ایک مستقل روحانی دنیا موجود ہے، جس کو شیخ الاشراق عالم اشباح کہتے ہیں اور اس عالم کے ماننے کے بعد شریعت کے تمام روحانی اسرار کے عقدہ ہائے مشکل خود بخود حل ہو جاتے ہیں چنانچہ علامہ قطب الدین شیرازی شرح حکمۃ الاشراق میں شیخ کے فلسفے پر اجمالی ریویو کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

> شیخ نے بہت سی عمدہ اور تر کی باتیں کہی ہیں، جو ان سے پہلے کے حکماء اور اولیاء کے اشارات وتلویحات میں نہیں پائی جاتیں، انہی میں سے ایک عالم اشباح بھی ہے جس کے ذریعہ سے حشر اجساد، بلکہ پیغمبروں کے تمام وعدے معجزات، کرامات، اور خواب وغیرہ کا ثبوت ہوتا ہے،

اس عالم اشباح کی حقیقت یہ ہے کہ حکمائے اشراقیین دو مستقل روحانی سلسلوں کے قائل ہیں، ایک کو وہ عالم مثال کہتے ہیں اور چونکہ افلاطون اس کا قائل تھا، اس لیے اس کو مثل افلاطونیہ بھی کہا جاتا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں جس قدر جسمانی نوعیں پائی جاتی ہیں عالم روح یا عالم عقل میں ان کی ایک مثال پائی جاتی ہے جو نورانی بسیط ہو، اور مادہ سے بے نیاز ہوتی ہے، اس کا کوئی محل ومکان نہیں ہوتا، بلکہ بذات خود قائم رہتی ہے، گویا وہ تمام صور نوعیہ کی روح ہوتی ہے، اور اجسام کی تمام نوعیں اس کا بت اور صنم ہوتی ہیں اس کو رب النوع کہتے ہیں اور جسمانی نوع کی تربیت وپرداخت وہی کرتا ہے اور دنیا میں جس قدر جسمانی آثار، خواص اور افعال ہیں سب اسی رب النوع کا فیض ہیں، خود ان اجسام کی مردہ نوعی صورتیں ان کو نہیں پیدا کرسکتیں، غرض دنیا کا کاروبار تو ان روحانی ہستیوں سے چلتا ہے لیکن اخروی امور اور دوسری روحانی چیزوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ظہور کے لیے وہ ایک دوسرے عالم کے قائل ہیں جس کو وہ عالم اشباح کہتے ہیں، اس بناء پر ان کے نزدیک عالم کی دو قسمیں ہیں،

ایک عالم معنوی یا روحانی جو دو حصوں میں منقسم ہے ایک عالم ربوبیت اور ایک عالم عقول، مثلِ افلاطونیہ یا رب الانواع اسی دوسرے حصہ سے تعلق رکھتے ہیں، دوسرا عالم صوری یا جسمانی اور اس کے بھی دو حصے ہیں ایک تو عالم افلاک اور عالم عناصر جو بالکل مادی اور جسمانی ہے دوسرا عالم اشباح جو بعض حیثیتوں سے مادی اور حیثیتوں سے روحانی ہے، روحانی اس حیثیت سے کہ اس عالم کی تمام صورتیں بذات خود قائم ہوتی ہیں، ان کو کسی مادہ کی ضرورت نہیں ہوتی، اور مادی اس حیثیت سے کہ ان کا مظہر آسمان ہوتے ہیں، البتہ یہ اس عالم کی تمام صورتیں عالم مادی کی صورتوں سے زیادہ مکمل ہوتی ہیں کیونکہ عالم مادی کی صورتوں کا مظہر ہیولیٰ ہوتا ہے، اور اس میں ہمیشہ تبدیلیاں ہوتی رہتی ہے اور وہ ایک صورت کو چھوڑ کر دوسری صورت اختیار کرتا رہتا ہے لیکن عالم اشباح کی صورتوں کا مظہر چونکہ افلاک ہوتے رہیں، جو قدیم اور غیر متبدل ہیں، اس لیے ان میں کوئی تغیر نہیں ہوتا اور وہ ہمیشہ ایک حالت میں قائم رہتی ہیں، اب اخروی عذاب وثواب کے لحاظ سے انسانوں کے مختلف مدارج قائم ہو جاتے ہیں،

۱۔ ایک تو جو لوگ علم وعمل دونوں میں کامل ہوتے ہیں، مرنے کے بعد ان کے نفس کا تعلق براہ راست عالم نور یعنی عالم ربوبیت اور عالم عقول سے ہو جاتا ہے،

۲۔ دوسرے جو علم وعمل میں کامل نہیں ہوتے یا علم میں کامل یا عمل میں ناقص یا عمل میں کامل اور علم میں ناقص ہوتے ہیں، مرنے کے بعد ان کے نفوس عالم اشباح سے جس کا مظہر آسمان ہے تعلق پیدا کر لیتے ہیں اور یہ تعلق ہمیشہ قائم رہتا ہے،

۳۔ تیسرے وہ لوگ جو علم وعمل دونوں میں ناقص ہوتے ہیں ان کے نفوس نہ عالم نور یعنی عالم ربوبیت اور عالم عقول سے تعلق پیدا کر سکتے، نہ افلاک ان کا مظہر ہو سکتے، لیکن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باایں ہمہ ان میں ایسے رذائل موجود ہیں، جو ان کو تعلق پیدا کرنے پر مجبور کرتے ہیں،
اس لیے ان کا تعلق صور مثالیہ سے ہوتا ہے جو عالم اشباح کی صورتوں کا ایک عکس یا پرتو ہوتی ہیں،

عالم اشباح کی ان صورتوں میں بعض تو نہایت لذیذ روشن، حسین اور دلفریب ہوتی ہیں مثلاً حور و غلمان، شہد و شکر وغیرہ اور ان سے وہ سعادت مند لطف اٹھاتے ہیں جو علم و عمل میں توسط کا درجہ رکھتے ہیں، یا ایک میں کامل اور دوسرے میں ناقص ہوتے ہیں بعض نہایت ناخوشگوار مکروہ اور ڈراؤنی ہوتی ہیں، مثلاً پیپ، سانپ اور بچھو وغیرہ اور وہ اشقیاء کے لیے وجہ عذاب بنتی ہیں،

بہر حال حکمائے اشراقیین کے نزدیک عالم اشباح یا عالم مثال ایک نہایت وسیع اور غیر محدود عالم ہے، عالم مادی میں جس قدر عناصر، ستارے، حیوانات، نباتات، معدنیات اور انسان پائے جاتے ہیں، اسی قدر عالم اشباح یا عالم مثال میں بھی پائے جاتے ہیں، البتہ اس عالم کے عناصر و مرکبات میں عالم مادی کی طرح روح نہیں پائی جاتی بلکہ عقول مجردہ یعنی ارباب الانواع ان کی تربیت و پرداخت کرتے ہیں، لیکن اس عالم کے حیوانات میں روح پائی جاتی ہے، اور یہ روح وہی ہوتی ہے، جو انسانوں اور جانوروں کے بدن سے مرنے کے بعد الگ ہو کر ان کے قالب میں حلول کر جاتی ہے، اگر اس میں ملکات ردیہ ہیں تو اس کا تعلق ان جانوروں کے جسم سے ہو جاتا ہے جن میں اس قسم کے ملکات پائے جاتے ہیں، اور اگر اس میں فضائل موجود ہیں، تو اس کا تعلق اس عالم کے ایک اعلیٰ درجہ کے انسان سے ہو جاتا ہے،

اب اس عالم کے مان لینے کے بعد جو نتائج نکلتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں،

۱۔ معاد جسمانی اور قیامت کے عذاب و ثواب کا اثبات ہو جاتا ہے۔

۲۔ اشباح ربانیہ کا ثبوت ہو جاتا ہے یعنی وہ صورتیں جن کے پردے میں خدا یا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے فرشتے ظاہر ہوتے ہیں خود ہمارے عالم مادی میں ایسے مظاہر موجود ہیں، جن میں ان اشباح ربانیہ کا ظہور ہوتا ہے، اور جب اُن مظاہر میں ان کا ظہور ہوتا ہے تو وہ آنکھوں سے دیکھی جا سکتی ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہِ طور پر خدا کو اس قسم کے مظہر میں دیکھا تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام حضرت جبریل کو اسی طریقہ پر حضرت دحیہ کلبیؓ کی صورت میں دیکھتے تھے۔

۲۔ شریعت میں اہل جنت کے لیے جن لذائذ اور اہل دوزخ کے لیے جن تکلیفات کا وعدہ کیا گیا ہے، ان سب کا ثبوت ہو جاتا ہے، کیونکہ جس مثالی بدن سے نفس کا تعلق ہوتا ہے، اس میں وہ تمام خاصیتیں پائی جاتی ہیں، جو مادی اور حسی بدن میں پائی جاتی ہیں، اس میں بھی مادی بدن کی طرح تمام حواسِ ظاہری اور باطنی پائے جاتے ہیں، اور نفس ان کے ذریعہ سے ہر قسم کے لذت والم کا ادراک کر سکتی ہے۔

۴۔ انبیاء کے تمام معجزات، اولیا کی تمام کرامات اور ساحروں اور کاہنوں کی تمام شعبدہ بازیوں کا عقدہ اسی عالم سے حل ہوتا ہے کیونکہ عالم مادی کے عناصر اور ان کے مرکبات میں جس طرح آسمان کی حرکت اور عالمِ عقول کے پرتو سے مختلف قسم کے تغیرات ہوتے رہتے ہیں، بعینہٖ اسی طرح عالمِ مثال کے عناصر و مرکبات میں بھی تغیرات ہوتے ہیں، اور انہی تغیرات کا نام معجزات، کرامت، سحر اور استدراج ہے،

۵۔ جن و شیاطین اور اسی قسم کی دوسری ہستیوں کا ثبوت بھی اسی عالمِ مثال سے ہوتا ہے، کیونکہ عالمِ مثال کی صورتوں کا کوئی محل یا مادہ اس عالم مادی میں موجود نہیں، ورنہ ہر ایک شخص حواسِ ظاہری سے ان کا ادراک کر سکتا ہے البتہ اس عالم میں ان کے مختلف مظاہر ہو سکتے ہیں، اور انہی مظاہر میں لوگ ان کو دیکھ سکتے ہیں، ان میں ایک مظہر سے دوسرے مظہر میں منتقل ہونے کی قابلیت بھی موجود ہے، کبھی وہ ہوا میں نظر آتے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں، کبھی پانی میں، انہی رنگ برنگ مظاہر میں نمایاں ہونے والی ہستیوں کا نام جن و شیطان ہے، بعض شہروں اور بعض ملکوں میں ان کا ظہور زیادہ ہوتا ہے، کیونکہ ان شہروں اور ملکوں سے ان کو کوئی خاص مناسبت ہوتی ہے۔

۶۔ انسان کو خواب اسی عالم مثال کے ذریعہ سے نظر آتے ہیں، کیونکہ آئینہ اور تخیل میں جو صورتیں نظر آتی ہیں وہ آئینہ اور تخیل کی وجہ سے نظر آتی ہیں اس لیے وہ مقابلہ اور تخیل قائم نہیں رہتا تو وہ صورتیں بھی نظر نہیں آتیں بعینہٖ یہی حال ان صورتوں کا بھی ہے جو خواب میں نظر آتی ہیں، سونے والے کی استعداد، وضع فطرت اور حالت کے لحاظ سے ان صورتوں کا فیضان ہوتا ہے، اور جب یہ تمام خصوصیات زائل ہو جاتی ہیں، تو وہ صورتیں بھی غائب ہو جاتی ہیں،

بہر حال یہ عالم مثال روحانیت کا مظہر ہے، تمام روحانی چیزیں مثلاً خدا، خدا کے فرشتے، ارواح ملکیہ، اور ارواح انسانیہ سب کی سب اس عالم میں ایک خاص صورت اور ایک خاص وقت میں قابل اور فاعل کی استعداد کے اختلاف کی بناء پر ظاہر ہوتی ہیں، ان میں کوئی کثیف ہوتی ہے، کوئی لطیف کوئی خوش منظر، اور کوئی بدمنظر، اس بناء پر یہ عالم، عالم روحانی اور عالم جسمانی کے درمیان کی چیز ہے، جس کو برزخ کہتے ہیں،

۷۔ وحی، الہام، کشف، اور انبیاء، اولیاء، بلکہ کاہنوں کے مشاہدات وغیرہ سب اسی عالم مثال کا پرتو ہیں، جو کبھی لکھی ہوئی سطروں میں، کبھی لذیذ و خوشگوار اور کبھی خوفناک آواز کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں کبھی یہ لوگ کائنات کی صورتیں دیکھتے ہیں، کبھی حسین انسانی صورتیں ان سے گفتگو کرتی ہوئی نظر آتی ہیں اور ان کو غیب کی باتیں بتاتی ہیں، کبھی یہ لطیف مصنوعی صورتوں میں ان سے خطاب کرتی ہیں، خواب میں انسان کو پہاڑ دریا، زمین انسان، حیوان، نباتات، معدنیات، اور عنصریات کی جو صورتیں نظر آتی ہیں، وہ سب کی سب ایسی صورتیں ہیں، جو عالم مثال میں بذاتِ خود قائم ہیں، اور ان کا کوئی محل و مکان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہے بلکہ خوشبو، رنگ، لذت وغیرہ بھی سب کی سب غیر مادی صورتیں ہیں جو عالم مثال میں بذاتِ خود قائم رہیں، انسان خواب، خیال، اور خواب و بیداری کی درمیانی حالت میں عالم مثال کی انہی صورتوں کو دیکھتا ہے لیکن جب وہ بیدار ہو جاتا ہے، تو عالم مثال سے بالکل الگ ہو جاتا ہے لیکن عالم مثال سے الگ ہونے میں اس کو حرکت نہیں کرنی پڑتی، بلکہ یہ روحانی سفر بغیر حرکت کے ہوتا ہے، بعینہٖ اسی طرح جو شخص مر جاتا ہے، اس کا اتصال عالم نور سے ہو جاتا ہے، لیکن اس اتصال کے لیے اس کو حرکت نہیں کرنی پڑتی۔

انبیاء اور اولیاء کو غیب کی جو خوفناک آوازیں سنائی دیتی ہیں، ان پر مشائیں اور مادئیں کی طرف سے سب سے بڑا اعتراض یہ ہوتا ہے کہ آواز کے لیے تموج ہوا شرط ہے اور دماغ میں ہوا کا اتنا سخت تموج جو اس قسم کی لرزہ خیز آواز پیدا کر سکے، قیاس میں نہیں آسکتا، لیکن ایک چیز کی مختلف علتیں ہو سکتی ہیں، مثلاً حرارت کی علت آگ بھی ہے، آفتاب کی شعاع بھی، اور حرکت بھی، اسی طرح ممکن ہے کہ آواز کے لیے بھی مختلف شرائط ہوں اس عالم کی آواز کے لیے ہوا کا تموج بے شبہ شرط ہے لیکن عالم مثال کی آواز کے لیے ممکن ہے کہ دوسرے شرائط ہوں، اور انبیاء اور اولیاء کو جو آوازیں سنائی دیتی ہیں، وہ عالم مثال کی آوازیں ہوتی ہیں جن کے لیے تموج ہوا کی ضرورت نہیں۔

انبیاء اور اولیاء کے نفوسِ کاملہ کو مجاہدہ و ریاضت کی وجہ سے ایسا مقام خاص حاصل ہو جاتا ہے جہاں پہنچ کر وہ خود صورِ مثالیہ کو ایجاد کر سکتے ہیں، شریعت کی اصطلاح میں اسی مقام کو مقام کن کہتے ہیں، اور قرآن مجید کی اس آیت میں انما قولنا لشیٔ اذا ان دناہ ان نقول لہ کن فیکون" اسی مقام کی طرف اشارہ ہے، ان صورِ مثالیہ کا اس عالم مادی میں ایک مظہر ہوتا ہے اور اسی قسم کا مظہر تھے، اور یہ مظہر کبھی جمالی ہوتا ہے اور کبھی جلالی، حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے پہاڑوں کی نغمہ خوانی جمالی مظہر اور حضرت نوح علیہ السلام کے لیے طوفان جلالی مظہر تھا، اور پیغمبروں کی امت پر جو عذاب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استیصال آیا، وہ اسی جلالی مظہر کا کرشمہ تھا۔

شیخ الاشراق کے اس روحانی فلسفہ کی بنیاد تمام تر ذوق، مشاہدہ، تجرد اور ریاضت و مجاہدہ پر قائم ہے اس لیے اس فلسفہ کے سمجھنے کے لیے وہ ہر جگہ انہی چیزوں کا حوالہ دیتے ہیں چنانچہ حکمۃ الاشراق میں ایک موقع پر لکھتے ہیں۔

رب الانواع کو اہل تجرید نے اپنے جسمانی تعلقات سے الگ ہو کر بارہا دیکھا ہے اس کے بعد ان کے پیرؤں میں جن لوگوں نے ان کو نہیں دیکھا تھا، ان کے لیے اس پر دلیل قائم کی کوئی صاحب مشاہدہ اور صاحب تجرید ایسا نہیں گزرا جس نے اس کا اعتراف نہ کیا ہو انبیاء اور اساطین حکمت نے اس طرف بہت سے اشارے کئے ہیں، افلاطون اور اس سے پہلے کے حکماء مثلاً سقراط، ہرمس آغاثاذیمون، اور انباذقلس سب کی یہی رائے تھی اور ان میں اکثر نے تصریح کی ہے کہ انہوں نے ان رب الانواع کو عالم نور میں دیکھا ہے افلاطون نے خود بیان کیا ہے کہ اس نے تعلقات جسمانی سے الگ ہو کر ان کا مشاہدہ کیا ہے حکمائے ہند وحکمائے یونان سب کے سب اس پر متفق ہیں، جب امور فلکیہ کے متعلق ایک شخص بطلیموس یا دو شخص ابرخس اور ارشمیدس کا رصدی مشاہدہ قابل اعتبار ہے تو بڑے بڑے حکماء و انبیا کا روحانی مشاہدہ اس چیز کے متعلق جس کو انہوں نے اپنی روحانی رصدگاہ میں دیکھا ہے کیوں قابل اعتبار نہ ہو، میں خود ان چیزوں کے انکار میں مشائین کا سب سے بڑا حامی تھا، اور ان کے فلسفہ کی طرف شدت سے مائل تھا، اگر مجھ کو خدا کی دلیل نظر نہ آتی تو میں اس پر قائم رہتا، جو شخص اس کی تصدیق نہیں کرتا، اور دلیل سے اس کو تسکین نہیں ہوتی، اس کو ریاضت اور اصحاب مشاہدہ کی خدمت کرنی چاہیئے امید ہے کہ اس حالت میں اس کو وہ انوار نظر آئیں، جو ہرمس اور افلاطون کو نظر آتے ہیں۔

لیکن اسی کے ساتھ حکمت اشراقیہ کے مسائل چونکہ فلسفۂ مشائیہ کے مخالف ہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سے متاخرین حکمائے مشائین نے ان کی تردید کی ہے، اور متاخرین حکمائے اشراقیین نے ان کے جوابات دیئے ہیں، بلکہ خود فلسفہ مشائیہ کے بہت سے مسائل کی تردید کی ہے اس لیے شیخ الاشراق کے فلسفہ کے سمجھنے کے لیے صرف ریاضت و مجاہدہ کافی نہیں بلکہ فلسفہ، مشائیہ سے بھی واقف ہونا ضروری ہے، چنانچہ وہ اپنی کتاب حکمۃ الاشراق کے متعلق لکھتے ہیں،

"یہ کتاب صرف اسی شخص کو دو جو اس کا اہل ہو یعنی وہ شخص جس نے مشائین کے طریقہ میں پختگی حاصل کر لی ہو اور اسی کے ساتھ وہ نورِ خداوندی کا عاشق ہو اور اس کتاب کے شروع کرنے سے پہلے چالیس دن چلہ میں بیٹھے، اور اس حالت میں حیوانات کا گوشت چھوڑ دے اور تقلیل غذا کرے"

اس کے ساتھ شیخ الاشراق نے فلسفۂ اشراق کے مسائل کو صرف ذوق و مشاہدہ سے ثابت نہیں کیا ہے بلکہ وہی دلائل استعمال کیے ہیں جن کو حکمائے مشائین استعمال کرتے تھے، اس لیے اس فلسفہ کے سمجھنے کے لیے فلسفۂ مشائیہ سے واقف ہونا بھی ضروری ہے لیکن اسی کے ساتھ یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ شیخ الاشراق کے فلسفہ کے تمام مسائل مذہبِ اسلام کے موافق اور فلسفۂ مشائیہ کے مخالف ہیں، بلکہ بہت سے مسائل ایسے بھی ہیں جو مذہبِ اسلام کے صریح مخالف ہیں یشخ الاشراق کے نزدیک بھی آسمان ایک زندہ مخلوق ہے، اس میں ایک مجردہ پایا جاتا ہے، جو اس کو حرکت دیتا ہے، وہ عدم و فساد سے محفوظ ہے، اس میں قوتِ شہوانیہ اور قوتِ غضبیہ نہیں پائی جاتی، اس لیے وہ کسی جسمانی مقصد سے حرکت نہیں کرتا، بلکہ اس کا مقصد نورانی اور روحانی ہوتا ہے۔

چونکہ آسمان میں نفسِ ناطقہ پایا جاتا ہے، اس لیے اس میں حواس بھی پائے جاتے ہیں، وہ سنتا بھی ہے، دیکھتا بھی ہے، سونگھتا بھی ہے، لیکن سننے کے لیے اس کو کان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ی، دیکھنے کے لیے آنکھ کی، اور سونگھنے کے لیے تو کان، آنکھ اور ناک کی ضرورت ہے لیکن آسمان چونکہ ان سے اشرف ہے، اس لیے وہ ان آلات کا محتاج نہیں، اسی طرح اس میں قوت ذائقہ کا وجود نہیں، کیونکہ اس میں نشوونما نہیں پایا جاتا، اس لیے اس کو غذا کی ضرورت نہیں ہوتی۔

آسمان میں آواز بھی پائی جاتی ہے، بلکہ کوئی نغمہ آسمانی نغموں سے زیادہ لذیذ نہیں ہے گویا وہ فرشتے ہیں، جو رات دن تسبیح وتہلیل کیا کرتے ہیں، البتہ اس آواز کے لیے تموج ہوا کی ضرورت نہیں۔

دنیا میں جو کچھ ہوچکا ہے، یا ہونے والا ہے، ان سب کا علم آسمان کے نفس ناطقہ کو ہے اور ان کی صورتیں اجرام فلکیہ میں منقوش ہیں، ہم گزشتہ واقعات کی جو یاد آتی ہے ہم کو خواب میں جو کچھ نظر آتا ہے، انبیاء جو کچھ پیشگوئیاں کرتے ہیں، بلکہ کاہن لوگ غیب کی جو خبریں دیتے ہیں، ان سب کا ماخذ آسمان کا یہی نفس ناطقہ ہے، اور اسی بناء پر شیخ الاشراق نے حواس خمسہ باطنی کا انکار کیا ہے، کیونکہ اس کے مدرکات کے لیے الگ الگ حواس ماننے کی ضرورت نہیں، بلکہ وہ آسمان کے نفس ناطقہ میں موجود ہوتے ہیں، اور نفس اسی کے ساتھ اتصال پیدا کرکے ان مدرکات کو حاصل کرتا ہے۔

غرض کل آسمان ایک زندہ مخلوق ہیں، اور انوار عالیہ یعنی عالم مجردات کا اثر ان پر ستاروں کے ذریعہ سے پڑتا ہے، اور انہی کے ذریعہ سے قوائے جسمانیہ حرکت میں آتے ہیں، گویا آسمان ایک جسم ہے اور یہ ستارے اس جسم کا قلب ہیں اس لیے جس طرح قلب کے ذریعہ سے تمام جسم میں خون پہنچتا ہے اسی طرح ستاروں کے ذریعے سے آسمان دنیا پر اثر ڈالتا ہے، سب سے بڑا ستارہ سورج ہے، اس لیے تمام مرکبات عنصریہ مثلاً نباتات حیوانات، معدنیات اور انسان وغیرہ اسی کے اثر سے پیدا ہوتے ہیں، وہ آسمان بلکہ کل عالم جسمانی کا بادشاہ ہے اس لیے اشراقیین کے مذہب میں اس کی تعظیم واجب ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دنیا کا تمام کارخانہ حرکت اور حرارت سے چل رہا ہے اور حکمائے اشراقیین کے نزدیک حرکت اور حرارت صرف نورِ جوہری یا نورِ عرضی سے پیدا ہوتی ہیں، آسمان اور انسان میں جو حرکتِ ارادی پائی جاتی ہے، اس کا سبب نورِ جوہری یعنی نفسِ ناطقہ ہے، زمین سے جو بخارات اٹھتے ہیں ان کا سبب نورِ عرضی یعنی آفتاب کی شعاعیں ہیں، جو پہلے حرارت پیدا کرتی ہیں، پھر اس حرارت سے حرکت پیدا ہوتی ہے، جو اس کو اوپر کی جانب لے جاتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ نور حرکت اور حرارت کی علت ہے، اور عالمِ کائنات میں بالذات و بالواسطہ نور ہی نور کی حکومت ہے، حرکت اور حرارت نور سے پیدا ہوتی ہیں اور ہم میں جو قوتِ شہوانیہ اور قوتِ غضبیہ پائی جاتی ہے اس کا منبع حرارت ہے، اور حرکت سے ان کے افعال وجود میں آتے ہیں، مار پیٹ جنگ و جدل، مجامعت و مباشرت سب کی سب حرارت اور حرکت کا نام ہے، اور چونکہ آگ میں یہ دونوں اوصاف اور عناصر سے زیادہ پائے جاتے ہیں، اس لیے وہ مبادی مجردہ اور نفسِ انسانی سے زیادہ مشابہت رکھتی ہے مبادی مجردہ سے تو اس کو نورانیت کی وجہ سے مشابہت حاصل ہے اور نفسِ انسانی سے اس کو گوناگوں مشابہتیں حاصل ہیں ایک تو وہ نفس کی طرح نورانی ہے، مخلوق ہے، عقل کا فیض ہے جسم سے تعلق رکھتی ہے، اور تمام عناصر پر غالب ہے، جہت علوی کی طالب ہے دوسرے یہ کہ جس طرح نفس عالمِ ارواح کو روشن کرتا ہے اسی طرح آگ عالمِ اجسام کو روشن کرتی ہے اس کے علاوہ خدا نے بہت سے عالم پیدا کئے ہیں اور ہر عالم میں اپنا ایک خلیفہ مقرر کیا ہے، عالمِ عقول میں عقلِ اول، عالمِ افلاک میں ستارے اور ان کے نفسِ ناطقہ، عالمِ عناصر میں نفوسِ بشریہ اور ستاروں کی شعاعیں اور آگ بالخصوص رات کی تاریکی میں اس کے خلیفہ ہیں یعنی ان کی اصلاح و تدبیر کرتی ہیں لیکن اس دنیا کی تدبیر نفوسِ بشریہ سے ہوتی ہے جس کے ذریعہ سے انسان تمام علوم و فنون، صنعت و حرفت کا استنباط کرتا ہے، یہ خلافت کبریٰ ہے جو انبیاء کے نفوسِ کاملہ کو حاصل ہوتی ہے لیکن اس کے علاوہ ایک خلافت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صغریٰ بھی ہے اور وہ آگ سے تعلق رکھتی ہے، کیونکہ تاریک راتوں میں وہ انوار علویہ اور ستاروں کی شعاعوں کی قائم مقامی کرتی ہے، غذا اور خام چیزوں کو پختہ کرتی ہے، اس لیے اس کو بھی خلافت سے یک گونہ تعلق ہے، لیکن یہ خلافتِ صغریٰ ہے اسی لیے ایرانیوں نے قدیم زمانے میں اس کی پرستش کی ہے۔

متکلمینِ اسلام عالم کو حادث مانتے ہیں لیکن شیخ الاشراق کے نزدیک عالم قدیم ہے یعنی عقول افلاک ان کے نفوس اور عناصر اربعہ سب کے سب قدیم ہیں زمانہ ازلی وابدی ہے، آسمان کے ساتھ آسمان کی حرکت بھی قدیم ہے، اور وہ ایک پاکیزہ مقصد کے حاصل کرنے کے لیے حرکت کرتا ہے۔

شیخ الاشراق تناسخ کے قائل نہیں، لیکن وہ اس کا انکار بھی نہیں کرتے، کیونکہ اس مسئلہ میں فریقین کے دلائل تسلی بخش نہیں ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابنِ رشد

ولادت ۵۲۰ھ وفات ۵۹۵ھ

قدیم زمانے میں ابنِ رشد جس قدر گمنام تھا، اسی قدر اس نے اس زمانے میں شہرت حاصل کی ہے حکماء و اطباء کے حالات میں جس قدر کتابیں لکھی گئیں، ان میں جمال الدین قفطی نے اخبار الحکماء میں ابوالقاسم بیہقی نے ... صوان الحکمتہ میں اور شہرزوری نے تاریخ الحکماء میں اس کا سرے سے ذکر ہی نہیں کیا ابنِ خلکان اور صفدی نے بھی اس کا نام نہیں لیا، البتہ طبقات الاطباء جلد دوم، الدیباج المذہب تکملہ ابن الابار اندلسی، ذیل التکملہ، للانصاری المراکشی، المعجب فی تلخیص اخبار المغرب بعدالواحد المراکشی، کتاب العبر لمن غیر للذہبی، نفح الطیب، مراۃ الجنان یافعی اور شذرات الذہب میں اس کے حالات کسی قدر ملتے ہیں، لیکن ان میں بھی وہ جامعیت و تفصیل نہیں پائی جاتی، جو ابن رشد کے شایانِ شان ہو یہی وجہ ہے کہ اس کے سوانح حیات میں ایک خاص قابل بحث مسئلہ یہ پیدا ہو گیا ہے کہ باوجود اس فضل و کمال کے وہ مشرق میں اس قدر گمنام کیوں رہا؟ لیکن موجودہ زمانے کے مصنفین نے یہ کمی پوری کر دی ہے، اور چونکہ ابنِ رشد نے مشرق سے زیادہ مغرب میں شہرت حاصل کی ہے اس لیے سب سے پہلے مغربی مصنفین نے اس کی طرف توجہ کی، اور فرانس کے مشہور فاضل پروفیسر رینان نے اس کے حالات و فلسفہ پر ایک مستقل کتاب لکھی جس کا ترجمہ انگریزی میں حیدر آباد میں کیا گیا اور ۱۹۱۲ء میں دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ نے اس کا اردو ترجمہ بھی شائع کیا، رینان کی کتاب نے عربی دانوں کو بھی اس طرف متوجہ کیا اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیروت کے دو عیسائی عالموں نے مشاہیر عرب کے حالات میں ایک کتاب آثار الادھار کے نام سے لکھی، اور اس میں ابن رشد کا مفصل تذکرہ کیا، فرح انطون اڈیٹر الجامعہ نے ابن رشد و فلسفہ کے نام سے عربی زبان میں ایک مستقل کتاب لکھی، جو رینان کی کتاب کا نامکمل خلاصہ ہے، حال میں فلاسفۃ الاسلام فی المشرق والمغرب" کے نام سے محمد لطفی جمعہ نے ایک کتاب مسلمان فلاسفہ کے حال میں لکھی ہے جس میں ابن رشد کا مبسوط تذکرہ ہے، اور دارالتراجم جامعہ عثمانیہ نے اس کا اردو ترجمہ بھی شائع کر دیا ہے۔

فرنچ، انگریزی اور عربی کے علاوہ اردو میں بھی ابن رشد کے متعلق کافی سرمایہ معلومات جمع ہو گیا ہے، غالباً سب سے پہلے اردو زبان میں نواب عماد الملک مولوی سید حسین بلگرامی نے ابن رشد پر ایک مستقل مضمون لکھا جو ان کے مجموعۂ مضامین میں شامل ہے، اس کے بعد مولانا شبلی مرحوم نے الندوہ میں ابن رشد کے حالات میں ایک طویل مضمون لکھا، ان سب کے بعد مولوی محمد یونس انصاری مرحوم فرنگی محلی نے ابن رشد کے حالات میں ایک مستقل کتاب لکھی جو ۱۳۴۲ھ میں دارالمصنفین سے شائع ہوئی، رینان کی کتاب اور فلاسفۃ الاسلام کے ترجمے ان کے علاوہ ہیں۔

ان محققانہ مضامین اور ان محققانہ کتابوں کی موجودگی میں ابن رشد کے متعلق جدید معلومات کا اضافہ کرنا ناممکن ہے، البتہ ان میں بہت سی غیر ضروری، غیر متعلق اور غیر دلچسپ باتیں شامل ہو گئی ہیں اس لیے اگر ان کو حذف کر دیا جائے تو ابن رشد کے حالات گو مادہ کے لحاظ سے ان سے مختلف ہوں، لیکن صورۃً ان سے بہت کچھ مختلف ہوں گے اور ہم اسی حیثیت سے ابن رشد کے حالات لکھتے ہیں، لیکن بہرحال ہم جو کچھ لکھیں گے، اس کی حیثیت تلخیص سے زیادہ نہ ہو گی۔

نام، نسب و خاندان	ابو الولید کنیت، حفید لقب[1] اور محمد نام ہے، پورا سلسلہ نسب یہ

[1] الدیباج المذہب ص ۲۸۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، محمد بن احمد ابن محمد بن احمد بن محمد بن رشد ابن رشد کے باپ احمد کا حال اسلامی تذکروں سے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک ذی علم شخص تھے، اور ابن رشد نے موطا انہی سے پڑھا ہے اور اس کو حفظ یاد کیا تھا[۱]، ابن رشد کے دادا محمد نے بہت زیادہ شہرت حاصل کی، وہ ۴۵۰ھ میں پیدا ہوئے[۲] اور ابو جعفر بن رزق سے فقہ کی تعلیم حاصل کی، اور جیانی ابو عبید اللہ بن فرج ابو مروان بن سراج، ابن ابو العافیہ جوہری سے حدیث سنی، اور عذری نے ان کو حدیث کی سند دی۔

تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد انہوں نے خود درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا چنانچہ قاضی عیاض جیسے شخص ان کے شاگرد ہیں انہوں نے متعدد کتابیں تصنیف کیں جن میں ایک ضخیم کتاب البیان والتفصیل لمانی المستخرجۃ من التوجیہ والتعلیل تقریباً ۲۰ جلدوں میں ہے، ان کی ایک کتاب کا نام کتاب المقدمات لاوائل کتب المدونۃ ہے اور انہوں نے طحاوی کی مشکل الآثار کی تہذیب کی ہے، غرض وہ اندلس اور مغرب کے بہت بڑے فقیہ تھے، اور لوگ مشکل مسائل میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے، علم و عمل کے ساتھ مذہبی اور اخلاقی حیثیت سے بھی ان کا پایہ نہایت بلند تھا، حضر و سفر دونوں حالتوں میں ہمیشہ جمعہ کا روزہ رکھتے تھے، نہایت باحیا، کم سخن، اور پاکباز تھے شاہی دربار میں خاص اعزاز رکھتے تھے چنانچہ ۵۱۱ھ میں قرطبہ کے قاضی مقرر ہوئے،

---

[۱] الیضاً ۲۸۴ [۲] الدیباج المذہب میں ہے، "مولدہ فی شوال ستہ خمس واربعہ لیکن یہ کاتب کی غلطی ہے جس نے خمسین کو خمس کردیا ہے، شذرات الذہب جلد ۴ ص ۶۲ میں صاف صاف تصریح ہے کہ انہوں نے ستر سال کی عمر میں ۵۲۰ھ وفات پائی، اور یہ عمر اسی وقت صحیح ہوسکتی ہے جب ان کی ولادت ۴۵۰ھ میں تسلیم کی جائے تو ان کی عمر وفات کے وقت ۱۱۵ سال کی ہوگی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن قرطبہ میں ایک شورش کے سلسلے میں ۵۱۵ھ میں قضاۃ سے استعفاء دے دیا، قاضی ہونے کے ساتھ جامع مسجد کے امام بھی تھے، انہوں نے ۵۲۰ھ میں وفات پائی، اللہ مقبرہ عباس میں مدفون ہوئے اور ان کے بیٹے قاسم نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور ایک بہت بڑی جماعت ان کے جنازے میں شریک ہوئی۔[1]

اس وقت محمد بن رشد کی کوئی مطبوعہ تصنیف موجود نہیں ہے، البتہ قرطبہ کی جامع مسجد کے امام ابن القران (یا ابن دران) نے ان کے فتووں کا ایک مجموعہ مرتب کیا ہے جس کا ایک نسخہ اسپین کی ایک خانقاہ وکٹر میں تھا، اور اب پیرس کے شاہی کتب خانے میں موجود ہے[2]، اس مجموعۂ فتاوی کے متعلق رینان نے لکھا ہے کہ

"فلسفہ کا تعلق جو مذہب سے ہے، اس کی جھلک ان فتووں میں بھی دکھائی دیتی ہے، اور اس عجیب و غریب کتاب کے بعض صفحوں پر خود ابن رشد کے خیالات کے مآخذ ہمیں نظر آتے ہیں"[3]۔

رینان کے اس خیال کی تصدیق اسلامی تصنیفات سے بھی ہوتی ہے، چنانچہ الدیباج المذہب میں محمد بن رشد کے حال میں لکھا ہے کہ وہ محض روایت پرست نہ تھے، بلکہ روایت سے زیادہ ان میں درایت پائی جاتی ہے۔" عقل و درایت کا یہی ورثہ ہے جو ابن رشد نے اپنے دادا سے پایا تھا۔

محمد بن رشد کے فضل و کمال نے اندلس میں ابن رشد کے خاندان کو علمی اور مذہبی حیثیت سے نہایت معزز بنا دیا تھا، چنانچہ الدیباج المذہب میں ان کے حال میں لکھا ہے۔

مقدماً اعندامیں لمسلمین   وہ بادشاہ کے نزدیک نہایت معزز تھے،

---

[1] الدیباج المذہب ص ۲۷۸، ۲۷۹ [2] ابن رشد و فلسفہ لفرح انطون ص ۸ در رینان ص ۱۲ [3] ایضاً ص ۱۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عظیم المنزلة معتمداً فی العظائم	اور ان کی عمر بھر مہمات امور
ایام حیاتہ	میں ان پر اعتماد کیا جاتا تھا۔
و الیہ کانت الرحلة للتفقہ	ان کی عمر بھر لوگ فقہ حاصل کرنے
من اقطار الاندلس	کے لیے ان کے پاس اندلس کے اطراف
مدة حیاتہ ،	و جوانب سے آتے تھے ،

لیکن نسلی اور قومی اعزاز کے لحاظ سے ابن رشد کا خاندان مشتبہ نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے اندلس میں عرب کے لوگ اس کثرت سے آباد ہو گئے تھے کہ وہ نجد و حجاز کا ایک ٹکڑا بن گیا تھا، لیکن تاریخوں اور تذکروں سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ ابن رشد کا خاندان عرب کے کس قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا، اس بناء پر زمانۂ حال کے بعض مورخین اس کو نومسلم یہودی خاندان کا ایک فرد سمجھتے ہیں، اگرچہ کسی تاریخی روایت سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی، تاہم اس کے قیاسی دلائل حسب ذیل ہیں۔

۱۔ ابن رشد پر جب شاہی عتاب نازل ہوا تو بعض لوگوں نے یہ شہادت دی کہ اس کا سلسلۂ نسب یہودیوں سے ملتا ہے، اندلس میں جو عربی قبائل موجود ہیں ان میں ابن رشد کا خاندانی اور نسبی تعلق کسی سے نہیں ہے، اسی مناسبت کی بناء پر اس کو لیسانہ میں جلاوطن کیا گیا، جو قرطبہ کے قریب یہودیوں کی ایک چھوٹی سی بستی تھی لیکن ابن رشد کے ساتھ، اور جو لوگ جلاوطن کئے گئے، ان کو دوسرے مقامات میں بھیج دیا گیا لیکن اولاً تو یہ اس کے دشمنوں کی شہادت ہے جو قابل اعتبار نہیں، چنانچہ رینان لکھتا ہے کہ:

"اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دشمنوں نے یہ بھی کوشش کی تھی کہ لوگوں میں اسے یہودی النسل مشہور کریں[1]"

---

[1] رینان صفحہ ۲۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے یہ کہ ابن رشد کو جس وقت یسانہ میں جلا وطن کیا گیا ہے، اس وقت وہاں یہودی آباد نہ تھے، چنانچہ طبقات الاطباء میں جہاں ابن رشد کی جلا وطنی کا تذکرہ کیا ہے، صاف تصریح کی ہے۔

وکانت اولاً للیہود، یسانہ اس سے پہلے یہودیوں کی بستی تھی،

تیسرے یہ کہ اگر اس بستی میں یہود آباد بھی ہوں تو اس سے صرف ابن رشد کی مزید تذلیل وتحقیر مقصود تھی، کیونکہ خلیفہ منصور یہودیوں سے بہت زیادہ بغض رکھتا تھا، اس لیے اس نے ابن رشد کو ان کی بستی میں اس لیے جلا وطن کیا کہ اس کی سزا میں اور بھی زیادہ تشدد پیدا ہو جائے، چنانچہ محمد لطفی جمعہ تاریخ فلاسفۃ الاسلام میں لکھتے ہیں۔

"اس بستی میں ابن رشد کی جلا وطنی سزا میں ایک تشدد یا تشدد میں ایک قسم کا اضافہ تھی، کیونکہ خلیفہ منصور نے جس نے اس کو جلا وطن کیا تھا، یہودیوں سے بغض رکھتا تھا، لیکن ابن رشد کے بعض دشمنوں نے اس سے فائدہ اٹھایا اور یہ مشہور کر دیا کہ منصور نے اس فلسفی کو اس کے خاندان کی طرف لوٹا دیا اور اس کی قوم کی بستی میں اس کو جلا وطن کیا، کیونکہ اس کا سلسلۂ نسب بنو اسرائیل سے ملتا ہے، اور اندلس کے قبائل سے اس کا کوئی نسبی تعلق معلوم نہیں ہوتا ہے[1]"

۲- ابن رشد یہودیوں میں نہایت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا، چنانچہ موسیٰ ابن میمون وغیرہ نے عبرانی زبان میں سب سے پہلے اس کی کتابوں کا ترجمہ کیا، اور انہی نے اس کی کتابوں کو محفوظ رکھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شیفتگی قومی عصبیت کا نتیجہ تھی، لیکن یہ بھی کوئی قومی دلیل نہیں ہے، بلکہ اس کو حسنِ اتفاق پر محمول کیا جا سکتا ہے[2]

---

[1] تاریخ فلاسفۃ الاسلام ص ۱۱۵ [2] تاریخ فلاسفۃ الاسلام صفحہ ۱۱۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳- ابن رشد فلسفی اور طبیب تھا، اور اسپین میں تمام فلاسفہ اور اطباء یہودی یا عیسائی خاندان سے تھے، لیکن یہ کلیۃً بالکل غلط ہے" اسپین میں یہودی اور عیسائی فلاسفہ واطباء کی ایک محدود جماعت ضرور موجود تھی لیکن اس کے ساتھ مسلمان فلاسفہ واطباء کا ایک گروہ بھی موجود تھا، جن میں بوبکر بن زہیر ابن طفیل اور ابن ماجہ خاص عربی النسل تھے۔

۴- کوئی مورخ ابن رشد کے خاندان کا حال نہیں بتاتا، حالانکہ عرب کا ایک مشہور خاندان چھپا نہیں رہ سکتا، اس میں شبہ نہیں ہے کہ اندلس میں عربی قبائل کے لوگ بہ کثرت آباد ہو گئے تھے، اور ابتداء میں انہوں نے اپنے قبائلی انتساب کی بناء پر اپنے الگ الگ فرقے قائم کر لیے تھے، اس فرقہ بندی کی وجہ سے ان میں باہم جنگ وجدال قائم رہتی تھی۔ ان میں قحطانی اور عدنانی قبائل کی تعداد اندلس میں بہت زیادہ تھی، اور ان لوگوں میں مشرق میں ہمیشہ جنگ وجدال قائم رہتی تھی، اور اندلس میں بھی اسی قومی عصبیت کی بناء پر وہ ہمیشہ مصروف پیکار رہتے تھے، اس بناء پر منصور بن ابی عامر نے جب ہشام کو بے دخل کر کے خود شاہانہ اقتدار حاصل کر لیا، تو ان خونریزیوں کے انسداد کے لیے اس نے قبائل کے انتساب کے طریقے کو بالکل بند کر دیا اس لیے ان فرقہ وارانہ لڑائیوں کا خاتمہ ہو گیا[1]

منصور بن ابی عامر نے ۳۹۲ھ میں وفات پائی ہے اور ابن رشد ۵۲۰ھ میں پیدا ہوا ہے اس لیے اس طویل مدت میں عرب کی یہ امتیازی خصوصیت کہ وہ اپنے آپ کو قبائل کی طرف منسوب کرتے تھے، بالکل مٹ گئی تھی، اور قیاس غالب یہ ہے کہ اسی زمانہ میں اندلس میں ابن رشد کے خاندان کا حال پردۂ خفا میں رہ گیا۔

اسی کے ساتھ یہ کہنا بھی یقینی طور پر صحیح نہیں ہے کہ کوئی مورخ ابن رشد کے خاندان

---

[1] نفح الطیب جلد اول ص ۱۴۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا حال نہیں بتاتا، مقری نے نفح الطیب میں لکھا ہے کہ "جو لوگ قبیلۂ کنانہ کی طرف منسوب ہیں، ان کی تعداد بہت زیادہ ہے اور زیادہ تر یہ لوگ طلیطلہ میں آباد ہیں، اور قاضی ابوالولید انہی لوگوں کی طرف منسوب ہیں[1] اگر قاضی ابوالولید سے ابن رشد کے دادا محمد یا خود ابن رشد مراد ہیں تو ان کے عربی النسل ہونے کا اس سے زیادہ واضح ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے، اس کے علاوہ ابن رشد اوّل اوّل جب یوسف بن عبدالمومن کی خدمت میں حاضر ہوا، تو ابن طفیل نے اس کے تعارف میں سب سے پہلے اس کے خاندان اور آبا و اجداد کی تعریف کی[2] ابن طفیل خود عربی النسل تھا، اس لیے اگر ابن رشد کا خاندان نومسلم یہودی ہوتا، تو وہ اس کے خاندان کی تعریف نہ کرتا، رینان نے بھی ابن رشد کو عربی النسل تسلیم کیا ہے اس کی دلیل یہ پیش کی ہے کہ

"عہدہ قضا جس پر یہ اور اس کے باپ اور دادا مامور تھے، ایسا اہم ہوتا تھا، جس پر صرف اسلامی قدیم خاندان کے لوگ مقرر ہوا کرتے تھے[3]"

اگرچہ رینان کی اس دلیل پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ امام ابو حنیفہ جو فقہ حنفی کے بانی ہیں نومسلم خاندان سے تھے، اور منصور ان کو عہدہ قضا بھی دیتا تھا لیکن انہوں نے اس کو نامنظور کیا لیکن اولاً تو خود ابن رشد اور اس کے آباؤ اجداد اور امام ابو حنیفہ کی حیثیت میں نمایاں فرق ہے، دوسرا امام ابو حنیفہ مجوسی خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور عباسیوں کی سلطنت کا مایۂ خمیر ہی مجوسی تھے، لیکن یہودی اسلامی سلطنتوں میں ہمیشہ ذلیل و خوار رہے، بالخصوص موحدین کی سلطنت میں اور بھی زیادہ مبغوض تھے، اس لیے اگر ابن رشد ایک نومسلم یہود خاندان کا فرد ہوتا، تو وہ اس سلطنت میں کبھی اس قدر اعزاز نہ حاصل کر سکتا۔

---

[1] نفح الطیب جلد اول ص ۱۳۶، [2] المعجب فی تلخیص اخبار المغرب ص ۱۷۴، [3] رینان ص ۲۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولادت بہر حال ابنِ رشد عربی النسل ہو یا نہ ہو لیکن اس کے دادا کے زمانے میں اس کے خاندان نے اندلس میں نمایاں اعزاز و امتیاز حاصل کر لیا تھا اور وہ اسی ممتاز خاندان میں اپنے دادا کی وفات سے ایک ماہ پیشتر ۵۲۰ھ میں پیدا ہوا۔ الدیباج المذہب اور شذرات الذہب میں اس کا یہی سالِ ولادت مذکور ہے لیکن عبدالواحد المراکشی نے المعجب فی تلخیص اخبار المغرب میں لکھا ہے کہ اس نے ۵۹۴ھ کے اخیر میں اسّی سال کی عمر میں وفات پائی[1] اور مولوی محمد یونس مرحوم فرنگی محلی لکھتے ہیں کہ

> "عبدالواحد مراکشی کی روایت یہ ہے کہ رجب ۵۹۵ھ مطابق ۱۱۹۸ء میں اس کی وفات ہوئی ہے تو اس وقت بہ حساب سنہ قمری وہ پورے ۸۰ برس کا تھا۔"

لیکن اولاً تو اس نے اس کا سالِ وفات ۵۹۴ھ لکھا ہے، دوسرے یہ کہیں نہیں لکھا ہے کہ وہ بہ حساب سنہ قمری پورے ۸۰ سال کا تھا۔ لیکن بہر حال انہوں نے نتیجہ نکالا ہے کہ اس روایت کے مطابق وہ ۵۱۴ھ میں پیدا ہوئے۔

ابنِ رشد کے تذکرہ نویسوں میں کسی نے یہ نہیں لکھا ہے کہ وفات کے وقت اس کی عمر کیا تھی، علامہ ابن ابی اصیبعہ نے صرف اس قدر لکھا ہے کہ ابنِ رشد نے ۵۹۵ھ کے آغاز میں طویل عمر میں وفات پائی، لیکن چونکہ متفقہ طور پر اس کا سالِ ولادت ۵۲۰ھ تسلیم کیا جاتا ہے اس لیے فرح انطون نے اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ وفات کے وقت اس کا سن ۷۵ سال کا تھا[2] اور علامہ شبلی مرحوم نے بھی اس کی تقلید کی ہے۔

تعلیم ابنِ رشد نے مختلف علوم مثلاً فقہ، حدیث، اخلاقیات، ادب، طب اور فلسفہ میں کمال پیدا کیا تھا لیکن موجودہ تذکروں سے یہ پتہ چلانا سخت مشکل ہے کہ اس نے

---

[1] المعجب فی تلخیص اخبار المغرب ص ۲۲۵ [2] فرح انطون ص ۲۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان علوم کی تعلیم کس ترتیب سے حاصل کی صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اپنے باپ ابو القاسم سے حدیث کی روایت کی اور ان کی خدمت میں موطا کو حفظ یاد کیا، فقہ کی تعلیم ابو القاسم بن بشکوال ابو مروان میسرۃ، ابو بکر بن سمحون، ابو جعفر بن عبد العزیز، ابو عبد العزیز ابو عبد اللہ المازری[1] اور حافظ ابو محمد بن زرق سے حاصل کی[2]، مولوی محمد یونس صاحب مرحوم فرنگی محلی نے اوپر کے تمام بزرگوں کا نام لکھ کر لکھا ہے کہ ابن رشد نے ان بزرگوں سے حدیث کی، اور حافظ محمد بن زرق سے فقہ کی تحصیل کی، اور الدیباج المذہب ص ۲۸۴ کا حوالہ دیا ہے۔ علامہ شبلی مرحوم نے بھی اپنے مضمون میں یہی لکھا ہے لیکن الدیباج المذہب میں حافظ محمد بن زرق کا سرے سے نام ہی مذکور نہیں ہے اور اوپر کے جن بزرگوں کا نام مذکور ہے ان کی نسبت صاف تصریح ہے کہ ابن رشد نے ان سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔

حدیث اور فقہ کے ساتھ اس نے اصول علم کلام اور علوم ادبیہ کی تعلیم بھی حاصل کی، لیکن ان علوم میں اس کے اساتذہ کا حال معلوم نہیں ہے، تاہم اس نے ان علوم کو نہایت شوق و محبت سے پڑھا تھا، بالخصوص علم ادب میں اس کو متنبی اور ابو تمام کے اشعار ازبر یاد تھے[3]

علم طب کی تعلیم اس نے ابو مروان بن حزبول اور ابو جعفر بن ہارون ترجالی سے حاصل کی جو اشبیلیہ کا رہنے والا تھا، اور وہاں کے اعیان میں گنا جاتا تھا اور علوم حکمیہ میں کمال رکھتا تھا، اور ارسطو وغیرہ حکمائے متقدمین کی کتابوں کا بڑا ماہر تھا، ابوبکر بن عربی سے علم سے علم حدیث کی تعلیم حاصل کی تھی، اور یوسف بن عبد المومن کے دربار میں طبی خدمت پر مامور تھا، ابن رشد نے طب کے علاوہ اس سے علوم حکمیہ کی تعلیم بھی حاصل کی تھی[4]۔

---

[1] الدیباج المذہب ص ۲۸۴ [2] طبقات الاطباء جلد دوم ص ۷۵، [3] الدیباج المذہب ص ۲۸۵ [4] ایضاً ص ۲۸۴، طبقات الاطباء جلد دوم ص ۷۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن رشد کے اساتذہ میں ابن باجہ بھی شامل ہے، لیکن یورپین مؤرخین اس کو تسلیم نہیں کرتے، چنانچہ رینان لکھتا ہے۔

"لیکن باوجود ابن سعید کے اس قول کے یہ غیر ممکن نظر آتا ہے کہ ابن رشد نے ابن باجہ سے بھی کچھ سبق حاصل کئے ہوں، جس کا انتقال ۱۱۳۸ء میں ہو گیا تھا، یہ ممکن ہے کہ دونوں کی رایوں میں جو توارد نظر آتا ہے، اور ابن رشد اس بڑے شخص کی نسبت جس عظمت و عزت سے کلام کرتا ہے اس وجہ سے آخر الذکر کو اس کا شاگرد کہا جاتا ہو۔[۱]"

فرح انطون نے بھی رینان کی تقلید کی ہے، اور لکھا ہے کہ

"بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس نے ابن باجہ سے بھی تعلیم حاصل کی جو ابن رشد سے پہلے اندلس کا سب سے بڑا فلسفی تھا، لیکن یہ ثابت نہیں ہے، اور اس کے سوا اس کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ ابن رشد اپنی کتابوں میں اس فلسفی کا ذکر نہایت عزت سے کرتا ہے[۲]"

لیکن یہ بالکل غلط ہے کہ اس ادب و احترام کے سوا اس کی کوئی اور دلیل نہیں ہے علامہ ابن ابی اصیبعہ نے طبقات الاطباء میں صاف تصریح کی ہے کہ ابن رشد ابن باجہ کا شاگرد تھا[۳] لیکن ابن باجہ فلسفہ کے ساتھ ادب، عربیت، اور طب میں بھی کامل مہارت رکھتا تھا اور اس کے ساتھ حافظ قرآن بھی تھا اور علامہ ابن اصیبعہ نے یہ تصریح نہیں کی ہے کہ وہ علوم میں سے کس علم میں ابن رشد کا استاد تھا لیکن چونکہ وہ فلسفیانہ علوم حاصل کیے تھے، چنانچہ علامہ شبلی مرحوم اپنے مضمون میں لکھتے ہیں:-

"معلوم ہوتا ہے کہ ابن رشد کو ابتدا سے تحصیل ہی میں فلسفہ کا شوق پیدا ہو گیا تھا

---

[۱] رینان ص ۱۴-۱۵، ۱۶، [۲] فرح انطون ص ۹ [۳] طبقات الاطباء جلد دوم ص ۷۴،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابی اصیبعہ نے ابن باجہ کے حال میں لکھا ہے کہ ابن رشد نے اس کی شاگردی کی ہے[1]
ابن باجہ نے ۵۲۳ھ میں وفات پائی، اور ابن رشد ۵۲۰ھ میں پیدا ہوا تھا، اس
بناء پر ابن باجہ کی وفات کے وقت ابن رشد کی عمر صرف ۱۳ برس کی تھی،

لیکن جو لوگ ابن رشد اور ابن باجہ کی شاگردی اور استادی کے تعلق کو مشتبہ نگاہوں سے دیکھتے ہیں، وہ اسی بناء پر اس کو ناممکن سمجھتے ہیں کہ یہ سن فلسفہ جیسے دقیق علم کی تعلیم کے لیے موزوں نہیں ہے چنانچہ محمد لطفی جمعہ تاریخ فلاسفۃ الاسلام میں لکھتے ہیں کہ۔

"کہا جاتا ہے کہ ابن رشد نے علوم حکمت ابن باجہ سے حاصل کئے لیکن یہ قول ضعیف ہے کیوں کہ ابن باجہ کی وفات کے وقت ابن رشد کی عمر بارہ سال کی تھی، اس لیے کہ ابن رشد ۱۱۲۶ء میں پیدا ہوا، اور ابن باجہ نے ۱۱۳۸ء میں وفات پائی، اور یہ سن فلسفہ کی تعلیم کے لیے موزوں نہیں ہے، ممکن ہے کہ ابن رشد ان ممتاز لوگوں میں ہو جن کی ذہانت ابتدائے عمر ہی میں ظاہر ہو جاتی ہے پھر بھی یہ ایک فرضی اور ظنی بات ہے[2]۔

لیکن ابن باجہ جیسا کہ اوپر گزرا طب و فلسفہ کے علاوہ علوم ادبیہ کا بھی ماہر تھا اس لئے اگر اس کو ان علوم میں ابن رشد کا استاد تسلیم کر لیا جائے، تو یہ استبعاد دور ہو جاتا ہے چنانچہ خود محمد لطفی جمعہ اس کے بعد لکھتے ہیں۔

"یہ بات یقینی ہے کہ ابن باجہ رشد کے گھر آیا جایا کرتا تھا، اس لیے اگر اس نے اس بچے سے بات چیت کر لی ہو، یا اس سے کوئی سبق یا کوئی قصیدہ سن لیا ہو تو یہ کوئی مستبعد بات نہیں ہے، یہ واقعہ یا اس قسم کے جو واقعات بار بار پیش آئے وہ اس کی طرف ابن رشد کے منسوب ہو جانے کا سبب ہو گئے۔"

---

[1] طبقات الامم جلد دوم ص ۶۳ [2] تاریخ فلاسفۃ الاسلام ص ۱۱۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تلامذہ ابن رشد نے تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد خود درس دنیا شروع کیا اور متعدد لوگوں نے اس سے تعلیم حاصل کی، ان میں ابو بکر بن جہور، ابو محمد بن حوط اللہ اور ابوالحسن سہل بن مالک کا نام الدیباج المذہب میں مذکور ہے جنہوں نے اس سے حدیث سنی[۱] ان کے علاوہ تاریخ فلاسفۃ الاسلام میں ابو عبداللہ الندرومی اور ابو جعفر احمد بن سابق کا نام بھی لیا ہے، جنھوں نے اس سے طب کی تعلیم حاصل کی، اس کے ایک شاگرد ابوالقاسم طیلسان بھی ہیں[۲] اس کا ایک شاگرد ابو بکر بندود بن یحییٰ القرطبی بھی ہے[۲]۔

عہدۂ قضاء اور شاہی دربار کے تعلقات یہ مسلّم ہے کہ ابن رشد کا عروج موحدین کی سلطنت میں ہوا، اور موحدین کا پہلا فرمانروا عبدالمومن ہے، جس نے ۵۵۸ھ تک حکومت کی مؤرخین دورِ جدید متفق اللفظ ہیں کہ فرمانروایان موحدین میں سب سے پہلے اس نے فلسفیانہ علوم کی طرف توجہ کی اور اس کے دربار میں اس دور کے مشہور فلسفی مثلاً ابن زہر ابن طفیل اور ابن رشد جمع ہو گئے[۳] عبدالمومن کے دربار میں ابن رشد کی رسائی کا سلسلہ اس طرح شروع ہوا کہ عبدالمومن سے پہلے اندلس میں تعلیم صرف مسجدوں میں ہوتی تھی لیکن عبدالمومن نے مدارس قائم کئے اور اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اس نے ۵۴۸ھ مطابق ۱۱۵۲ء میں ابن رشد کو مراکش میں طلب کیا اس وقت ابن رشد ہیئت کے بعض مسائل کی تحقیقات میں مصروف تھا، اس طلبی پر ابن رشد نے مراکش کا رخ کیا اور وہاں بھی یہ سلسلۂ تحقیقات جاری رہا، چنانچہ ابن رشد نے خود اس واقعہ کو ارسطو کی ایک کتاب کی شرح میں بیان کیا ہے، مولوی محمد یونس فرنگی محلی نے جہاں اس واقعہ کو نقل کیا کانڈی کی تاریخ اسپین جلد ۳ کا حوالہ دیا ہے، اور رینان نے اجمالاً اس کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے،

---

[۱] الدیباج المذہب ص ۲۸۵ [۲] تاریخ فلاسفۃ الاسلام ص ۱۲۰ [۳] المعجب فی تلخیص اخبار المغرب ص ۱۷۴، [۴] انطون ص ۱۲،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اور اس صدی کے حکماء ابن باجہ، ابن طفیل اور ابن رشد اس کے دربار کے بہت ذی رسوخ لوگوں میں سے تھے ۵۴۸ھ مطابق ۱۱۵۳ء میں ابن رشد کو ہم مراکش میں دیکھتے ہیں جہاں وہ علمی درسگاہوں کی بابت عبدالمومن کی تحریکات کی تائید کر رہا ہے، اور ساتھ ہی ساتھ اپنے مشاغل استارہ بینی و مشاہدات فلکی سے بھی غافل نہیں ہے[1]"

علامہ شبلی مرحوم اس قدر اور اضافہ کرتے ہیں کہ

"ابن رشد کی دیانت اور کمالات علمی کا حال جب اس کو معلوم ہوا تو دربار میں بلا کر اپنے خاص ندیموں میں شامل کر لیا اور قضاء کی خدمت بھی بحال رہنے دی ۵۴۷ھ میں جب کہ اس کی عمر ۲۷ برس کی تھی، وہ قاضی القضاۃ مقرر ہوا، یعنی اندلس سے لے کر مراکو تک کے کل علاقے اس کے قضا کے حدود میں آ گئے۔"

لیکن قدیم اسلامی تذکروں اور تاریخوں میں ان واقعات کا مطلق ذکر نہیں ہے اور ان حکماء میں جو عبدالمومن کے دربار میں بارسوخ لوگوں میں شمار کئے گئے ہیں ہم کو صرف ایک مروان عبدالملک بن ابی العلاء زہر کا نام ملتا ہے جس کے حالات میں علامہ ابن ابی اصیبعہ طبقات الاطباء میں لکھتے ہیں۔

"جب عبدالمومن مستقل فرمانروا ہوا، تو اس نے اہل علم کو مقرب بارگاہ بنایا، ان کی عزت کی، ان پر متصل احسانات کئے اور ابو مروان عبدالملک بن زہر کو اپنے لئے مخصوص کر لیا اور طب میں اس پر اعتماد کیا، اور اس کی توقع سے زیادہ اس کو انعام و عطیہ دیا[2]"

عبدالملک بن زہر کے علاوہ اس کے دربار میں ہم کو کسی اور طبیب یا فلسفی کا نام بہ تصریح نہیں ملتا، البتہ ابن رشد اور عبدالملک بن زہر میں دوستانہ تعلقات قائم

---

[1] ترجمہ رینان ص ۲۴ [2] طبقات الاطباء جلد دوم ص ۲۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے اور ابن رشد ہی کی درخواست پر اس نے ہر عضو کے الگ الگ امراض پر کتاب التیسیر لکھی تھی، چنانچہ ابن رشد نے کتاب الکلیات کے اخیر میں خود اس کا تذکرہ کیا ہے[1] لیکن باہم یہ ذاتی تعلقات تھے، درباری تعلقات سے ان کو کوئی تعلق نہ تھا۔

یورپین مؤرخین جیسا کہ اوپر گزرا متفق اللفظ ہیں، کہ عبد المومن نے جب مدارس قائم کئے تو ابن رشد کو ۵۴۸ھ مطابق ۱۱۵۳ھ میں مراکش میں طلب کیا، لیکن عبد المومن کے جو حالات اسلامی تذکروں اور تاریخوں میں مذکور ہیں ان میں ان مدارس کے قیام کا کہیں ذکر نہیں، البتہ اتنا یقینی طور پر معلوم ہے کہ ابن رشد قرطبہ کا قاضی تھا، اور اس نے نہایت خوش اخلاقی کے ساتھ اس عہدے کے فرائض انجام دیئے اور بادشاہوں کے دربار میں اعزاز حاصل کیا لیکن بااین ہمہ عبد المومن کے زمانے میں ہم کو اس کی فلسفیانہ شخصیت نمایاں نظر نہیں آتی اس کا اصلی عروج یوسف بن عبد المومن کے زمانے میں ہوا جس کو علوم حکمیہ کی طرف خاص میلان تھا، اور اس نے نہایت کثرت سے فلسفیانہ کتابیں جمع کی تھیں، فلسفیانہ کتابوں کے ساتھ اس نے اپنے دربار میں نہایت کثرت سے فلسفیوں کو جمع کیا تھا، جن میں سب سے زیادہ ممتاز ابن طفیل تھا، اسی ابن طفیل نے اندلس کے تمام اطراف وجوانب سے بلا کر اس کے دربار میں علماء فضلاء کا ایک گروہ جمع کر دیا اور یوسف بن عبد المومن کو ان کی قدردانی کی ترغیب دی اور ابن طفیل ہی کی ترغیب سے اس کے دربار میں ابن رشد کی رسائی ہوئی، اب تک ابن رشد گمنامی کی زندگی بسر کر رہا تھا، یا کم از کم اس کو فلسفیانہ حیثیت سے شہرت حاصل نہ تھی لیکن یوسف بن عبد المومن کے دربار میں پہنچ کر اس کی اصلی حیثیت نمایاں ہوئی، اور اس نے عزت واحترام کیا، چنانچہ عبد الواحد مراکشی لکھتا ہے۔

فمن حینئذٍ عرفوہ ونبہ قدرہ،	اسی وقت سے لوگوں نے اس کو جانا اور اس کی شہرت ہوئی۔

---

[1] طبقات الاطباء جلد دوم ص ۷۶، ۷۵، ۷۷،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن رشد جس طریقہ سے یوسف بن عبدالمومن کے دربار میں پہنچا ہے، اس کی کیفیت اس نے خود اپنے ایک شاگرد سے اس طرح بیان کی ہے۔

"جب میں امیر المومنین ابو یعقوب کی خدمت میں حاضر ہوا، تو اس وقت صرف وہ اور ابو بکر ابن طفیل موجود تھے، ان کے علاوہ کوئی دوسرا نہ تھا، ابو بکر نے میری، میرے خاندان اور میرے اسلاف کی تعریف کرنی شروع کی، اور اس کے ساتھ مہربانی سے ایسی باتوں کا اضافہ

بھی کیا، جس کا میں مستحق نہ تھا، امیر المومنین نے میرے اور میرے باپ کے نام اور میرے نسب کے پوچھنے کے بعد سب سے پہلے مجھ سے اس طرح گفتگو شروع کی کہ آسمانوں کے متعلق فلسفیوں کی کیا رائے ہے؟ وہ قدیم ہیں یا حادث؟ مجھ پر شرم وخوف کی حالت طاری ہو گئی اس لیے میں نے بہلانے ڈھونڈنے شروع کیے اور فلسفیانہ مشاغل سے انکار کیا، لیکن مجھ کو یہ معلوم نہیں تھا کہ ابن طفیل نے اس سے کیا باتیں کہی ہیں، امیر المومنین میرے شرم وخوف کو سمجھ گئے اور ابن طفیل کی طرف متوجہ ہو کر اس مسئلہ پر گفتگو شروع کی، اور ارسطو، افلاطون اور تمام فلاسفہ کے اقوال بیان کئے اور اس کے ساتھ اہل اسلام کے اعتراضات بھی بیان کئے میں نے ان میں حفظ کی وہ کثرت دیکھی، جو ان لوگوں میں بھی موجود نہ تھی جو صرف فلسفہ ہی کے ہو رہے تھے، وہ مجھ سے برابر دلجوئی کی باتیں کرتے رہے یہاں تک کہ جب میں نے گفتگو شروع کی، تو ان کو میرے علم کا حال معلوم ہوا جب میں پلٹا، تو مجھ کو مال، خلعت اور ایک سواری دینے کا حکم صادر فرمایا۔"[1]

یوسف بن عبدالمومن کے دربار میں پہنچنے کے بعد ابن رشد کا سب سے بڑا علمی کارنامہ ارسطو کی کتابوں کی شرح وتلخیص ہے لیکن یہ کارنامہ بھی ابن طفیل ہی کی تحریک کا نتیجہ ہے چنانچہ خود ابن رشد کا بیان ہے کہ

---

[1] المعجب فی تلخیص اخبار المغرب ص ۱۷۴-۱۷۵،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابوبکر بن طفیل نے مجھ کو ایک دن بلا کر کہا کہ ارسطو یا اس کے مترجمین کی عبارت میں جو اضطراب و ناہمواری ہے، امیرالمومنین سے میں نے اس کی شکایت سنی ہے، اور وہ اس کے اغراض و مقاصد کی پیچیدگی کا تذکرہ کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ان کتابوں کو اچھی طرح سمجھ کر کوئی شخص ان کی تلخیص کر کے ان کو قریب الفہم بنا دیتا، تو لوگ آسانی سے ان سے فائدہ اٹھا سکتے، اگر تم میں اس کی طاقت ہو تو تم اس کام کو انجام دو اور مجھے توقع ہے کہ تم اس کام سے عہدہ برآ ہو سکو گے، کیونکہ تمہاری ذہانت، طباعی اور مہارت فن کا مجھ کو علم ہے لیکن جیسا کہ تم کو معلوم ہے میری پیرانہ سالی، سرکاری کاموں کی مشغولیت اور ایسے کاموں کی طرف توجہ جو میرے نزدیک اس سے بھی زیادہ اہم ہیں، مجھے اس کام کے کرنے سے روک رہی ہے، چنانچہ ارسطو کی کتابوں کی تلخیص پر مجھ کو اس بات نے آمادہ کیا۔[1]

تاریخ فلاسفۃ الاسلام میں لکھا ہے کہ غالباً یوسف بن عبدالمومن ارسطو کے فلسفہ کی شرح و تلخیص اس لئے کرانا چاہتا تھا کہ وہ مغرب میں وہی درجہ حاصل کرے، جو مشرق میں مامون رشید کو حاصل تھا۔[2]

اسلامی تصنیفات میں اس سے زیادہ تفصیل نہیں ملتی لیکن یورپین مورخین کا بیان ہے کہ وہ یوسف بن عبدالمومن کے زمانے میں پہلے اشبیلیہ کا قاضی مقرر ہوا، پھر ۱۱۸۲ء میں ابن طفیل کی وفات کے بعد یوسف بن عبدالمومن نے اس کو اپنا طبیب خاص مقرر کیا، اسی سال محمد بن مغیث قاضی قرطبہ کے مرنے پر وہ قرطبہ کا قاضی القضاۃ مقرر ہوا[3]

---

[1] المعجب فی تلخیص اخبار المغرب ص ۱۷۵ [2] تاریخ فلاسفۃ الاسلام ص ۱۱۷

[3] رینان ص ۲۶، ۲۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یوسف بن عبدالمومن نے ۵۸۰ھ میں وفات پائی اور اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا منصور اس کا جانشین ہوا، اور اس نے بھی ابن رشد کی نہایت قدردانی کی، چنانچہ ۵۹۱ء میں جب وہ الفانسو کے مقابلہ کے لیے جارہا تھا تو اس نے قرطبہ میں ابن رشد کو بلوایا اور نہایت عزت واحترام کے ساتھ پیش آیا، دربار میں لوگوں کی جو نشستگاہیں مقرر تھیں، ان میں ابو محمد عبدالواحد بن الشیخ ابی حفص الھنتانی کا جو خود منصور کے داماد تھے، تیسرا یا چوتھا نمبر تھا، لیکن ابن رشد ان سے بھی آگے بڑھ گیا اور منصور نے خود اپنے پہلو میں بٹھا کر اس سے باتیں کیں، ابن رشد دربار سے نکلا، تو اس کے تلامذہ و احباب اس کا انتظار کر رہے تھے اور انھوں نے اس تقرب و اعزاز پر اس کو مبارکباد دی، لیکن ابن رشد نے کہا کہ "یہ مبارکباد کا موقع نہیں ہے کیونکہ امیرالمومنین نے دفعتہً میری توقع سے زیادہ میری عزت افزائی کی ہے، احباب کے ساتھ اس کے دشمنوں کی ایک جماعت بھی موجود تھی اور انھوں نے یہ مشہور کر دیا تھا کہ امیرالمومنین نے اس کے قتل کا حکم دے دیا، اس لیے جب ابن رشد اس کے دربار سے محفوظ نکلا تو اپنے بعض خادموں کو حکم دیا کہ اس کے گھر جا کر کہہ دیں کہ اس کے آنے سے پہلے بٹیر اور کبوتر کے چوزے بھون کر تیار رکھیں، اس سے مقصد یہ تھا کہ اس کی خیر و عافیت سے اس کو اطمینان حاصل ہو جائے [1]

ابن رشد کی تباہی و جلاوطنی

اس قدر و منزلت کے بعد ابن رشد کی ذلت و مصیبت کا دور شروع ہوا، اور خود منصور جس نے اس کی قدر و منزلت کی تھی، اس کی تباہی و بربادی کا سبب ہوا۔

(بقیہ حاشیہ ص ۱۱۵) و کانڈی تاریخ اسپین جلد ۳، باب چہارم بحوالہ ابن رشد مولوی محمد یونس مرحوم

[1] طبقات الاطباء جلد دوم ص ۷۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مؤرخین نے اس تباہی و بربادی کے مختلف اسباب بتلائے ہیں، علامہ ابن ابی اصیبعہ نے طبقات الاطباء میں لکھا ہے کہ ابن رشد جب منصور کی مجلس میں جاتا تھا اور اس سے گفتگو یا کسی علمی مسئلے میں بحث کرتا تھا، تو اس کو "برادرِ من" سے خطاب کرتا تھا، اور یہ بات منصور کے دل میں کھٹکتی تھی، اس کے علاوہ جب اس نے کتاب الحیوان تصنیف کی اور اس میں تمام جانوروں کا ذکر کیا، تو زرافہ کے متعلق لکھا کہ میں نے اس جانور کو شاہ بربر یعنی منصور کے یہاں دیکھا ہے منصور کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس کو رنج ہوا[1]

یہ روایت اس لیے قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ منصور فطرۃً نہایت قہار اور جاہ پسند تھا، چنانچہ ۵۸۷ھ میں جب یورپ کی فوجوں کا سیلاب مصر و شام کی طرف بڑھا اور سلطان صلاح الدین نے منصور سے مدد مانگی تو چونکہ اس کو امیر المومنین کے خطاب کے بجائے امیر المسلمین کے خطاب سے مخاطب کیا تھا، اس لیے منصور کو یہ طرزِ خطاب ناگوار ہوا، اور اس نے مدد نہیں دی[2]

سلطان صلاح الدین کا تو صرف یہ قصور تھا، کہ اس نے اس کو تمام دنیا کا امیر المومنین تسلیم نہیں کیا لیکن ابن رشد نے یہ قیامت کی کہ اس کو صرف شاہ بربر لکھا، اس سے بڑھ کر منصور کی توہین اور کیا ہو سکتی تھی، عبدالواحد مراکشی کے بیان سے بھی اس روایت کی تائید ہوتی ہے، چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ

"منصور کے زمانہ میں ابنِ راشد پر سخت مصیبت نازل ہوئی، جس کے دو سبب تھے، ایک جلی اور دوسرا خفی، اس کا مخفی سبب جو اس کا سب سے بڑا سبب تھا، وہ یہ ہے کہ ابنِ رشد نے جب ارسطو کی کتاب الحیوان کی شرح

---

[1] طبقات الاطباء جلد دوم ص ۷۷، [2] ابن خلکان جلد ۲ ص ۴۸۱، تذکرہ منصور،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لکھی، اور اس میں اپنی طرف سے مناسب باتوں کا اضافہ کیا تو اس میں زرافہ کے بیان میں لکھا، کہ میں نے اس کو شاہ بربر کے یہاں دیکھا ہے بادشاہوں کے ملازم اور مصنوعی طریقے کے منصف اس قسم کے موقعوں پر جو مبالغہ آمیز مدحیہ طریقہ اختیار کرتے ہیں اس کو چھوڑ کر ابن رشد نے علماء کا وہ طریقہ اختیار کیا تھا جس کو وہ بادشاہوں کے واقعات اور ملکوں کے ناموں کے متعلق اختیار کرتے ہیں۔"

اگرچہ ابن رشد کی تباہی و بربادی کا اصلی سبب یہی تھا، لیکن اس کے ساتھ اور اسباب بھی جمع ہو گئے تھے، چنانچہ علامہ ابن ابی اصیبعہ اس سبب کو بیان کر کے لکھتے ہیں،

فلما بلغ ذالک المنصور	منصور کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس کو
صعب علیہ وکان احد الاسباب	سخت ناگوار ہوا، اور دوسرے اسباب
الموجبۃ فی انہ نقم علی ابن	کے ساتھ اس سبب کی بناء پر بھی اس نے
رشد وابعدہ	ابن رشد کو سزا دی اور اس کو جلا وطن کیا

اور یہ اسباب مورخین کی روایت کے مطابق حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ ابن رشد اور منصور کے بھائی ابو یحییٰ گورنر قرطبہ میں دوستانہ تعلقات تھے، اور منصور اس کو ناپسند کرتا تھا۔

۲۔ ایک بار منجمین نے پیشین گوئی کی تھی کہ فلاں دن ہوا کا ایک ایسا طوفان آئے گا جس سے تمام لوگ ہلاک ہو جائیں گے اندلس میں یہ پیشین گوئی مشہور ہوئی تو لوگ اس قدر دہشت زدہ ہوئے کہ اس سے بچنے کے لیے تہ خانے تیار کئے اور گورنر قرطبہ نے قرطبہ کے علماء کو جن میں ابن رشد قاضی قرطبہ اور ابن بندود بھی تھے جمع کر کے اس مسئلے پر گفتگو کی کہ اصول فطرت اور ستاروں کے اثر کے لحاظ سے اس طوفان کے متعلق ان کی کیا رائے ہے؟ اثنائے گفتگو

۱؎ المعجب فی تلخیص اخبار المغرب، ص ۲۲۴، ۲؎ رینان ص ۲۹، ۳۰۔ فرح الطون ص ۱۸،۱۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں شیخ ابو محمد عبدالکبیر نے کہا کہ اگر ہوا کا یہ طوفان آیا، تو قوم عاد کے بعد ہوا کا یہ دوسرا طوفان ہوگا، اس پر ابن رشد بے قابو ہوگیا اور کہا کہ خدا کی قسم قوم عاد ہی کا وجود نہ تھا، اس کی بربادی کا کیا ذکر ہے" چونکہ یہ صریح کفر اور قرآن مجید کی آیتوں کا انکار تھا، اس لیے لوگ حیرت زدہ ہوگئے یہ دونوں روائتیں انصاری مراکشی کی ہیں ...... جن کو رینان اور فرح انطون نے نقل کیا ہے[1]

۲- ابن رشد کے دشمنوں نے جو خاندانی شرف میں ابن رشد کی ہمسری کا دعوی رکھتے تھے، منصور کی خدمت میں اس کی فلسفیانہ کتابوں کی بعض تلخیص پیش کیں جن میں خود اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا بعض قدمائے فلاسفہ کا یہ قول موجود تھا کہ زہرہ ایک دیبی ہے، منصور نے قرطبہ کے ہر گروہ کے اکابر داعیان کو جمع کرنے کے بعد ابن رشد کو طلب کیا، اور اس تلخیص کو اس کے سامنے پھینک کر پوچھا کہ یہ تمہاری تحریر ہے؟ ابن رشد نے انکار کیا، اس پر منصور نے کہا کہ اس تحریر کے لکھنے والے پر خدا کی لعنت ہے اور تمام حاضرین سے کہا کہ وہ لوگ بھی اس پر لعنت بھیجیں، اس کے بعد ابن رشد کو نہایت ذلیل کرکے نکال دیا اور حکم دیا کہ جو لوگ فلسفیانہ مباحث میں مشغول ہیں، وہ جلاوطن کر دیئے جائیں اس کے حکم سے ایک عام فرمان بھی جاری کیا گیا کہ لوگ فلسفیانہ علوم کو بالکل چھوڑ دیں، اور فلسفہ کی کتابیں جلا دی جائیں صرف طب، حساب، اور علم نجوم کی وہ کتابیں باقی رکھی جائیں جن سے رات دن کے اوقات اور قبلہ کی سمت معلوم کی جاتی ہے یہ فرمان تمام ملک میں شائع کیا گیا، اور اس پر عمل ہوا[2]

ان تمام روائتوں کے جمع کرنے کے بعد ابن رشد کے تمام سوانح نگاروں نے جو متفقہ نتیجہ نکالا ہے، وہ یہ ہے کہ ابن رشد کے حاسدوں اور دشمنوں کا ایک گروہ پہلے ہی سے

---

[1] رینان ص ۲۹، ۳۰، فرح انطون ص ۱۵، ۱۶ [2] المعجب فی تلخیص اخبار المغرب ص ۲۲۴، ۲۲۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موجود تھا، جو اس کے جاہ و اعزاز کو رشک و حسد کی نگاہ سے دیکھتا تھا اور خلیفہ کی نگاہ میں اس کو ہر ممکن طریقہ سے ذلیل کرنا چاہتا تھا چنانچہ ۵۹۱ھ میں جب منصور نے اس کو شرف ملاقات بخشا، تو اس کے دشمنوں نے یہ خبر اڑا دی کہ منصور نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے لیکن قتل کے بجائے منصور اس کے ساتھ غیر معمولی عزت و احترام کے ساتھ پیش آیا، اور اس غیر معمولی عزت و احترام سے ان کے رشک و حسد میں اور بھی زیادہ ترقی ہوئی، چنانچہ جب ابن رشد منصور کے یہاں سے نکلا اور اس کے تلامذہ و احباب نے اس جاہ و اعزاز پر اس کو مبارکباد دی تو اس نے صاف کہہ دیا کہ یہ مبارکباد کا موقع نہیں، کیونکہ امیرالمومنین نے میری توقع سے زیادہ دفعۃً مجھ کو جو اعزاز بخشا ہے اس کا نتیجہ اچھا نہ ہوگا، چنانچہ ابن رشد کا یہ خیال صحیح نکلا، اور اس اعزاز کے بعد اس کے حاسدوں نے ہر قسم کی درانداز یاں شروع کیں اور اس پر ہر قسم کے الزامات لگانا شروع کیے، ابن رشد نے بعض الزامات کے جواب میں زرافہ کی نسبت لکھا ہے کہ میں نے اس جانور کو شاہ بربر یعنی منصور کے یہاں دیکھا ہے، اس کے متعلق ابن رشد نے یہ جواب دیا کہ پڑھنے والے نے اس لفظ کو غلط پڑھا ہے میں نے ملک البرین کا لفظ لکھا ہے [۱] انصاری کی روایت کے مطابق یہ جواب وہی ابن رشد کے دوست ابوعبداللہ الاصولی نے کی تھی، اور منصور نے اس کو پسند بھی کیا تھا [۲] لیکن بہرحال یہ معاملہ شخصی حدود سے گزر گیا تھا، اور ابن رشد کے دشمنوں نے اس پر الحاد و بددینی کا جو الزام لگایا تھا اس کی بناء پر اس معاملے نے ایک قومی اور مذہبی صورت اختیار کر لی تھی اور اسی حیثیت سے اس پر فرد قرارداد جرم لگائی گئی، چنانچہ قرطبہ کی جامع مسجد میں ایک عام اجتماع ہوا، جس میں تمام علماء و فقہاء شریک ہوئے، اس اجتماع کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو یہ بتایا جائے کہ ابن رشد گمراہ اور لعنت کا مستوجب ہو گیا ہے

---

[۱] طبقات الاطباء جلد دوم ص ۷۷، [۲] فرح الظنون ص ۶۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور چونکہ قاضی ابوعبداللہ بن ابراہیم الاصولی کی بعض باتوں سے بھی اس الحاد و بے دینی کا اظہار ہوا تھا، اس لیے وہ بھی حاضر کئے گئے یہ دونوں ملزم حاضر ہوتے تو سب سے پہلے قاضی ابوعبداللہ بن مروان نے تقریر کی اور کہا کہ اکثر چیزوں میں نفع وضرر دونوں ہوتا ہے لیکن جب نفع کا پہلو ضرر پر غالب آجاتا ہے تو اس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے ورنہ وہ چیز چھوڑ دی جاتی ہے ، اس کے بعد خطیب ابوعلی بن حجاج نے اعلان کیا کہ یہ تمام لوگ ملحد اور بد دین ہو گئے ہیں اس کے بعد ان لوگوں کو جلاوطن کیا گیا ، اور ابنِ رشد کو بوسینا میں جو قرطبہ کے پاس یہودیوں کی ایک بستی ہے نظر بند کیا گیا ، کیونکہ بعض لوگوں نے یہ شہادت دی تھی کہ اس کا سلسلہ نسب یہودیوں سے ملتا ہے ، اندلس میں جو قبائل آباد ہیں ان سے ان کا کوئی نسبی تعلق نہیں[1]۔

ابنِ رشد کے ساتھ اور چند فضلاً یعنی ابوجعفر ذہبی ، فقیہ ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم قاضی بجایہ ، ابوالربیع الکفیف ابوالعباس الحافظ الشاعر القرابی دوسرے مقامات میں جلا وطن کئے گئے ،[2]

اس کے بعد تمام ملک میں یہ فرمان جاری کیا گیا کہ لوگ فلسفیانہ علوم کو بالکل چھوڑ دیں اور فلسفہ کی تمام کتابیں جلا دی جائیں عبدالواحد مراکشی نے اجمالاً صرف اسی قدر لکھا ہے لیکن انصاری نے پورا فرمان نقل کیا ہے جس کو فرح انطون نے اپنی کتاب میں بلفظہ درج کر دیا ہے اس فرمان کو منصور کے کاتب ابوعلید اللہ بن عیاش نے نہایت مقفی مسجع عبارت میں لکھا ہے اس لیے اس کا لفظی ترجمہ نہیں کیا جا سکتا ، لیکن اگر تمام حشو و زوائد کو نظر انداز کر دیا جائے گا تو اس کا خلاصہ صرف اس قدر ہے کہ قدیم زمانے میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہو گئے تھے جو وہم کے پیرو تھے لیکن ان کے کمالِ عقلی کی بناء پر لوگ ان کے گرویدہ ہو گئے تھے ، ان لوگوں نے ایسی کتابیں لکھیں جن میں اور شریعت میں بعد المشرقین تھا انہی لوگوں کی تقلید

---

[1] فرح انطون ص ۱۸ [2] طبقات الاطباء جلد دوم ص ۷۶ ،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے مذہبِ اسلام میں بھی ایسے لوگ پیدا ہوگئے جو اسلام کے لیے اہل کتاب سے بھی زیادہ ضرر رساں تھے، ان کا زہر تمام ملک میں پھیلنے لگا تو ہم نے ایک مدت تک باوجود ان کی نیش زنی کے ان سے کوئی تعرض نہیں کیا لیکن اس سے ان کے جرائم میں اور اضافہ ہوا پھر بالآخر ان کی چند ضلالت آمیز کتابیں ملیں جن کا ظاہر قرآن مجید سے آراستہ تھا لیکن ان کا باطن الحاد دبے دینی سے بھرا ہوا تھا، یہ لوگ وضع و لباس، زبان اور تمام ظاہری حالت کے لحاظ سے تو مسلمان تھے لیکن باطن میں مسلمانوں سے بالکل مختلف تھے، جب ہم کو ان کی خلاف شریعت باتیں معلوم ہوئیں، تو ہم نے ان کو جلا وطن کر دیا، تو تم لوگ اس گروہ سے اس طرح ڈرو جس طرح لوگ زہر سے ڈرتے ہیں، اور جو شخص ان کی کتاب پائے اس کو آگ میں جلا دے، خداوند تعالیٰ ملحدوں کے گرد وغبار سے تمہارے ملک کو پاک وصاف کر دے[1]

منصور نے صرف اسی فرمان پر قناعت نہیں کی، بلکہ فلسفہ وحکمت کی کتابوں کی بربادی کا خاص انتظام کیا، اور یہ خدمت حفید ابوبکر بن زہر سے متعلق کی، چنانچہ علامہ ابن ابی اصیبعہ طبقات الاطباء میں ابو مروان باجی کی روایت سے لکھتے ہیں۔

> "منصور نے ارادہ کیا تھا کہ منطق وحکمت کی کوئی کتاب اپنے ملک میں باقی نہ رہنے دے، اور اس نے بہت سی کتابوں کو آگ میں جلا کر برباد بھی کر دیا اس نے نہایت سختی کے ساتھ یہ حکم دیا تھا کہ کوئی شخص منطق وحکمت کو پڑھنے پڑھانے نہ پائے، اگر کوئی شخص اس علم میں مشغول پایا جائے گا، یا اس علم کی کتابیں اس کے پاس پائی جائیں گی، تو اس کو سخت نقصان پہنچے گا، جب اس نے اس کام کو شروع کیا، تو یہ خدمت حفید ابوبکر بن زہر سے متعلق تھی"
>
> لیکن معلوم ہوتا ہے کہ فلسفہ ومنطق کی کتابوں کی یہ بربادی منصور کو دل سے پسند نہ تھی

---

[1] فرح انطون صفحہ ۱۹، ۲۰،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلکہ اس نے صرف عوام کو مطمئن کرنے کے لیے ایسا کیا تھا، چنانچہ علامہ ابن ابی اصیبعہ لکھتے ہیں کہ

"خلیفہ کا مقصد یہ تھا کہ ابن زہر کے پاس منطق و حکمت کی کتابیں اگر ہوں گی تو وہ ظاہر نہ ہونے پائیں گی، اور اس کی نسبت یہ نہیں کہا جائے گا کہ وہ ان کتابوں کے مطالعہ میں مشغول رہتا ہے اور ان کی وجہ سے اس کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا"[1]

بہر حال منصور کے حکم کے مطابق اس نے کتب فروشوں اور دوسرے لوگوں کے یہاں سے منطق و فلسفہ کی کتابیں جمع کرنی شروع کیں، اور ان کو اپنے یہاں محفوظ رکھا، عام لوگوں کو تو اس کی خبر نہ تھی، لیکن اعیان اشبیلیہ میں ایک شخص اس کا دشمن تھا، اس نے ایک محضر اس مضمون کا تیار کیا کہ ابن زہر ہمیشہ منطق و حکمت کی کتابوں کے مطالعہ میں مشغول رہتا ہے، اور اس کے گھر میں منطق و حکمت کی بہ کثرت کتابیں موجود ہیں اس نے اس محضر پر بطور شاھد کے اور بہت سے لوگوں سے دستخط کرا کے منصور کے پاس بھیجا منصور کے سامنے یہ محضر پیش کیا گیا تو اس نے اس کو دیکھ کر حکم دیا کہ جس شخص نے اس محضر کو تیار کیا ہے اس کو گرفتار کر کے قید خانے میں بھیج دیا جائے، اس حکم کے بعد جن لوگوں نے محضر پر بطور گواہ کے دستخط کئے تھے، وہ بھی بھاگ گئے، اور منصور نے کہا کہ میں نے یہ خدمت ابن زہر سے اسی لیے متعلق کی تھی کہ اس کی نسبت اس قسم کا الزام نہ لگایا جائے گا، خدا کی قسم اگر اندلس کے تمام لوگ میرے سامنے کھڑے ہو کر ابن زہر کے خلاف شہادت دیں تو میں ان شہادتوں کو قبول نہ کروں گا، کیونکہ ابن زہر کی دینی متانت اور عقل کا حال مجھ کو معلوم ہے[2]،

ابن رشد کی جلاوطنی کے متعلق قدیم تذکروں اور تاریخوں میں اس سے زیادہ تفصیل نہیں ملتی، لیکن لاؤن افریقی کی بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جلاوطنی کے زمانے میں اس کو سخت

---

[1] طبقات الاطباء جلد ۲ ص ۶۹، [2] ترجمہ رینان ص ۲۵،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذلتیں برداشت کرنی پڑیں، چنانچہ اس نے ایک روایت یہ نقل کی ہے کہ ابن رشد بوسینا سے فارس بھاگ گیا، وہاں لوگوں نے اس کو پکڑ کر جامع مسجد کے دروازے پر کھڑا کر دیا تاکہ جو لوگ مسجد کے اندر جائیں یا مسجد سے باہر نکلیں اس پر تھوکتے جائیں۔

رینان اگرچہ اس قسم کی روایتوں کو صحیح تسلیم نہیں کرتا، چنانچہ لکھتا ہے کہ "لادن افریقی نے ابن رشد کی تذلیل کا واقعہ بیان کرتے وقت بہت سی چھوٹی مہمل باتیں اور بیان کی ہیں، یہ تفصیلی واقعات اعتبار کے لحاظ سے اتنے گرے ہوئے ہیں کہ یہاں ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں پائی جاتی[1]"

تاہم اس کے نزدیک لادن نے خود ان قصوں کو نہیں گڑھا ہے بلکہ ان کا ماخذ کوئی نہ کوئی عربی کتاب ضرور ہے اور اس قسم کی اور باتیں عربی تاریخوں میں بھی مذکور ہیں، مثلاً انصاری نے خود ابن رشد کی زبان سے یہ روایت نقل کی ہے کہ

"اس زمانہ میں سب سے زیادہ تکلیف مجھے اس وقت ہوئی جب میں اور میرا لڑکا عبداللہ دونوں قرطبہ کی ایک مسجد میں نماز عصر پڑھنے کے لیے گئے تو بعض بازاریوں نے شوروغل کر کے ہم کو مسجد سے نکال دیا"

فرح انطون نے اس روایت کو نقل کر کے لکھا ہے کہ اس سے خود بخود پہلی روایت کی تردید ہو جاتی ہے کیونکہ اگر پہلی روایت صحیح ہوتی تو اس کو ابن رشد سے زیادہ تکلیف دہ چیز نہ قرار دیتا[2]"

بہرحال اس سے انکار نہیں ہو سکتا، کہ اس حالت میں ابن رشد کے دشمنوں کو شماتت کا موقع مل گیا انہوں نے مختلف طریقوں سے اپنے دل کا بخار نکالا، عوام نے اس کو ذلیل و خوار کیا اور شعراء نے اس واقعہ کے متعلق طنز آمیز اشعار لکھے، یہ اشعار عام تذکروں اور تاریخوں

---

[1] طبقات الاطباء جلد ۲ ص ۶۹، [2] ترجمہ رینان ص ۴۵، [3] فرح انطون ص ۲۲،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں مذکور نہیں ہیں لیکن رینان اور فرح انطون نے مشہور سیاح ابن جبیر اندلسی کے چند اشعار نقل کئے ہیں جو حسب ذیل ہیں :-

الآن قد ایقن ابن رشد ان تو الیفه تو الف

اب تو ابن رشد کو یقین آ گیا کہ اس کی تالیفات تلف ہوگئیں

یا ظالماً نفسه تامل هل تجد الیوم من توالف

اے وہ شخص جس نے اپنے اوپر ظلم کیا غور تو کر کہ اب تو کسی کو اپنا دوست پاتا ہے

لم تلزم الرشد یا ابن رشد لما علا فی الزمان جدك

اے ابن رشد جب تیرا زمانہ تھا تو تو نے رشد و ہدایت کی پابندی نہیں کی

وکنت فی الدین ذا ریاء ما ھکذا کان فیه جدك

تو نے مذہب کے متعلق ریاکارانہ طریقہ اختیار کیا تیرے دادا کا طریقہ یہ نہ تھا،

نفذ القضاء باخذ کل مموه متفلسف فی دینه متزندق

تقدیر نے ہر ملمع ساز فلسفی کو، مذہب سے ملانے والے زندیق کو گرفتار کرا دیا

بالمنطق اشتغلوا فقیل حقیقته ان البلاء موکل بالمنطق

وہ منطق میں مشغول ہوتے اور یہ بات سچ ثابت ہوئی کہ مصیبت کی جڑ منطق ہے

اس قسم کے اور بھی بہت سے اشعار ہیں جن میں منصور کا یہ بہت بڑا مذہبی کارنامہ قرار دیا گیا ہے اور ملک کو الحاد و بے دینی سے پاک کرنے پر اس کو دعائیں دی گئی ہیں[1]

یہ مسلم ہے کہ ابن رشد اور اس کے رفقاء ۵۹۱ھ کے بعد گرفتار ہوئے، چنانچہ علامہ ابن ابی اصیبعہ نے اس سنہ میں منصور اور ابن رشد کی ملاقات کے تذکرہ کے بعد لکھا ہے کہ

پھر منصور نے اس کے بعد ابو الولید بن رشد کو سزا دی اور حکم دیا کہ وہ لیسانہ

---

[1] فرح انطون ص ۱۲،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں قیام کرے، اور اس سے نہ نکلے، اور فضلاء و اعیان کی ایک جماعت کو اور سزا دی، اور حکم دیا کہ وہ لوگ دوسرے مقامات میں قیام کریں، اور یہ ظاہر کیا کہ اس سزا کا سبب یہ ہے کہ ان کی نسبت یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ یہ لوگ حکمت اور قدماء کے علوم میں مشغول رہتے ہیں[۱]

لیکن اس سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ اس سنہ کے بعد وہ کس سنہ میں گرفتار کیا گیا، نواب عماد الملک مولوی سید حسین بلگرامی اپنے مضمون میں لکھتے ہیں،

مورخوں نے لکھا ہے کہ ابن رشد چار برس تک معتوب رہا،

اگر یہ صحیح ہے تو ابن رشد اور اس کے رفقاء کی گرفتاری ۵۹۲ھ کے آغاز یا ۵۹۱ھ کے اختتام پر عمل میں آئی، لیکن انہوں نے ان مورخین کی کتابوں کا حوالہ نہیں دیا، محمد لطفی جمعہ نے تاریخ فلاسفۃ الاسلام میں لکھا ہے کہ

"ابن رشد کی سزا کی مدت ٹھیک طور پر معلوم نہیں ہوتی، اکثر مورخین کی رائے یہ ہے کہ سزا اور معافی کا زمانہ ایک سال سے زیادہ طویل نہیں ہونے پایا کیونکہ شیخ الشیوخ تاج الدین کا بیان ہے کہ جب میں اندلس گیا اور ابن رشد کے متعلق دریافت کیا، تو مجھ سے کہا گیا کہ وہ خلیفہ یعقوب کے حکم سے اپنے گھر میں مقید ہے نہ اس کے پاس کوئی جا سکتا، اور نہ وہ کسی سے ملنے کے لیے گھر سے نکل سکتا۔[۲]"

شیخ تاج الدین نے ۵۹۳ھ میں اندلس کا سفر کیا ہے جس سے اتنا تو یقینی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ابن رشد ۵۹۳ھ میں مقید تھا، لیکن اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ وہ اسی سنہ میں گرفتار بھی ہوا تھا، تاہم بعض تاریخوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ اسی سنہ میں گرفتار

---

[۱] طبقات الاطباء جلد دوم ص ۷۶، [۲] تاریخ فلاسفۃ الاسلام ص ۱۲۵، ۱۲۶،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوا تھا، تاہم بعض تاریخوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ابن رشد کی گرفتاری اسی سنہ میں عمل میں آئی چنانچہ ابن خلدون منصورہ کے سلسلۂ غزوات کے بیان میں لکھتا ہے کہ

" وہ ۵۹۳ھ میں اشبیلیہ میں واپس آیا، تو قاضی ابو الولید بن رشید کے متعلق اس کی خدمت میں ایسے مقالے پیش کئے گئے جن سے اس کی بددینی اور بدعقیدگی ثابت ہوتی تھی، اور ان میں بعض خود اس کے ہاتھ کے لکھے ہوئے تھے اس لیے منصور نے اس کو قید کر دیا[1]"

اس تصریح کے مطابق وہ ۵۹۳ھ میں گرفتار ہوا اس کی قید کا زمانہ دو سال سے زیادہ ممتد نہیں ہونے پایا کیوں کہ اعیان اشبیلیہ کی ایک جماعت نے شہادت دی کہ ابن رشد پر بد دینی اور بدعقیدگی کا جو الزام لگایا گیا ہے وہ غلط ہے، منصور نے ان کی شہادت کو قبول کر لیا، اور ابن رشد اور اس کے تمام رفقاء کو ۵۹۵ء میں رہا کر دیا، ان میں ابو جعفر ذہبی کی خاص طور پر عزت افزائی کی اور اس کو طلبۂ اور اطباء کا انسپکٹر مقرر کیا، وہ مدحیہ الفاظ میں اس کی نسبت کہا کرتا تھا کہ "ابو جعفر خالص سونے کے مثل ہے، پگھلانے سے اس کا جوہر اور زیادہ نمایاں ہو گیا ہے[2]، لیکن رہائی کے بعد ابن رشد کا جو حال ہوا اس کی تفصیل قدیم تذکروں اور تاریخوں میں نہیں ملتی، ابن خلدون نے اس کی گرفتاری کے ذکر کے بعد صرف اس قدر لکھا ہے کہ

" پھر منصور نے اس کو رہا کر دیا، اور دربار میں بلایا اور وہیں اس نے وفات پائی"

لیکن بعض مؤرخین کا بیان ہے کہ اشبیلیہ میں آ کر منصور کو جب ابن رشد کی ذلت و مفلسی کا حال معلوم ہوا، تو اس شرط پر اس کے رہا کرنے کا وعدہ کیا کہ وہ علانیہ مسجد کے دروازے پر کھڑا ہو کر توبہ کرے چنانچہ ابن رشد جامع مسجد کے دروازے پر لایا گیا، اور جب تک لوگ

---

[1] ابن خلدون جلد ششم ص ۲۴۵، [2] طبقات الاطبا جلد ۲ صـ۷۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نماز پڑھتے رہے، وہ برہنہ سر کھڑا رہا، اس موقع پر اس کی سخت تذلیل کی گئی، منصور نے اس کے بعد اس کا قصور معاف کر دیا، اور وہ آزادی کے ساتھ قرطبہ میں رہنے لگا لیکن چونکہ اس کا کوئی عہدہ بحال نہیں ہوا تھا، اس لیے نہایت مفلسانہ زندگی بسر کرتا تھا، اور زیادہ تر تصنیف و تالیف میں وقت گزارتا تھا[۱] آثار الادھار کی روایت ہے لیکن اس کے برخلاف آثار الادھار کی ایک روایت اور یہ ہے کہ مراکش میں پہنچ کر ابن رشد کو دربار میں بلانا چاہا اور اتفاق سے اس کے اسباب بھی پیدا ہو گئے اس وقت مراکش کا جو قاضی تھا اس کے ظالمانہ طرز عمل کی شکایتیں منصور تک پہنچیں اور منصور نے اس قاضی کو برطرف کر کے فوراً اس جگہ پر ابن رشد کا تقرر کر دیا لیکن یہ دونوں روائتیں غلط ہیں کیونکہ ابن رشد اور اس کے رفقاء ۵۹۵ھ میں رہا کئے گئے ہیں اور علامہ ابن ابی اصیبعہ کی روایت کے مطابق ابن رشد نے مراکش میں ۵۹۵ھ کے آغاز میں ناصر کی آغاز سلطنت میں وفات پائی ہے[۲]، انصاری نے دن، مہینہ اور تاریخ کی بھی تعین کر دی ہے، اور لکھا ہے کہ اس نے جمعرات کے دن ۹ صفر ۵۹۵ھ کو وفات پائی[۳]،،

مؤرخین نے ابن رشد کی رہائی کے مہینہ اور تاریخ کی تعین نہیں کی ہے، تاہم اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ اس کی رہائی یکم محرم ۵۹۵ھ میں ہوئی تو رہائی کے بعد وہ صرف ایک مہینہ نو دن تک زندہ رہا، اس لیے اس قلیل مدت میں نہ وہ تصنیف و تالیف میں وقت گزار سکتا تھا، نہ مراکش کا قاضی مقرر ہو سکتا تھا، فرح انطون نے لکھا ہے کہ ابن رشد رہائی کے بعد ایک سال سے زیادہ زندہ نہیں رہا۔

وفات بہرحال اس نے رہائی کے چند ہی دنوں کے بعد ۹ صفر ۵۹۵ھ جمعرات کی شب کو بہ مقام مراکش وفات پائی، اور مراکش کے باہر باب تاغزوت کے قبرستان میں دفن کیا گیا، یہاں وہ تین مہینے تک دفن رہا، اس کے بعد اس کی ہڈیاں نکال کر قرطبہ میں لائی گئیں، اور مقبرہ ابن

---

[۱] طبقات الاطباء جلد دوم [۲] ترجمہ رینان ص ۳۵ [۳] فرح انطون ص ۲۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عباس میں اس کے آباء و اجداد کے گنبد میں دفن کی گئیں،

ابن العربی کا بیان ہے کہ انہوں نے مراکش میں بچشم خود دیکھا تھا کہ ابنِ رشد کی لاش قرطبہ لے جانے کے لیے سواری پر رکھی جا رہی ہے، مگر لاون افریقی کہتا ہے کہ اس نے ابن رشد کی قبر اور کتبہ مراکش میں باب حمالان کے قریب دیکھا ہے[۱]،

عام مورخین کی تصریحات کے مطابق ابن رشد نے ۵۹۵ھ وفات پائی اور چونکہ اس کا سال ولادت ۵۲۰ھ ہے اس لیے، وفات کے وقت اس کی عمر ۷۵ سال کی تھی، لیکن عبدالواحد مراکشی نے لکھا ہے کہ ابنِ رشد نے ۵۹۴ھ کے آخر میں انتقال کیا اور اس وقت اس کی عمر تقریباً اسی سال کی تھی پھر امیر المومنین ابو یوسف نے اس تاریخ کے چند ہی دنوں کے بعد ماہ صفر کی ابتداء میں ۵۹۵ھ وفات پائی[۲]، عبدالواحد مراکشی کا یہ بیان اگرچہ عام مورخین کے بیان سے کسی قدر مختلف ہے تاہم بہت زیادہ مختلف نہیں ہے چنانچہ رینان لکھتا ہے کہ

"عبدالواحد اور ذہبی بھی اس تاریخ سے زیادہ انحراف نہیں رکھتے ان کے بیان کے مطابق ابنِ رشد کی وفات آخر ۵۹۴ھ (مطابق اگست یا ستمبر ۱۱۹۸ھ میں واقع ہوئی تھی[۳]،"

مولوی محمد یونس مرحوم فرنگی محلی سوانح ابنِ رشد کے حاشیے میں لکھتے ہیں کہ

"ابن ابی اصیبعہ نے مقام پر سخت دھوکے کھاتے ہیں ایک جگہ وہ لکھتے ہیں کہ منصور کے بعد اس کا بیٹا الناصر بھی ابنِ رشد کی تعظیم و توقیر کرتا تھا، اور الناصر ربیع الاول ۵۹۵ھ مطابق ۲ جنوری ۱۱۹۹ء میں تخت حکومت پر بیٹھا، پھر لکھتا ہے کہ ابنِ رشد نے اوائل ۵۹۵ھ میں وفات پائی، پھر لکھتے ہیں کہ ۵۹۵ھ میں

---

[۱] ترجمہ رینان ص ۳۶ [۲] المعجب فی تلخیص اخبار المغرب ص ۲۲۵،

[۳] ترجمہ رینان ص ۳۶،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منصور نے ابنِ رشد کا قصور معاف کیا، یہ تینوں بیان متناقض ہیں[1]"،

لیکن ہمارے نزدیک ابنِ ابی اصیبعہ کے ان بیانات میں کوئی تناقض نہیں ہے اس نے یہ کہیں نہیں لکھا ہے کہ منصور کے بعد اس کا بیٹا الناصر بھی ابنِ رشد کی تعظیم و توقیر کرتا تھا اس نے صرف اس قدر لکھا ہے کہ ابنِ رشد منصور کی حکومت میں بارسوخ اور معزز تھا اور اسی طرح اس کا بیٹا ناصر بھی اس کی بہت زیادہ عزت کرتا تھا[2]، جس کے معنی یہ ہیں کہ اپنی تخت نشینی سے پہلے اپنے باپ کی طرح وہ بھی ابنِ رشد کی عزت کرتا تھا ۵۹۵ھ کے آغاز میں ابنِ رشد کی وفات اور اسی سنہ میں اس کے عفو قصور میں تو کوئی تناقض ہی نہیں، کیونکہ مورخین کا عام بیان ہے کہ وہ عفو قصور کے چند ہی دنوں بعد مرگیا، اس لیے یہ دونوں باتیں اوائل ۵۹۵ھ میں واقع ہوسکتی ہیں، البتہ ابن ابی اصیبعہ کا یہ بیان کہ ابنِ رشد نے اوائل ۵۹۵ھ میں ناصر کی حکومت کے ابتدائی زمانے میں انتقال کیا[3] غلط ہے کیونکہ ابنِ رشد ناصر کی تخت نشینی سے پہلے ہی اس کے باپ منصور کی وفات سے چند دنوں پہلے انتقال کرچکا تھا،

رینان نے ابنِ رشد کے سنہ وفات کے ذکر میں لکھا ہے کہ

"ابن ابی اصیبعہ بھی ابنِ رشد کی وفات کو ۵۹۵ھ کے آغاز میں واقع ہونا بیان کرتا ہے، مگر ایک مقام پر وہ خود یہ لکھ کر اپنی آپ تردید کرتا ہے کہ محمد الناصر نے جو یعقوب منصور کے بعد ۲۲ ربیع الاول ۵۹۵ھ (مطابق ۲ جنوری ۱۱۹۹ء) کو تخت نشین ہوا، ابنِ رشد کو اپنے دربار میں بلایا، اور مراحم شاہانہ سے سرفراز فرمایا تھا، یہ تردید اور زیادہ قوی ہو جاتی ہے جب کہ وہ کہتا ہے کہ ابن رشد کو دوبارہ دربار میں رسوخ اسی سال یعنی ۵۹۵ھ میں منصور ہی کے زمانہ میں حاصل ہوا تھا[4]"

---

[1] ابن رشد ص ۴۲ [2] طبقات الاطباء جلد دوم ص ۷۶ [3] ایضاً ص ۷۷، [4] ترجمہ رینان ص ۳۵-۳۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن ابن رشد کے سالِ وفات کے علاوہ ابن ابی اصیبعہ نے یہ تمام باتیں کہیں نہیں لکھی ہیں، صرف اس نے ابن رشد کی وفات کو ناصر کے ابتدائی دورِ حکومت کا واقعہ قرار دیا ہے جو یقیناً غلط ہے۔

آل و اولاد ابن رشد نے اپنی وفات کے بعد کئی اولادیں چھوڑیں، جن میں ایک بیٹے کا نام ابو محمد عبداللہ بن رشد تھا، اس نے طب میں مہارت حاصل کی، اور ناصر کے دربار میں طبی خدمات انجام دیتا تھا، اس کی ایک کتاب کا نام حیلۃ البرء تھا،[1]

دوسرے بیٹے کا نام احمد اور کنیت ابوالقاسم تھی، اپنے باپ اور محدث ابوالقاسم بن بشکوال سے علم حدیث کی تحصیل کی، بہت بڑا فقیہ، ذہین، عالی حوصلہ اور فیاض تھا، قضاءت کی خدمت اس کے متعلق ہوئی اور اس نے اس خدمت کو نہایت ایمانداری اور دیانتداری سے انجام دیا اس نے ۶۲۲ھ میں وفات پائی۔[2]

ان دونوں کے علاوہ غالباً ابن رشد کے اور لڑکے بھی تھے، چنانچہ علامہ ابن ابی اصیبعہ نے ابو محمد عبداللہ کے تذکرہ کے بعد بقیہ لڑکوں کا اجمالی تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے۔

وخلف ایضاً اولاداً اشتغلوا	ابن رشد نے اور لڑکے بھی چھوڑے
بالفقہ واستخدموا فی	جنھوں نے علم فقہ میں مہارت حاصل کی
قضاء الکور[3]	اور اضلاع میں قضاءت کی خدمت انجام دی

اخلاق و عادات ابن رشد کو اگرچہ ہر قسم کا جاہ و اعزاز حاصل تھا، لیکن بایں ہمہ نہایت متواضع و خاکسار تھا، اس کو شاہی درباروں میں بڑا تقرب حاصل تھا، لیکن اس تقرب سے اس نے بذاتِ خود نہ تو مال و دولت جمع کیا، نہ خود اپنی حالت کو بہتر بنایا، بلکہ اس سے اپنے شہر کے لوگوں کو خصوصاً اور اہلِ اندلس کو عموماً فائدہ پہنچایا۔[4]

---

[1] طبقات الاطباء جلد دوم ص ۷۶ [2] الدیباج المذہب ص ۵۲، [3] طبقات الاطباء جلد دوم ص ۷۷، [4] الدیباج المذہب ص ۲۸۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے وطن کا نہایت شیدائی تھا، ایک بار منصور کے دربار میں ابن رشد اور ابوبکر بن زہر میں یہ بحث ہوئی کہ اشبیلیہ اور قرطبہ میں کس کو ترجیح حاصل ہے، ابن زہر اپنے وطن اشبیلیہ کو ترجیح دیتا تھا، لیکن ابن رشد نے کہا کہ جب اشبیلیہ میں کوئی عالم مرجاتا ہے اور اس کی کتابوں کے فروخت کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے، تو وہ اس غرض کے لیے قرطبہ میں لائی جاتی ہیں لیکن قرطبہ میں جب کوئی گویا مرجاتا ہے، اور اس کے ترکہ کے فروخت کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے، تو اس کو اشبیلیہ میں لے جانا پڑتا ہے۔[1]

جدید کتابوں میں ابن رشد کے حلم و بردباری، رحم دلی، اور فیاضی کے متعدد مؤثر واقعات مذکور ہیں ایک بار ایک شخص نے مجمع عام میں اس کو برا بھلا کہا، اور اس کی سخت توہین کی لیکن ابن رشد اس کا نہایت مشکور ہوا کہ اس کی بدولت اس کو اپنے حلم و عفو کے ظاہر کرنے کا موقع ملا اور اس کے صلے میں کچھ روپے بھی اس کی نذر کئے، لیکن اس کے ساتھ اس کو نصیحت کی کہ اور وں سے یہ سلوک نہ کرنا کیونکہ ہر شخص اس قسم کے احسان کا قدر دان نہیں ہوتا۔

مدتوں قاضی رہا لیکن رحم دلی کی وجہ سے کسی کو سزائے موت نہیں دی، جب کبھی اس قسم کا موقع پیش آتا تو کسی اور کو اپنا قائم مقام کر دیتا۔

اس کی فیاضی دوست و دشمن کے لیے یکساں تھی کہا کرتا تھا کہ اگر میں صرف دوستوں کو دوں تو میں نے وہ کام کیا جس کو خود میرا دل چاہتا تھا، احسان و سخاوت یہ ہے کہ دشمنوں کے ساتھ سلوک کیا جائے، جس کو طبیعت بہ مشکل گوارا کر سکتی ہے۔[2]

ابن رشد پر اگرچہ الحاد و بیدینی کی تہمت لگائی گئی تھی، اور جرم میں اس کو جلاوطن کیا گیا تھا، لیکن درحقیقت وہ فرائض مذہبی کا پابند اور اس الزام سے بری تھا، انصاری

---

[1] نفح الطیب جلد اوّل ص ۲۱۶ [2] آثار الادھار ص ۲۲۲، بحوالہ سوانح ابن رشد مولوی محمد یونس مرحوم فرنگی محلی،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی روایت ہے کہ ایک بار ابنِ رشد کے الحاد اور بیدینی کا تذکرہ ہوا، تو ابو محمد عبدالکبیر نے کہا کہ اس کی ظاہری حالت سے اس کی تائید نہیں ہوتی، میں اس کو خود دیکھتا تھا کہ وہ نماز پڑھنے کے لیے گھر سے نکلتا تھا تو وضو کے پانی کا اثر اس کے پاؤں پر ہوتا تھا مجھے اس پر گرفت کرنے کا کوئی موقع نہیں ملا، البتہ اس سے ایک بہت بڑی لغزش ضرور ہوئی ہے[۱] (اس کے بعد انہوں نے طوفان کے واقعہ کا ذکر کیا)

ابنِ رشد کی تصنیفات ابنِ رشد خالص علمی آدمی تھا، اور بچپن سے لے کر بڑھاپے تک علمی مشاغل میں مصروف رہا، بیان کیا جاتا ہے کہ سنِ شعور تک پہنچنے کے بعد اس پر صرف دو راتیں ایسی گذریں جن میں اس کو اپنا مطالعہ چھوڑنا پڑا، ایک وہ رات جس میں اس کے باپ نے وفات پائی، دوسری وہ رات جس میں اس کی شادی ہوئی، ان دونوں راتوں کے علاوہ وہ ہمیشہ بحث و مطالعہ اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہا اور تقریباً دس ہزار صفحے لکھے۔

ابنِ رشد کی تصنیفات کی تعداد میں سخت اختلاف ہے، الدیباج المذہب میں اس کی چند کتابوں کا نام لکھ کر لکھا ہے کہ اس کے علاوہ اس کی اور بہت سی تصنیفات ہیں جن کی تعداد ساٹھ سے[۲] زیادہ ہے، ابنِ ابی اصیبعہ نے اس کی پچاس کتابوں کے نام لکھے ہیں اور ذہبی نے اس کی تصنیفات کی تعداد ۷۵ بتائی ہے لیکن ان میں کوئی تعداد صحیح نہیں ہے کیونکہ ابن ابی اصیبعہ نے کئی کتابوں کی غلط نسبت اس کی طرف کر دی ہے، اور کئی کتابوں کے نام چھوڑ گیا ہے اور ذہبی کی فہرست میں ایک ہی کتاب کا نام کئی جگہ آگیا ہے[۳]، اس کوریال لائبریری کے ایک عربی نسخے (نشان ۸۷۹) میں جہاں ابن سینا فارابی اور ابنِ

---

[۱] الدیباج المذہب ص ۲۸۴، ۲۸۵ [۲] ترجمہ رینان ص ۹۸، سوانح ابن رشد مولوی محمد یونس مرحوم ص ۱۱۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رشد کی تصنیفات کی فہرست دی ہے وہاں ابنِ رشد کے نام کے نیچے فلسفہ طب، فقہ اور کلام پر اٹھتر کتابیں لکھی ہیں۔[1]

ان تمام روایتوں کو یکجا کر کے مولوی محمد یونس مرحوم فرنگی محلی نے اپنی طرف سے حذف و اصلاح کے ساتھ ابنِ رشد کی تصنیفات کی ایک مکمل فہرست مرتب کی ہے جس کو ہم اس موقع پر درج کرتے ہیں۔

فلسفہ کی تصنیفات

شمار	نام کتاب	موجود یا غیر موجود	عرب مورخین کی روایت	کیفیت
۱۔	جواہر الکون یا اجرام علویہ	× ×	ابن ابی اصیبعہ و ذہبی	اس کو ریال لائبریری کی فہرست میں اس نام کی کئی کتابوں کا تذکرہ ہے، غالباً اس مضمون پر ابنِ رشد نے مختلف اوقات میں کئی رسالے لکھے ہیں۔

[1] ترجمہ رینان ص ۶۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شمار	نام کتاب	موجود یا غیر موجود	عرب مورخین کی روایت	کیفیت
۲	مقالۃ فی اتصال العقل المفارق بالانسان	یہ دونوں رسالے لاطینی اور عبرانی	ابن ابی اصیبعہ و ذہبی	
۳	مقالۃ فی اتصال العقل بالانسان	، زبانوں میں موجود ہیں		
۴	مقالہ اس مضمون پر کہ عقل ہیولانی صور مفارقہ کا تعقل کر سکتی ہے یا نہیں	عبرانی اور لاطینی میں موجود ہے	ابن ابی اصیبعہ	اس مضمون پر نام کے تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ دو رسالے لاطینی میں ہیں ایک وینس میں سینٹ لارک لائبریری میں، دوسرا امپریل لائبریری پیرس میں
۵	شرح رسالہ اتصال العقل بالانسان لابن باجہ	اسکوریال لائبریری میں موجود ہے	ذہبی	
۶	المسائل المنطقیہ	عبرانی زبان میں ایک نسخہ موجود ہے۔		

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شمار	نام کتاب	موجود یا غیر موجود	عرب مورخین کی روایت	کیفیت
۷	المقائس الشرطیہ	اسکوریال لائبریری میں موجود ہے	ذہبی و	
۸	مقالۃ فی المقدمۃ المطلقہ	لاطینی نسخے موجود ہیں	ذہبی	
۹	تلخیص منطقیاتِ ارسطو	عبرانی اور اصل عربی میں موجود ہے		غالباً یہی کتاب ہے جس کو ابن ابی اصیبعہ نے الضروری فی المنطق کے نام سے لکھا ہے
۱۰	مبادی الفلسفہ	اصل عربی نسخہ اسکوریال لائبریری میں موجود ہے		یہ کتاب حسبِ ذیل بارہ رسالوں پر مشتمل ہے[1] موضوع و محمول کی بحث (۲) تعریف کی حقیقت (۳)[1] انالوطیقا الاولی (۴) انالوطیقا الثانیہ (۵) قضایا (۶) قضیہ

[1] یہ تیرہ رسالے ہوتے ہیں، لیکن رینان نے انالوطیقا الثانیہ کو بھی تیسرے نمبر میں شامل کر لیا ہے۔ اس لیے کل بارہ رسالے ہوتے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شمار	نام کتاب	موجود یا غیر موجود	عرب مورخین کی روایت	کیفیت
				صادقہ و کاذبہ (۷) قضیہ دائمہ وضروریہ (۸) نظر و ترتیب نظر (۹) لزوم نتیجہ، (۱۰) قیاس اقترانی کے متعلق فارابی کے خیالات پر نقد و تبصرہ (۱۱) قوائے نفسیہ (۱۲) قوت سامعت (۱۳) حواس اربعہ،
۱۱	شرح کتاب الجمہوریہ لافلاطون	اسکوریال لائبریری کی فہرست میں اس کا تذکرہ ہے، اور عبرانی ولاطینی زبانوں میں اس کے نسخے موجود ہیں		
۱۲	مقالہ اس موضوع پر کہ فارابی نے منطق پر جو کچھ لکھا ہے وہ ارسطو کے خیال کے مطابق ہے یا	اسکوریال لائبریری میں موجود ہے	ابن ابی اصیبعہ	

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شمار	نام کتاب	موجود یا غیر موجود	عرب مورخین کی روایت	کیفیت
	اس سے کچھ زائد یا ناقص ہے			
۱۳	تلخیص مقالات ابونصر فارابی فی المنطق	اسکوریال لائبریری میں موجود ہے		
۱۴	کتاب فیما خالفہ ابوالنصر ارسطاطالیس فی کتاب البرہان من ترتیبہ وقوانین البرہان والحدود		ابن ابی اصیبعہ	
۱۵	ایک مقالہ میں اس بات سے بحث کی ہے کہ ابن سینا نے موجودات کی تقسیم ممکن علی الاطلاق ممکن بالذات و واجب بالغیب واجب بالذات کی جانب جو کی ہے وہ غلط ہے	عبرانی زبان میں امپیریل لائبریری پیرس میں موجود ہے	ایضاً	
۱۶	تلخیص الالٰہیات النقولاؤس	اسکوریال لائبریری میں موجود ہے	ابن ابی اصیبعہ	
۱۷	مقالہ اس بحث میں کہ کیا خدا جزئیات کا عالم ہے؟	اسکوریال لائبریری		
۱۸	مقالہ فی القدم والحدوث		ذہبی	

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شمار	نام کتاب	موجود یا غیر موجود	عرب مورخین کی روایت	کیفیت
۱۹	کتاب فی الفحص عن مسائل وقعت فی العلم الالٰہی فی کتاب الشفاء لابن سینا	ابن ابی اصیبعہ		
۲۰	ایک کتاب میں یہ ثابت کیا ہے کہ دوادلّی پر جو اعتراضات کئے جاتے ہیں، وہ باطل ہیں بلکہ ارسطو نے اس کے وجود پر جو دلیل قائم کی ہے وہ صحیح ہے	ابن ابی اصیبعہ		
۲۱	مقالہ فی الزمان		ابن ابی اصیبعہ وذہبی	
۲۲	المسائل الفلسفیہ			
۲۳	رسالہ فی العقل والمعقول	اصل عربی نسخہ اسکوریال لائبریری میں موجود ہے	ابن ابی اصیبعہ نے اس کے قریب قریب رسالۃ العقل کا ذکر کیا ہے،	
۲۴	شرح کتاب العقل لاسکندر افرودوسی	عبرانی زبان میں اسکوریال لائبریری پیرس میں موجود ہے		
۲۵	بعض الاسئلۃ علی کتاب النفس	ذہبی		

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمبر شمار	نام کتاب	موجود یا غیر موجود	عرب مورخین کی روایت	کیفیت
۲۶	مقالۃ فی علم النفس		ذہبی	
۲۷	مقالۃ اخری فی علم النفس		ذہبی	
۲۸	المسائل علی الافلاک و الارض			

۲

طبی تصنیفات

۱	کتاب الکلیات	بعض اجزاء اصل عربی میں اور لاطینی زبان میں اسکوریال لائبریری میں موجود ہیں	ابن ابی اصیبعہ و ذہبی و ذہبی و ابن الآبار	
۲	شرح الآجوزہ	اصل عربی اسکوریال میں آکسفورڈ میں، لنڈن میں اور پیرس میں موجود ہے	ابن ابی اصیبعہ و ذہبی و حاجی خلیفہ	
۳	مقالہ فی التریاقی	اصل عربی اسکوریال میں اور عبرانی و لاطینی زبانوں میں دوسرے کتب خانوں میں موجود ہے	ابن ابی اصیبعہ و ذہبی	
۴	کلام علی مسئلۃ من العلل	عبرانی زبان میں ہے اور	ذہبی	

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شمار	نام کتاب	موجود یا غیر موجود	عرب مؤرخین کی روایت	کیفیت
	والاعراض	لیڈن میں موجود ہے		
۵	تلخیص کتاب التعرف لجالینوس		ابن ابی اصیبعہ	
۶	تلخیص کتاب القوی الطبیعۃ لجالینوس		ابن ابی اصیبعہ	
۷	تلخیص کتاب العلل و الاعراض لجالینوس		ابن ابی اصیبعہ	یہ تینوں کتابیں اصل عربی میں اسکوریال لائبریری میں موجود ہے
۸	تلخیص کتاب الاسطقسات لجالینوس			
۹	تلخیص کتاب حیلۃ البر لجالینوس			
۱۰	تلخیص کتاب المزاج لجالینوس			اسکوریال لائبریری میں موجود ہیں
۱۱	تلخیص کتاب الحمیات لجالینوس	ان پانچوں کتابوں کا تذکرہ ابن ابی اصیبعہ نے کیا ہے		
۱۲	تلخیص کتاب الادویۃ المفردہ لجالینوس			

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شمار	نام کتاب	موجود یا غیر موجود	عرب مورخین کی اطلاعات	کیفیت
۱۳	مقالۃ فی المزاج	عربی زبان میں اسکوریال میں موجود ہے	ابن ابی اصیبعہ	یہ تلخیص کتاب المزاج لجالینوس کے علاوہ ہے
۱۴	مقالۃ فی حیلۃ البرء	عبرانی زبان میں موجود ہے		یہ حیلۃ البرء لجالینوس کی تلخیص کے علاوہ ہے
۱۵	مقالۃ فی المزاج المعتدل	اسکوریال میں ہے	ذہبی	
۱۶	De-spermate	لاطینی زبان میں اسکوریال میں ہے		
۱۷	canon[illegible] de [illegible] disinis laxat ives	لاطینی زبان میں اسکوریا میں ہے		
۱۸	مقالۃ فی نوائب الحمی،		ابن ابی اصیبعہ	
۱۹	مقالۃ فی حمیات العفن		ابن ابی اصیبعہ	
۲۰	مراجعات ومباحث بین ابی بکر ابن الطفیل وبین ابن رشد فی رسمہ الدواء فی کتاب الموسوم بالکلیات		ابن ابی اصیبعہ	ان کے علاوہ اور کتابیں بھی ابن رشد کی جانب منسوب ہیں مگر ان کی صحت مشتبہ ہے

۳

فقہ واصول فقہ کی تصنیفات

شمار	نام کتاب	موجود یا غیر موجود	عرب مورخین کی اطلاعات	کیفیت
۱	بدایۃ المجتہد	اسکوریال لائبریری	ابن الابار ابن ابی	چھپ گئی ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شمار	نام کتاب	موجود یا غیر موجود	عرب مؤرخین کی تصریحات	کیفیت
	نہایۃ المقتصد	میں موجود ہے	اصیبعہ، حاجی خلیفہ ابن فرحون	
۲	خلاصۃ المستصفی للغزالی فی اصول الفقہ	اسکوریال لائبریری میں موجود ہے	ابن الابار، ابن فرحون ابن ابی اصیبعہ	
۳			لیون افریقی	اس کا نام لاطینی زبان میں پڑھا نہیں گیا،
۴	اسباب الاختلاف	تین جلدوں میں عربی زبان میں اسکورل لائبریری میں موجود ہے		ابن رشد کی جانب اس کتاب کی نسبت میں شبہ ہے، غالباً یہ کتاب ابن رشد کے دادا کی تصنیف ہے
۵	الدروس الکاملۃ فی الفقہ	اسکوریال لائبریری میں عربی زبان مں موجود ہے		یہ اصلی نام نہیں ہے رینان نے جو نام ذکر کیا ہے، اس کا ترجمہ ہے۔ غالباً یہ اگلی کتاب کے ایک حصہ کا دوسرا نام ہوگا
۶	مقالۃ فی الضحایا	اسکوریال لائبریری میں موجود ہے۔		

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شمار	نام کتاب	موجود یا غیر موجود	عرب مورخین کی روایت	کیفیت
۷	فرائض السلاطین و الخلفاء	اسکوریال لائبریری میں موجود ہے		
۸	منہاج الاولہ	ابن ابی اصیبعہ	ابن ابی اصیبعہ	

ابن ابی اصیبعہ نے فقہ کی دو تصنیفات کا اور ذکر کیا ہے، کتاب التحصیل اور کتاب المقدمات اور کتاب التحصیل کے متعلق یہ تفصیل بھی دی ہے، کہ اس میں ابن رشد نے صحابہ، تابعین، اور ائمہ کے اختلاف بیان کئے ہیں ہر ایک کے دلائل کی تشریح کی ہے اور پھر خود محاکمہ کیا ہے لیکن اصل میں ابن ابی اصیبعہ کو دھوکا ہوگیا ہے یہ دونوں کتابیں ابن رشد کے دادا کی ہیں جو ابن رشد اکبر کہلاتا ہے کتاب المقدمات مدونہ امام مالک کی شرح ہے، اور اب مصر میں چھپ گئی ہے[1]

(۴)

علم کلام کی تصنیفات

شمار	نام کتاب	موجود یا غیر موجود	عرب مورخین کی روایت	کیفیت
۱	فصل المقال فیما بین الحکمۃ والشریعۃ من الاتصال	اسکوریال میں عربی زبان میں اور پیرس میں عبرانی زبان میں موجود ہے	ابن ابی اصیبعہ و ذہبی	اس کتاب کو پہلے پہل عربی میں جی، ایچ مولر نے میونخ (جرمنی) سے شائع کیا، اس کے بعد اس کی نقلیں مصر میں بھی شائع ہوئیں اس کو بھی پہلے پہل جی۔ ایچ مولر نے چھاپا تھا۔
۲	ذیل فصل المقال	اسکوریال میں موجود ہے		

[1] ابن رشد صد ۱۲۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شمار	نام کتاب	موجود یا غیر موجود	عرب مورخین کی روایت	کیفیت
۳	ایک رسالہ اس مضمون پر کہ عالم کے حدوث کے متعلق فلاسفہ اور متکلمین کے درمیان حقیقۃً کوئی اختلاف نہیں	اسکوریال میں موجود ہے	ابن ابی اصیبعہ ذہبی	
۴	کشف الادلہ	اسکوریال میں عربی میں اور پیرس اور لیڈن میں عبرانی زبان میں موجود ہے	ابن ابی اصیبعہ ذہبی	اس کو بھی پہلے پہل جی ایچ مولر نے چھاپ کر شائع کیا تھا
۵	شرح عقیدۂ ابن تومرت الامام المہدی	اسکوریال میں موجود ہے	ذہبی	اس میں عقائد ابن تومرت کو عام طور پر تسلیم کیا ہے
۶	تہافتہ تہافتہ الفلاسفہ	اصل عربی میں موجود ہے	اصل عربی میں موجود ہے	چھپ گئی ہے

۵

علم ہیئت کی تصنیفات

	تلخیص المجسطی	عبرانی زبان میں کئی کتب خانوں میں موجود ہے		اس کتاب کا لاطینی زبان میں ترجمہ نہیں ہوا
۲	مایحتاج الیہ من کتاب اقلیدس فی المجسطی	اسکوریال میں موجود ہے	ذہبی	

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمبر شمار	نام کتاب	موجود یا غیر موجود	عرب مورخین کی روایت	کیفیت
۳	مقالہ فی حرکۃ الفلک		ابن ابی اصیبعہ	
۴	مقالۃ فی تدویرسنیۃ الافلاک والثوابت	اسکوریال میں موجود ہے		

۶

علم نحو کی تصنیفات

۱	کتاب الضروری فی النحو	اسکوریال میں موجود ہے	ابن الابار، ذہبی ابن فرحون	
۲	مقالۃ فی الکلمۃ والاسم المشتق	اسکوریال میں موجود ہے	ذہبی	

مذکورۂ بالا تصنیفات جو حذف و اصلاح کے ساتھ ذکر کی گئی ہیں، ان کی تعداد ۶۸ ہے جو ذہبی اور ابن ابی اصیبعہ دونوں کے کلام سے مختلف ہے اور ایک حد تک یہ تعداد صحیح بھی ہے کیونکہ اس کی بنیاد زیادہ تر اسکوریال لائبریری اور یورپ کے دیگر کتب خانوں کی فہرستیں ہیں، جہاں یہ کتابیں مدت سے محفوظ رہ گئی ہے۔

اس فہرست کے درج کرنے کے بعد ہم ابن رشد کی تصنیفات پر مختلف حیثیتوں سے بحث کرتے ہیں۔

(۱) ابن رشد اگرچہ کثیر التصنیف تھا لیکن اس کی تصنیفات مشرق میں بہت کم پھیلیں اندلس میں بے شبہ ان کا کافی ذخیرہ موجود تھا لیکن محکمۂ انکوائزیشن کے ایک افسر کارڈنل زمی تیز نے اندلس کی اسلامی سلطنت کے زوال کے بعد غرناطہ کے میدان میں ۸۰ ہزار سے زیادہ عربی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتابوں کو نذر آتش کر دیا تھا جن میں ابنِ رشد کی تصنیفات بھی شامل تھیں اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی تصنیفات کے اصلی متون نادر الوجود ہو گئے [1] مشرق میں مصر اور قسطنطنیہ میں اسلامی تصنیفات کا بڑا ذخیرہ موجود ہے لیکن مصر کے کتب خانہ خدیویہ میں اس کی صرف چار کتابیں موجود ہیں ۔

(۱) شرح ارجوزۃ الطب لابن سینا (۲) فصل المقال و ذیلہ (۳) کشف مناہج الادلہ (۴) تلخیص کتاب ارسطاطالیس فی المنطق قسطنطنیہ کے کتب خانے اس کی تصنیفات سے بالکل خالی ہیں ، البتہ حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں ابنِ رشد کی تین کتابوں یعنی شرح ارجوزۃ الطب، ہدایۃ المجتہد اور تہافتہ التہافتہ کا ذکر کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کتابوں کے قلمی نسخے مشرق میں ضرور موجود ہوں گے ۔ ہندوستان کے ایک غیر مشہور کتب خانہ مسجد آرہ میں ابنِ رشد کی تلخیص منطق کے دو ٹکڑے موجود ہیں۔ تلخیص باریمناس اور تلخیص انا لوطیقا الاولی، گلیوم پوسٹل، کو مشرق سے ابنِ رشد کی تلخیص منطق کا ایک نسخہ ملا تھا جس میں تلخیص علم الخطابتہ اور تلخیص کتاب الشعر بھی داخل ہے قلمی نسخوں کے علاوہ اس کی مطبوعہ کتابیں جو عام طور پر مشرق میں ملتی ہیں وہ حسب ذیل ہیں ۔

۱ تہافتہ التہافتہ ،

۲ فصل المقال

۳ الکشف عن مناہج الادلتہ ،

۴ القسم الرابع من وراء الطبیعتہ ،

۵ بدایتہ المجتہد و نہایتہ المقتصد ۔

لیکن اس کی تصنیفات کے عربی نسخے یورپ کے کتب خانوں میں بہ کثرت محفوظ ہیں ، بالخصوص اسکوریال لائبریری میں، جو اسپین کے دارالسلطنت میڈرڈ سے چالیس کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے اسکوریال لائبریری کے علاوہ یورپ کے حسب ذیل کتب خانوں میں اس کی عربی

---

[1] فرح انطون ص ۳۱ ، ترجمہ رینان ص ۸۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تصنیفات موجود ہیں۔

۱ - امپیریل لائبریری پیرس (فرانس)

۲ - بوڈلین لائبریری آکسفورڈ (انگلستان)

۳ - لارنشائن لائبریری فلارنس (اٹلی)

۴ - لیڈن لائبریری،

امپیریل لائبریری پیرس اور بوڈلین لائبریری آکسفورڈ میں اس کی تصنیفات کے بعض عربی نسخے عبرانی رسم الخط میں لکھے ہوتے موجود ہیں، جن سے زیادہ تر یہودی کام لیتے تھے، ابن رشد کی فلسفیانہ تصنیفات سے زیادہ اس کی طبی تصنیفات کے نسخے یورپ کے کتب خانوں میں محفوظ ہیں چنانچہ اسکوریال لائبریری میں اس کی طبی تصنیفات کے عربی نسخے حسب ذیل ہیں، شرح ارجوزہ لابن سینا، شرح جالینوس، مقالۃ فی التریاق اور کتاب الکلیات، اگرچہ ابن رشد کی تصنیفات کے اصل عربی نسخے یورپ کے کتب خانوں میں کم ہیں لیکن اس کی تصنیفات کے لاطینی اور عبرانی تراجم یورپ کے تمام بڑے بڑے کتب خانوں میں کثرت سے موجود ہیں کہ عبرانی زبان میں تورات کے بعد ابن رشد کی تصنیفات سے زیادہ اور کسی کتاب کی اشاعت نہیں ہوئی۔ چنانچہ جن کتب خانوں میں اس کی تصنیفات کے عبرانی تراجم موجود ہیں ان کے نام حسب ذیل ہیں۔

۱ - امپیریل لائبریری اس میں ابن رشد کی تصنیفات کے عربی تراجم کی تعداد ۵۹ ہے

۲ - وائنا لائبریری (آسٹریا) ۴۰ ہے

۳ - کتب خانہ ڈی روسے ایبے واقع فرانس میں ۲۸ ہے

اسی طرح ابن رشد کی تصنیفات کے لاطینی ترجمے بھی یورپ کے کتب خانوں میں بہ کثرت موجود ہیں بالخصوص ان کتب خانوں میں جو قرون متوسط کے فلسفۂ مدرسیہ (اسکولاسٹک فلاسفی)

ؔ بوڈلین اور پیرس کے شاہی کتب خانوں میں بھی اس کے متعدد نسخے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مرکزی مقامات میں قائم کئے گئے، چنانچہ سلرابون واقع فرانس کے کتب خانہ میں اس کا کافی ذخیرہ موجود ہے۔

اگرچہ ابنِ رشد کی تصنیفات اصل عربی زبان میں بہت کم شائع ہوئیں لیکن ان کی تصنیفات کے عبرانی اور لاطینی تراجم بکثرت شائع ہوئے، ۱۵۶۰ء میں ریلوی، ڈی ٹرٹین سے پہلے پہل اس کی تلخیص منطق اور تلخیص طبیعات کے عبرانی تراجم شائع ہوئے اس کے بعد ۱۸۴۲ء میں گولڈ نتھل نے لیپزگ (جرمنی) سے اس کی تلخیص علم الخطابۃ کا عبرانی ترجمہ چھاپ کر شائع کیا۔

اس کی تصنیفات کے لاطینی تراجم جو ۱۴۸۰ء سے لے کر ۱۵۰۰ء تک ایک صدی کے اندر اندر شائع ہوئے، ان کی تعداد سو سے متجاوز تھی کوئی سال ناغہ نہیں ہوتا تھا کہ ابنِ رشد کی کوئی تصنیف شائع نہیں ہوتی ہو، اکیلے وینس (اٹلی) کے دارالاشاعت سے جو کتابیں شائع ہوئیں، وہ پچاس سے اوپر تھیں، اٹلی میں پیڈوا یونیورسٹی کا دارالطباعت اس بات کے لیے مشہور تھا کہ گویا اس نے ابنِ رشد کی تصنیفات کا حقِ طباعت اپنے لیے محفوظ کرا لیا ہے چنانچہ ۱۴۷۲ء، ۱۴۷۳ء، ۱۴۷۴ء میں تین سال کے اندر یہاں سے ارسطو کی متعدد تصنیفات ابنِ رشد کی شروح و تلخیصات سے مزین ہو کر شائع ہوئیں۔

اٹلی میں ابنِ رشد کی تصنیفات کی اشاعت کا دوسرا مرکز وینس کا دارالاشاعت تھا چنانچہ سب سے پہلے ۱۴۸۱ء میں ابنِ رشد کی تلخیص کتاب الشعراء اور فارابی کی تلخیص علم الخطابۃ ایک ساتھ شائع ہوئیں اس کے بعد ابنِ رشد کی تصنیفات کے متعدد ایڈیشن لگاتار نکلنے لگے چنانچہ ایک سال بعد ۱۴۸۲ء میں کتاب الکلیات اور رسالہ جواہر الکون کی باری آئی، ۱۴۸۳ء و ۱۴۸۴ء میں اندور رسولتے تین جلدوں میں ارسطو کے مکمل رسالے ابنِ رشد کی شروح و تلخیصات کے ساتھ شائع کئے ۱۴۸۹ء میں برنارڈنو ڈی ٹریڈینو نے دو یا تین جلدوں میں ارسطو کی مکمل تصنیفات کا دوسرا ایڈیشن نکالا اس کے بعد وینس میں یہ عام رواج ہو گیا کہ ہر سال ارسطو کی کوئی نہ کوئی کتاب جب شائع ہوتی تو حاشیہ پر ابنِ رشد کی شرح ضرور لگی ہوتی، چنانچہ ۱۴۹۵ء و ۱۴۹۶ء و ۱۴۹۷ء و ۱۵۰۰ء میں ابنِ رشد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی شروح کے ساتھ ارسطو کے متعدد ایڈیشن نکلے ۔

وینس (اٹلی) کے علاوہ یورپ کے دوسرے اہم علمی مرکزی مقامات سے بھی ابنِ رشد کے متعدد طبی اور فلسفیانہ شروح و رسائل لگاتار شائع ہوتے رہتے تھے، چنانچہ بولونگ سے ۱۵۰۱ء و ۱۵۲۳ء و ۱۵۸۰ھ میں روم (اٹلی) سے ۱۵۲۱ء میں پیویا سے ۱۵۰۷ء و ۱۵۲۰ء میں اسٹراسبرگ (مشرقی پروشیا) سے ۵۰۳ء و ۵۲۱ء میں (اٹلی) سے ۱۵۰۷ء اور ۱۵۴۷ء میں جنیوا (اٹلی) سے ۱۶۰۸ء میں ابنِ رشد کے متعدد ایڈیشن چھپ کر ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوتے لیونس سے بھی ۱۵۲۴ء و ۱۵۲۸ء، ۱۵۱۷ء و ۱۵۲۱ء، ۱۵۳۷ء و ۱۵۴۱ء میں ڈی ٹرینڈد کے اہتمام سے متعدد اڈیشن نکلے ۔

لیکن سولھویں صدی کے ختم ہوتے ہوتے ابن رشد بامِ شہرت سے گرنے لگا، سترہویں صدی کی ابتداء میں ابنِ رشد کا نام کچھ کچھ زندہ تھا لیکن نئی زندگی کو جس قدر استحکام حاصل ہوتا جاتا تھا قدماء کی شہرت خاک میں ملتی جاتی تھی، عقلیت کا نشو و نما اگرچہ سولھویں صدی سے شروع ہو گیا تھا لیکن اس کو استحکام سترہویں صدی سے حاصل ہوا، اس بناء پر سترہویں صدی کے آخر میں ابنِ رشد فارابی ابنِ سینا بلکہ خود ارسطو اور افلاطون کی کتابیں ہمیشہ کے لیے سپرد خاک کر دی گئیں اور اب اس زمانے میں ان کا مطالعہ محض قدامت پرستی اور قدماء کے خیالات سے حصول واقفیت یا نقد و تبصرہ کی غرض سے کیا جاتا تھا [1]

۲۔ ابنِ رشد نے ۳۶ برس کی عمر سے جب علوم و فنون میں اس کی استعداد بالکل مکمل ہو گئی، تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کیا، اس سنہ سے پہلے اس کی کسی تصنیف کا پتہ تاریخی حیثیت سے نہیں چلتا، اس کے بعد اس نے اپنی عمر کا نصف حصہ تصنیف و تالیف میں صرف کیا، اگرچہ اس کی تمام تصنیفات کے متعلق یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ اس نے کس سنہ میں کون کون سی کتابیں تصنیف

---

[1] مولوی یونس فرنگی محلی نے یہ مضمون زیادہ تر انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے متعدد ایڈیشنوں اور رینان کے تذکرہ ابنِ رشد سے اخذ کر کے لکھا ہے اور ہم نے اس کو ان کی کتاب ابنِ رشد سے بعینہٖ لے لیا ہے ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیں، تاہم حسب ذیل کتابیں اس نے جس سنہ میں لکھی ہیں، ان کی تفصیل حسب ذیل ہے

۳۶ -	سال کی عمر میں		کتاب الکلیات فی الطب،	
۴۳	"	"	الشرح الصغیر للجزئیات والحیوان	(بہ مقام اشبیلیہ)
۴۴	"	"	الشرح الوسیط للطبیعۃ والتحلیلات الاخیرہ	"
۴۵	"	"	شرح السماء والعالم	
۴۹	"	"	الشرح الصغیر للفصاحۃ والشعر والواسط لما الطبیعۃ	(بہ مقام قرطبہ)
۵۱	"	"	الشرح الوسط للاخلاق	
۵۲	"	"	بعض اجزاء من مادۃ الاجرام	(بہ مقام مراکش)
۵۴	"	"	الکشف عن مناہج الادلۃ	
۶۱	"	"	الشرح الکبیر للطبیعۃ	
۶۸	"	"	شرح غالینوس	
۷۰	سال کی عمر میں[1]		المنطق	(بہ زمانہ جلاوطنی)

(۴) ابن رشد نے اپنی کتابیں نہایت کثیر الاشغالی اور پریشانی کی حالت میں لکھی ہیں، وہ قاضی القضاۃ تھا اور اس عہدہ کے فرائض انجام دینے کے لیے اس کو مختلف مقامات کا دورہ کرنا پڑتا تھا، اسی حالت میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری رہتا تھا، چنانچہ وہ اپنی تصنیفات میں جابجا خود اپنی بے اطمینانی اور پریشانی کا ذکر کرتا ہے کتاب الحیوان ارسطو کے چوتھے حصے کی شرح میں جو ۵۶۵ھ میں ختم ہوئی لکھتا ہے کہ اس زمانے کے حالات و معاملات میں اس کی مصروفیت اس قدر ہے اور نیز اپنے مکان سے جو قرطبہ میں ہے اور جہاں اس کی سب کتابیں ہیں بہت دور پڑا ہوا ہے اس لیے ممکن ہے کہ اس سے کچھ سہو ہوگیا ہو جسے نظر اغماض سے دیکھنا چاہیے

---

[1] تاریخ فلاسفۃ الاسلام محمد لطفی جمعہ ص ۱۴۸،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۶۷ھ میں وہ اپنے وطن قرطبہ کی طرف واپس آیا، اور غالباً اسی زمانے میں اس نے ارسطو کی عظیم الشان شرح کی بنیاد ڈالی ہو گی، اس کتاب میں وہ جابجا شکایت کرتا ہے کہ "سرکاری کاموں کی وجہ سے فرصت نہیں ملتی انہی میں زیادہ وقت صرف ہو جاتا ہے اور اطمینانِ قلب باقی نہیں رہتا جو ایسے کاموں کے لیے لابدی ہے،" کتاب مختصر المجسطی کے مقالۂ اولی کے اخیر میں لکھتا ہے کہ مجھے مجبوراً اہم مسائل کی حد تک محدود رہنا پڑتا ہے میری مثال اس شخص کی سی ہے جس کے چاروں طرف آگ لگ اٹھی ہو اور صرف اتنا موقع باقی ہو کہ جو اشیاء بے حد ضروری ہیں وہی اپنے ساتھ لے جا کر جان بچالے[1]،" اس پریشانی اور بے اطمینانی کی حالت میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رکھنا اس کے انتہائی ذوقِ تصنیف پر دلالت کرتا ہے

۴۔ اگرچہ ابنِ رشد کی تصنیفات میں کوئی جدت اور اختراعی شان نہیں پائی جاتی، بلکہ طب میں اس کی معلومات صرف جالینوس کی کتابوں تک محدود ہیں اس کا فلسفہ صرف ارسطو سے ماخوذ ہے علم ہیئت میں وہ صرف مجسطی کا مرہونِ منت ہے اور اس کی فقہ وہی ہے جو اس کے معاصرین اور اس کے اسلاف ائمہ مالکیہ کی تھی، بلکہ علمِ فقہ میں اس کا دادا اس سے بہت زیادہ ممتاز تھا اس کی طبی تصنیفات بھی قانونِ شیخ کے درجہ کو نہ پہنچ سکیں لیکن بایں ہمہ اس کو قوتِ تنقید کے لحاظ سے خاص امتیاز حاصل ہے جو اس کے زمانے بلکہ اس کے بعد کے زمانے میں بھی بہت کم پائی جاتی تھی، چنانچہ رینان لکھتا ہے کہ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ابن رشد تحصیل علوم و مطالعۂ کتب میں معمولی علمائے اسلام سے زیادہ امتیاز رکھتا تھا جو کچھ دوسرے لوگ جانتے تھے، یہ بھی جانتا تھا یعنی فنِ طب میں جالینوس اور فلسفہ میں ارسطو اور ہیئت میں المجسطی سے سبھی واقفیت رکھتے تھے اور یہ بھی ان کا ماہر تھا لیکن تحصیلِ کتب کے علاوہ جو شے اسے حاصل تھی وہ ایک طرح کی قوت تنقید تھی، جو مسلمانوں میں کم ہوا کرتی ہے اور اس کے خیالات و مشاہدات

---

[1] ترجمہ رینان ص ۲۶، ۲۷،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ایسی باتیں نظر آتی ہیں جو اس کے زمانے کے افق علمی کو منور کر دیتی ہیں[1]

لیکن بایں ہمہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ابن رشد کے فلسفہ میں کوئی انوکھا پن ہی نہیں ہے گو خود اس نے شارح ہونے سے زیادہ کبھی دعویٰ نہیں کیا لیکن اس ظاہری تواضع کو دیکھ کر ہمیں دھوکے میں نہ پڑنا چاہیئے[2]

۵ ۔ اگرچہ ابن رشد فلسفۂ ارسطو کا بہت بڑا شارح ہے لیکن یہ نہایت افسوسناک بات ہے کہ وہ یونانی زبان سے بالکل ناواقف تھا اور اس ناواقفیت کی بناء پر اس نے جابجا نہایت فاش غلطیاں کی ہیں، مثلاً فیثاغورث (پائتھاگورس) اور پرُوطاگواس اور کریٹائل اور دیما کرلٹس میں وہ امتیاز نہیں کرتا اور دونوں کو ایک سمجھتا ہے ۔

ہیراکائٹ کو ہرقلیوں کا ایک فلسفیانہ فرقہ سمجھتا ہے جس کا سب سے پہلا حکم سقراط ہوا ہے،[3] ناموں کے ذکر میں یونانی زبان کی ناواقفیت کی وجہ سے اس نے جابجا اس قسم کی بکثرت غلطیاں کی ہیں، ارسطو کی تصنیفات کا ترجمہ سب سے پہلے شامی قوموں نے سریانی زبان میں کیا تھا لیکن بدقسمتی سے ابن رشد عربی زبان کے سوا دوسری زبانوں مثلاً سریانی، فارسی بلکہ خود اسپینی زبان سے بھی جو اس کی قومی زبان تھی، ناواقف تھا اس لیے اس نے ارسطو کی تصنیفات کی شرح ان عربی ترجموں کے ذریعہ سے کی، جو اس سے تین صدی پہلے حنین بن اسحاق، اسحاق بن حنین، یحییٰ بن عدی اور ابوبشر متی نے کیے تھے اور غالباً یہ غلطیاں انہی ترجموں کی وجہ سے ہوئی ہوں گی بہر حال ارسطو کی تصنیفات کا ترجمہ یونانی زبان سے شامی زبان میں، پھر شامی زبان سے عربی میں ہوا، یونانی اور شامی زبانوں کی نوعیتیں الگ الگ ہیں اور متین کی عبارت جس کی شرح کی ضرورت ہے کسی قدر زیادہ پیچیدہ ہے،

---

[1] ترجمہ رینان ص ۵۵ ـــــ ۵۶ [2] ترجمہ رینان ص ۸۸ [3] ایضاً ص ۵۶،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس لیے ان بار بار کے ترجموں سے ارسطو کے اصلی خیالات بہت کم باقی رہے ہوں گے، اس لیے ابن رشد جس کے ہاتھ میں صرف وہ ترجمے تھے جو اکثر جگہ سمجھ میں نہیں آتے تھے، کس طرح ہم لوگوں سے زیادہ کامیاب ہو سکتا تھا اس کا یہ احسان کیا کم ہے کہ اس نے بہت زیادہ غلطیاں نہیں کیں، اسحاق ونزدس کہتا ہے کہ یونانی زبان کی ناواقفیت کے باوجود جب اس نے ارسطو کے مفہوم کو اس قدر عمدہ طور پر سمجھا ہے تو وہ اگر یونانی زبان سے واقف ہوتا تو کیا کچھ نہ کرتا[1]

ارسطو کے خیالات سے واقفیت حاصل کرنے کے لیے اس زمانہ میں زیادہ سے زیادہ جو کوشش کی جا سکتی تھی وہ یہ تھی کہ اس کی تصنیفات کے مختلف ترجموں کا دقتِ نظری کے ساتھ مقابلہ کیا جائے اور ابن رشد نے اس دقتِ نظری سے ان کا مقابلہ کیا کہ ناواقف لوگ سمجھے کہ وہ خود یونانی زبان سے واقف تھا۔[2]

۶- ابن رشد کا طرزِ تحریر خشک اور ادبی لطافتوں سے خالی ہے اور وہ زیادہ تر اشخاص کا ذکر کرتا ہے، اور ان پر تنقید کرتا ہے یونانیوں میں وہ سب سے پہلے ارسطو کا نام لیتا ہے پھر جن یونانی فلسفیوں نے مثلاً اسکندر افرودسی وغیرہ نے اس کے فلسفہ کی شرحیں کی ہیں، ان پر تنقید کرتا ہے۔ عرب فلاسفہ میں اس نے مختلف اغراض سے سب سے زیادہ تنقید امام غزالی اور ابن سینا پر کی ہے امام غزالی کے ساتھ اس نے جو جنگ کی ہے اس میں امام غزالی کی حیثیت ایک بیرونی دشمن کی ہے کیونکہ امام غزالی نے فلسفہ پر حملہ کیا ہے اور ابنِ رشد نے فلسفہ کی جانب سے مدافعت کی ہے ابن سینا کے ساتھ وہ خانہ جنگی میں مصروف ہے اور اس کا سبب مذاہب کی تائید و تردید ہے اسکندر افرودسی وغیرہ کی شرحوں پر اس نے تنقید کی ہے اور ان کی غلطیاں ظاہر کی ہیں۔ ابنِ باجہ کا نام وہ نہایت مدحیہ الفاظ میں لیتا تھا اور اس کو اندلس میں فلسفہ کا

---

[1] ترجمہ رینان ص ۰۰۱ [2] تاریخ فلاسفۃ الاسلام محمد لطفی جمعہ ص ۱۵۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باپ کہتا ہے وہ اپنے مخالفین کے مقابل میں نہایت سخت لہجہ اختیار کرتا ہے[1] ارسطو کے ساتھ اس کی شیفتگی انتہائی درجہ کو پہنچی ہوئی ہے وہ اس کی بہت سی تعریف و توصیف کے بعد اخیر میں کہتا ہے کہ جس شخص کو یہ نعمتیں بخشی گئی ہوں اسے انسان کے بجائے دیوتا کہا جائے تو بجا ہے، ایک جگہ لکھتا ہے، ارسطو کے مسائل بالکل حق ہیں چونکہ اس کا دماغ ذکاوتِ انسانی کی انتہا ظاہر کرتا ہے اس لیے یہ کہنا درست ہوگا کہ خدا نے ہمیں اس قدر تعلیم دینے کے لیے اس شخص کو بھیجا تھا جس قدر کہ حاصل کرنا ہمارے امکان میں داخل ہے[2]،،

۷۔ ابنِ رشد نے اگرچہ ہر فن میں کتابیں لکھی ہیں لیکن فلسفیانہ کتابوں میں اس نے تین مقاصد کو خاص طور پر پیش نظر رکھا ہے۔

۱۔ یونانی کتابوں بالخصوص کتبِ ارسطو کی تشریح و تلخیص،

۲۔ ارسطو کے مقابلے میں ابنِ سینا، اور فارابی کی تغلیط،

۳ اشاعرہ متکلمین کا رد،

اس نے ارسطو کی کتابوں کی جو شرحیں لکھی ہیں وہ تین قسم کی ہیں،

۱۔ شرح بسیط ان شرحوں میں وہ ارسطو کے ہر ہر فقرے کو اس تصریح کے ساتھ نقل کرتا ہے کہ "ارسطو نے کہا ہے کہ" پھر نہایت تفصیل کے ساتھ "اقول" کے لفظ سے یعنی میں کہتا ہوں ان کی شرح کرتا ہے رینان کے خیال میں اس نے یہ طریقہ قرآن مجید کی تفسیر سے اخذ کیا ہے اور اس حیثیت سے وہ فارابی اور ابن سینا سے ممتاز نظر آتا ہے کیونکہ فارابی اور ابن سینا، ارسطو کی عبارتوں کو اپنی شرحوں میں مخلوط کر دیتے ہیں اور صرف تلخیص سے کام لیتے ہیں۔

۲۔ شرح متوسط ان میں اس نے ارسطو کا پورا متن نقل نہیں کیا ہے بلکہ اس کی عبارتوں

---

[1] تاریخ فلاسفۃ الاسلام محمد لطفی جمعہ ص ۱۵۳، ۱۵۴ [2] ترجمہ رینان ص ۶۲،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ابتدائی فقرے کو نقل کرکے فارابی کے طریقے پر اس کی شرح کی ہے۔

۳- ملخصات | ان میں وہ ارسطو کے متن سے تعرض نہیں کرتا، بلکہ بطور خود مطالب بیان کرتا ہے اس کی عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے شروح بسیط، شروح متوسط ملخصات کے بعد لکھی ہیں چنانچہ طبعیات کی شرح کبیر کے آخر میں جس کو اس نے ساٹھ سال کی عمر میں لکھا ہے اس نے تصریح کی ہے کہ اپنی عمر کے ابتدائی زمانے میں اس نے اس کی ایک مختصر سی شرح لکھی ہے، اسی طرح اس نے شروح متوسط میں یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ اس سے بڑی شرح بھی لکھے گا۔

ابن رشد نے تقریباً ارسطو کی کل کتابوں پر تینوں طرح کی شرحیں لکھی تھیں، ان میں انالوطیقا الثانیہ، کتاب الطبیعات، کتاب السماء کتاب النفس اور کتاب مابعدالطبیعات پر تینوں طرح کی شرحیں موجود ہیں جن میں بعض اصلی عربی زبان میں بعض عبرانی زبان میں اور بعض لاطینی زبان میں ہیں۔

ان کے علاوہ اور کتابوں کی ہر قسم کی شرحیں موجود نہیں ہیں بعض کتابوں کی صرف شروح متوسط موجود ہیں، بعض کتابوں کی شروح بسیط محفوظ ہیں اور بعضوں کی تینوں محفوظ ہیں البتہ ابن رشد نے ارسطو کی کتاب الحیوان کی پوری شرح غالباً نہیں لکھی، ابن ابی اصیبعہ اور عبدالواحد مراکشی نے کتاب الحیوان کا تذکرہ ضرور کیا ہے لیکن ذہبی نے صاف تصریح کی ہے کہ اس میں اول کے دس بابوں کی شرح شامل نہیں ہے ارسطو کی کتاب السیاستہ کی شرح بھی نہیں لکھی اور اس کے متعلق کتاب الاخلاق کی شرح میں یہ عذر کیا ہے کہ اس کتاب کا عربی ترجمہ اسپین میں نہیں ملتا۔ افلاطون کی کتاب الجمہوریہ کی جو شرح لکھی ہے اس میں بھی یہی عذر کیا ہے۔

بعض مستشرقین مثلاً ڈی، ولف، اور ڈی کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن رشد نے ارسطو کی کتاب الموسیقی کی بھی شرحیں لکھیں تھیں لیکن ابن رشد کے قدیم سوانح نگار اس کتاب کا تذکرہ نہیں کرتے غالباً یہ کتاب الشعر کی شرح ہے اور چونکہ عبرانی زبان میں شعر و موسیقی کے لیے ایک ہی لفظ مستعمل ہے اس لیے مستشرقین کو دھوکا ہوا اور وہ کتاب الشعر کو کتاب الموسیقی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمجھے قسطنطنیہ میں کتاب البنات کا ایک قدیم قلمی نسخہ بھی برنارڈ دینگرو کی نظر سے گزرا تھا لیکن ابن ابی اصیبعہ ذہبی اور عبدالواحد مراکشی نے ابنِ رشد کی تصنیفات میں اس کا تذکرہ نہیں کیا اور غالباً برنارڈ کو کسی کتاب پر غلط شبہ ہوگیا ہوگا ایک اور مستشرق کا بیان ہے کہ علم القیافہ پر بھی ابنِ رشد کی بعض کتابیں موجود ہیں، لیکن یہ سب غلط باتیں ہیں۔

فلسفۂ ابنِ رشد یورپ میں

حکمائے اسلام میں ابن سینا نے مشرق میں اور ابنِ رشد نے مغرب میں سب سے زیادہ شہرت حاصل کی لیکن مغرب میں ابنِ رشد کے فلسفہ کی اشاعت اسپین کے یہودیوں نے کی اس لئے مغرب میں ابنِ رشد کے فلسفے کی اشاعت سے پہلے ہم کو اسپین کے یہودیوں کی علمی حالت پر نظر ڈالنی چاہیئے۔ اندلس میں مختلف ممالک سے جلاوطن ہوکر یہودیوں کی بہت بڑی تعداد آباد ہوگئی تھی جو اسلامی فتوحات سے پہلے سخت ذلت و مصیبت کی زندگی بسر کرتی تھی لیکن اسلامی فتوحات کے بعد مسلمان فرمانرواؤں کے غیر متعصبانہ طرزِ عمل سے ان کو امن و امان نصیب ہوا اور وہ مسلمانوں کے دوش بدوش علوم و فنون میں ترقی کرنے لگے، اسلامی فتوحات سے پہلے یہودیوں میں ایک قسم کا فلسفہ رائج تھا، جس کو فلسفہ قبالہ کہتے ہیں اس فلسفہ کی بنیاد عقل کے بجائے وحی والہام اور مذہبی روایات پر قائم تھی اور یہودیوں کے اس مذہبی طرز کے لٹریچر سے عربوں کے لٹریچر کو بہت

لہ ابن رشد کے فلسفہ پر ہم نے جو کچھ لکھا ہے وہ صرف مولوی یونس مرحوم فرنگی محلی کی کتاب کی بلفظہٖ تلخیص ہے لیکن ہم نے اس کے فلسفہ کو صرف تاریخی حیثیت سے پیشِ نظر رکھا ہے فلسفہ کے خشک مسائل چھوڑ دیئے ہیں اس کی فقہ کو بھی نظر انداز کر دیا ہے البتہ اس کے علم کلام پر خود اختصار کے ساتھ لکھا ہے کہ وہ بھی فلسفہ کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیادہ مشابہت حاصل تھی اس لیے یہودیوں نے عربوں کے اثر کو تقریباً ہر ملک میں بہت جلد قبول کر لیا اور عربوں کے سایہ عاطفت میں یہودیوں میں ایک نئی روح پیدا ہوگئی اور دسویں صدی میں بغداد کے قریب بہ مقام سورا فلسفہ کے ایک نئے کالج کا سنگِ بنیاد رکھا گیا جس کا بانی ابو سعدیا تھا فلسفہ کے اس نئے اصول نے عربی اثر کو بہت جلد قبول کر کے یہودی قدیم فلسفہ کے بجائے ارسطو کے فلسفۂ مشائیہ کا درس دینا شروع کیا اور اسپین میں حکم کے مشہور طبیب حسدائے ابن اسحاق نے سب سے پہلے اس فلسفہ کی اشاعت کی اگرچہ بعض لوگوں نے اس فلسفہ کی مخالفت بھی کی لیکن اس کا کچھ اثر نہیں ہوا، اور یہودیوں میں ارسطو کی عظمت بالاتفاق تسلیم کر لی گئی اور گیارھویں صدی عیسوی میں ارسطو کا فلسفہ اسپین میں اس قدر اشاعت پذیر ہوگیا کہ اس کے سامنے مذہبی طبقہ کو بھی سرِ تسلیم خم کرنا پڑا۔

یہودیوں میں جو مشہور فلسفی پیدا ہوتے ان میں ابن جبرول کا نام سب سے زیادہ نمایاں ہے جو ابنِ رشد کا استاد تھا ابنِ رشد نے عقل کی بحث میں اس کا حوالہ دیا ہے اور عقلِ عام کا مسئلہ اس نے ابن جبرول ہی سے اخذ کیا ہے ابن جبرول پر یہودیوں کے جدید فلسفہ مشائیہ کا دور ختم ہوگیا اور اس کے بعد گیارہویں صدی عیسوی میں موسیٰ بن میمون پیدا ہوا جو ارسطو کے ساتھ ساتھ فلسفۂ ابن رشد کا بھی علم بردار تھا اور اس طرح اس نے اسپین کے یہودیوں میں ایک نئے مخلوط فلسفہ کا سنگِ بنیاد رکھا، جس کو یہودیوں کے اصلی فلسفہ قبالہ سے کوئی مناسبت نہ تھی۔

موسیٰ بن میمون قرطبہ کے ایک یہودی خاندان میں ۱۱۳۵ء میں پیدا ہوا اور وہیں ریاضی منطق اور علمِ طب کی تعلیم حاصل کی، لیکن جب عبدالمومن نے اپنے دورِ سلطنت میں یہ عام اعلان کیا کہ اندلس سے یہودی اور عیسائی ایک معینہ مدت کے اندر جلاوطن ہوجائیں یا اسلام قبول کر لیں ورنہ اس مدت کے بعد اگر اپنے مذہب پر قائم رہیں گے تو ان کے جان و مال محفوظ نہ رہیں گے تو بہت سے یہودی اور عیسائی تو جلاوطن ہوگئے لیکن جو لوگ اہل و عیال اور مال و دولت کی محبت کی وجہ سے وطن کو نہ چھوڑ سکے انہوں نے منافقانہ طور پر اسلام قبول کر لیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو مصر چلا آیا اور شہر فسطاط کے یہودیوں کے ایک محلہ میں جس کا نام مصبصہ تھا قیام کیا اور جواہرات وغیرہ کی تجارت کرنے لگا اور لوگ اس سے فلسفہ کی تعلیم حاصل کرنے لگے اس نے ۶۰۵ھ میں مصر میں وفات پائی، اور اپنی وصیّت کے مطابق بحیرہ طبریہ میں جہاں یہود کے پیشوایانِ مذہبی کی قبریں تھیں، دفن ہوا اس نے اگرچہ تورات کی شرح تلمود کی شرح بھی لکھی تھی جس کو بعض لوگ پسند کرتے تھے لیکن فلسفہ کے اثر سے خاص طور پر متاثر تھا اور معاد شرعی کے ابطال میں ایک رسالہ لکھا تھا جس کی یہود کے پیشوایانِ مذہبی نے مخالفت کی [1]

لیون افریقی نے لکھا ہے کہ وہ ابنِ رشد کا شاگرد تھا اور ابنِ رشد کی جلاوطنی کے زمانے میں اس سے فلسفہ کی تعلیم حاصل کرتا تھا لیکن جب اس نے دیکھا کہ ابنِ رشد کی وجہ سے اس پر عتاب شاہی نازل ہوا چاہتا ہے تو وہ مصر بھاگ گیا، اسی روایت کی بناء پر بردکر بھی اس کو ابنِ رشد کا شاگرد بتلاتا ہے اس کے بعد یورپ کے ایک دوسرے مستشرق ملینغ نے اس پر یہ بات اور اضافہ کی کہ ابنِ رشد کی صحبت کے اثر سے موسیٰ بن میمون بے دین ہو گیا تھا لیکن یہ روایت بالکل بے بنیاد ہے ابنِ رشد کی جلاوطنی بلکہ اس کے عہد شہرت سے تیس برس پیشتر عبدالمومن کے عہدِ حکومت میں وہ اندلس سے ہجرت کر چکا تھا اور جس زمانے میں ابنِ رشد معتوب ہوا ہے اس وقت وہ مصر میں صلاح الدین کا طبیب تھا موسیٰ بن میمون نے اگرچہ خود یہ تصریح کی ہے کہ اس نے ابنِ باجہ کے ایک شاگرد سے فلسفہ کی تعلیم حاصل کی ہے لیکن اس نے ابنِ رشد کا نام نہیں لیا ہے ۔

بہر حال وہ ابنِ رشد کا شاگرد تو نہیں ہے لیکن اس کا معتقد ضرور ہے چنانچہ وہ ۱۱۹۱ء میں یعنی ابنِ رشد کی وفات سے تقریباً پانچ سات سال پیشتر اپنے ایک عزیز شاگرد

---

[1] اخبار الحکماء قفطی صفحہ ۲۰۹، ۲۱۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یوسف بن یحییٰ کو لکھتا ہے کہ،

"میں ابنِ رشد کی تقریباً تمام شروح ارسطو کو فراہم کر چکا ہوں صرف رسالہ حس و محسوس اب تک دستیاب نہیں ہوا حقیقت یہ ہے کہ ابن رشد نہایت منصفانہ رائے قائم کرتا ہے اس لیے مجھے اس کے خیالات پسند ہیں لیکن افسوس کہ عدیم الفرصتی کی وجہ سے اب تک اس کی تصنیفات کا مطالعہ نہیں کر سکا ہوں"

موسیٰ بن میمون پہلا شخص ہے جس نے یہودیوں میں فلسفۂ ابن رشد کی اشاعت و ترویج کا سنگ بنیاد رکھا۔

موسیٰ بن میمون کے بعد اس کا ایک شاگرد یوسف بن یحییٰ بہت مشہور ہوا، وہ فاس کا رہنے والا تھا اور اپنے وطن ہی میں علوم حکمیہ کی تعلیم حاصل کی تھی، یہودیوں کی جلاوطنی کے زمانہ میں وہ بھی اندلس سے مصر چلا آیا اور کچھ دنوں موسیٰ بن میمون کی صحبت میں رہ کر اس سے تعلیم حاصل کی اور دونوں نے مل کر ہیئت ابن افلح الاندلسی کی اصلاح کی[1] یوسف کو بھی ابن رشد سے بڑی عقیدت تھی اور اس نے اپنے استاد کو ایک خط لکھا ہے جس میں استعارۃً اس عقیدت کا اظہار کیا ہے ۔

موسیٰ بن میمون اور اس کے شاگرد یوسف کے بعد یہودیوں میں فلسفۂ ابنِ رشد عام طور پر اشاعت پذیر ہو گیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مذہب سے عام طور پر بے پروائی پیدا ہو گئی اور مذہبی گروہ میمونین کے فلسفہ کا دشمن ہو گیا اور ۱۳۰۵ء میں بارسلونا کے حبرِ اعظم سلیمان بن ادریس نے یہ فرمان جاری کیا کہ جو شخص ۲۵ برس کے سن سے پیشتر فلسفہ کی تحصیل میں مشغول پایا جائے گا وہ برادری سے خارج کر دیا جائے گا، چنانچہ اس وقت سے موسیٰ بن میمون کے خلاف کتابیں نکلنے لگیں اور میمونی فلسفہ کے خلاف یہ شورش تقریباً دو صدی تک جاری رہی لیکن جب یہودیوں میں داؤد کمنجی ابنِ فانورا، اور یوسف بن کاسبی جیسے فلاسفہ پیدا ہونے لگے تو اس وقت ابنِ رشد کے ساتھ یہودیوں

---

[1] اخبار الحکماء قفطی ص ۲۵۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی عقیدت کی کوئی حد نہ رہی اور فلسفہ کے مقابل میں مذہبی گروہ کو کامل شکست ہوگئی۔

عبرانی تراجم کا دور

انہی یہودیوں کی بدولت یورپ میں فلسفہ ابن رشد کی اشاعت ہوئی جس کی تاریخ یہ ہے

موحدین کے دورِ حکومت میں عربوں اور دیسی عیسائی ریاستوں کی باہمی لڑائیوں سے تنگ آکر یہودیوں کے بہت سے تعلیم یافتہ خاندان ترکِ وطن کر کے فرانس چلے گئے اور کچھ عیسائی ریاستوں میں جاکر آباد ہوگئے اور یہاں انہوں نے علم و فن کی نئی روشنی پھیلانا شروع کی چنانچہ پراولنس بارسلونا، ساراگوسا اور ناربون مسیحی اسپین میں اور مانٹ پلیر لیونل بیزیر اور مارسیلی فرانس میں ان خاندانوں کی وجہ سے علم و فن کے خاص مرکز بن گئے۔

اسلامی اسپین کی علمی زبان عربی تھی اس لیے وہاں عربی زبان سے کسی دوسری زبان میں ترجمہ کرنے کی ضرورت نہ تھی بلکہ وہاں یہودی بھی عربی ہی زبان میں تصنیف و تالیف کرتے تھے لیکن جب یہودیوں کا علمی مرکز فرانس اور مسیحی اسپین میں منتقل ہوگیا تو اس وقت یہ ضرورت محسوس ہونے لگی کہ عربی کتابوں کا ترجمہ کسی اور زبان میں کیا جائے چنانچہ اس وقت سے یورپ کے یہودیوں کی علمی تاریخ میں دو متضاد انقلاب پیدا ہوئے۔

۱۔ ابنِ جبرول اور ابنِ میمون تک یہودیوں کا فلسفہ عربی فلسفہ سے قدر الگ تھا لیکن اب یہودیوں کی علمی زبان عربی تھی لیکن فرانس اور مسیحی اسپین میں آباد ہونے کے بعد بجائے اس کے کہ وہ ان ممالک کی مستعمل زبان کو اختیار کرتے اپنی قومی عبرانی زبان میں تصنیف و تالیف کرنے لگے، اس واقعہ سے جو بڑا انقلاب ہوا وہ یہ تھا کہ یہودیوں نے اندلس کا سارا علمی ذخیرہ عربی سے چھین کر عبرانی میں منتقل کر لیا۔ بالخصوص ابنِ رشد کی صورت تو ایسی بدل گئی کہ اب ابنِ رشد کے ہم قوموں کو بھی اس کا پہچاننا مشکل ہوگیا، یہی یہودی ہیں جنہوں نے ابنِ رشد کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یورپ میں اتنا مشہور کیا کہ اس کے آگے ارسطو کا نام بھی ماند پڑ گیا چنانچہ یورپ کے عبرانیوں میں اب تک ابن رشد خاص وقعت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے، یہ عبرانی تراجم اب بھی یورپ کے کتب خانوں میں کثرت سے موجود ہیں، بیچارہ ارسطو جو فلسفہ ابن رشد کا موسس اول ہے، اس کی کتابیں تو عبرانی میں، دو ہی چار موجود ہیں، لیکن ابن رشد کی تلخیصات ارسطو سے یورپ کے کتاب خانے معمور ہیں، اور کہیں کہیں تلخیصات کے صدقہ میں ارسطو کی بھی کوئی اصل کتاب محفوظ رہ گئی ہے۔

دور اول کے مترجمین میں ابن طیبون کا خاندان بہت مشہور ہے، یہ لوگ اندلس کے باشندے تھے، اور لیونل میں آکر اقامت پذیر ہو گئے تھے۔ اس خاندان میں سب سے پہلے شمویل بن طیبون نے آراء الحکماء کے نام سے ایک کتاب لکھی جو لفظاً بہ لفظاً ابن رشد سے ماخوذ تھی یہی کتاب ہے جس نے عبرانی میں ابن رشد کے ترجمہ کا سنگ بنیاد رکھا، چونکہ اس وقت تک عبرانی میں پوری پوری کتابوں کے ترجمے موجود نہ تھے، اس لئے یہودیوں میں اس کو قبول عام حاصل ہوا، لیکن جب پوری پوری کتابیں عبرانی میں ترجمہ ہو گئیں۔ تو اس وقت یہ کتاب نگاہوں سے گر گئی۔

اسی دور میں ایک اور کتاب کا بھی شہرہ تھا، جس کا نام طلب الحکمتہ ہے، یہ طلیطلہ کے ایک کاہن یحییٰ بن سلامہ کی تصنیف تھی۔ جو فریڈرک ثانی کے دربار میں عربی کتابوں کے ترجمہ پر مامور تھا، ۱۲۴۷ء اس کا سنہ تصنیف ہے۔

شمویل کے بعد موسیٰ بن طیبون بہت مشہور ہوا، یہ مستقل تصنیف کے بجائے پورے پورے ترجمے کرتا تھا۔ اور اس نے عبرانی میں طبعیات کی اکثر کتابوں کا ترجمہ کر ڈالا۔ موسیٰ کے ہمعصر دو مترجم اور تھے، جن کے نام علی الترتیب ابن یوسف بن فاخورا، اور حرس بن سلیمان ہیں۔ ان میں سے اول الذکر اسپین کا باشندہ تھا۔ اور وہ پورے پورے ترجموں کے بجائے شمویل کی طرح اپنی تصنیفات میں ابن رشد کے حوالے کثرت سے دیتا تھا، لیکن ثانی الذکر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے جو شموئیل طیبونی کا خویش بھی تھا، عبرانی ترجمے کثرت سے کئے، اس کی ایک کتاب باب الجنتہ بہت مشہور ہے۔

خاندان طیبونی کے علاوہ فریڈرک کے دربار میں جو یہودی علماء ترجمہ پر مامور تھے، ان میں پراڈنس کا ایک یہودی یعقوب بن ابی مریم بن ابی شمشون بہت نامور مترجم تھا، اس نے فریڈرک کے حکم سے ۱۲۳۲ء میں ابن رشد کی کتابوں کے بہت سے ترجمے کئے، چنانچہ اس کی جانب ابن رشد کی حسب ذیل کتابوں کے ترجمے منسوب ہیں، شرح منطقیات جو سنہ ۱۲۳۲ء میں نیپلز میں تمام ہوئی تلخیص مجسطی (جو سنہ ۱۲۳۱ء میں) نیپلز میں تمام ہوئی۔

ان مترجمین کے علاوہ سنہ ۱۲۵۹ء بن سلیمان بن یوسف (جو غرناطہ کا باشندہ اور بیزیرس میں مقیم تھا،) نے مقالتہ فی السماء والعالم کا ترجمہ شائع کیا۔ سنہ ۱۲۸۴ء میں زکریا بن الحق نے شرح کتاب الطبعیات، شرح کتاب مابعد الطبعیات اور شرح کتاب السماء والعالم کے اور یعقوب بن مشیر نے سنہ ۱۲۹۸ء میں تلخیص منطق اور سنہ ۱۳۰۰ء میں کتاب الحیوانات کے ترجمے شائع کئے۔ چودہویں صدی سے عبرانی تراجم کے دور ثانی کا آغاز ہوتا ہے، قرون متوسطہ میں پرانے ترجمہ کو استعمال کرنے کے بجائے کسی کتاب کا نئے سرے سے دوبارہ ترجمہ کر ڈالنا زیادہ آسان خیال کیا جاتا تھا۔ اس بنا پر نئے نئے ترجموں کا سلسلہ برابر جاری رہتا تھا۔ اس دور کے ترجمے دور اول کے تراجم سے سلاست وروانی اور وضاحت میں زیادہ ممتاز تھے، کالونیم بن کالونیم بن میر اس عہد کا پہلا مشہور مترجم ہے یہ آرس میں سنہ ۱۲۸۷ء میں پیدا ہوا، سنہ ۱۳۱۴ء میں اس نے پہلے پہل کتاب السطوبقا کتاب الوسطیقا اور انالوطیقا الثانیہ کے ترجمے شائع کئے۔ اس سے پیشتر یہ کتابیں عبرانی میں ترجمہ نہیں ہوئی تھیں۔ تین برس کے بعد سنہ ۱۳۱۷ء میں اس نے کتاب مابعد الطبعیات، کتاب الطبعیات مقالتہ فی السماء والعالم مقالہ فی الکون والفساد اور مقالہ فی الانیات کا ترجمہ کیا۔ یہ شخص لاطینی زبان سے بھی خوب واقف تھا، چنانچہ سنہ ۱۳۲۸ء میں اس نے لاطینی میں کتاب تہافت التہافتہ کا بھی ترجمہ کیا۔ اسی کا ہمنام کالونیم بن داؤد ایک اور مترجم تھا جس نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تہافت التہافہ کا عبرانی میں ترجمہ کیا، ابی شمویل بن یحییٰ اور تھیوڈور نامی، دو مترجم اوراسی عہد میں مشہور ہوئے، جن میں سے اول الذکر نے ۱۳۲۱ء میں کتاب الاخلاق اور شرح جمہوریت کے اور ثانی الذکر نے ۱۳۳۷ء میں کتاب السطوبیقا، کتاب الخطابتہ اور کتاب الاخلاق کے ترجمے دوبارہ شائع کئے۔

ان مترجمین کے علاوہ ابن اسحق یحییٰ بن میمون، موسیٰ بن طابور، موسیٰ بن سلیمان، یحییٰ بن یعقوب سلیمان بن موسیٰ الغوری، اس عہد کے مشہور مترجمین ہیں، جنہوں نے تقریباً ابن رشد کی تمام فلسفیانہ کتابوں کا عبرانی میں ترجمہ کر ڈالا۔

غرض چودہویں صدی کے اواخر تک ابن رشد کا فلسفہ تمام یہودیوں میں پھیل گیا، اسی زمانہ میں ایک مشہور فلسفی لاوی بن جرس نامی پیدا ہوا جو یورپ میں لیون افریقی کے نام سے مشہور ہے اس نے ابن رشد کے فلسفہ کی وہی خدمت کی جو اس سے قبل خود ابن رشد ارسطو کے فلسفہ کی کر چکا تھا یعنی ابن رشد کی تصنیفات کی شرح کی، اور ان کے خلاصے لکھے...... چنانچہ ایک زمانے میں اس کے خلاصے اس قدر مقبول ہوئے کہ ان خلاصوں سے الگ ابن رشد کی اصل تصنیفات مشکل سے دستیاب ہوتی تھیں۔

لیون بن جرسن کے عہد میں ابن رشد اس قدر مشہور ہو گیا تھا کہ کم از کم یہودیوں میں لوگ ارسطو کو بھی بھول گئے۔ اور ارسطو کے بجائے ابن رشد کی شرحیں اور خلاصے کثرت سے لکھے جاتے تھے، چنانچہ موسیٰ ناربونی نے اسی عہد میں ابن رشد کی تمام تصنیفات کی شرح اور خلاصے کئے جو یہودیوں میں ایک عرصہ تک مقبول رہے۔

فلسفہ عقلیت کی اس الحاد آمیز تحریک سے مذہبی طبقہ اب تک بالکل الگ تھلگ تھا، لیکن چودہویں صدی کے آخر میں ایک فیلسوف ابرن بن الیاس پیدا ہوا، جو یہودی فلاسفہ کی شرح نہایت آزاد خیال تھا، اس نے "شجر الحیاۃ" ایک کتاب لکھی، جس میں ابن رشد کے فلسفہ کو تقریباً بالکل تسلیم کر لیا۔ ان یہودی حکماء میں سب سے آخری شخص الیاس یذیجو تھا، جو پیڈوا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یونیورسٹی میں پروفیسر تھا۔ اس نے بھی ابن رشد کی کتابوں کے کئی خلاصے لکھے۔ الیاس کے بعد سے یہودی فلسفہ پیڈوا یونیورسٹی کے فلسفہ مدرسہ میں ضم ہو گیا۔ چنانچہ اس کے بعد جو یہودی فیلسوف پیدا ہوئے ان کا شمار مدرسین کے زمرہ میں ہوتا ہے۔

سولہویں صدی عیسوی میں یہود کے مذہبی علماء نے یہ دیکھ کر کہ فلسفہ مذہب کو تباہ کئے دیتا ہے، بڑے زور سے فلسفہ کی مخالفت کی۔ چنانچہ یوسف البو، ابراہیم پیاعوا اور اسحٰق ایرانویل کی سرکردگی میں متکلمین کا ایک گروہ پیدا ہوا جس نے فلسفہ کے مقابل میں عقلی دلائل سے مذہب کی حمایت کی، اور ابی موسیٰ المشینو نے ۱۵۳۸ء میں امام غزالی کی کتاب تہافت الفلاسفہ شائع کی جس سے ابنِ رشد کی مخالفت کا اظہار مقصود تھا، اس مذہبی تحریک کے علاوہ بعض اسباب کی بنا پر اس عہد میں افلاطون کا فلسفہ ارسطو کے فلسفہ کی جگہ لینے لگا، چونکہ افلاطون کے فلسفہ کو یہودیوں کے قدیم فلسفہ قبالہ سے زیادہ مشابہت تھی، اس لئے یہودیوں میں اس فلسفہ کے رواج کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابنِ رشد کا زور کم ہونے لگا تا آنکہ آخر میں اسپنوزا نے جو زمانہ حال کے فلاسفہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہودیوں کے قدیم فلسفہ اور ڈکارٹیشن فلاسفہ (ڈیکارٹ کے فلاسفہ) کو مخلوط کر کے ایک جدید فلسفہ کا سنگِ بنیاد رکھا، اسپنوزا یہودیوں کا آخری فلسفی تھا، اس کے بعد جو فلاسفہ پیدا ہوئے ان کا شمار بلا امتیاز مذاہب زمانہ حال کے فلاسفہ میں ہے۔

یورپ میں فلسفہ ابنِ رشد کی تاریخ

یورپ میں اسلامی علوم و فنون ایک طرف تو اسپین سے براہِ جنوبی فرانس، دوسری طرف سسلی سے شہنشاہ فریڈریک ثانی کی حمایت میں نیپلز ہوتے ہوئے جنوبی اٹلی میں پہنچے، اس زمانے کا ایک مشہور شخص پیٹر الملقب بہ مقدس جو ایک عرصہ تک قرطبہ میں رہ کر تعلیم حاصل کر چکا تھا، بیان کرتا ہے کہ میں نے اندلس میں بعض علماء کو دیکھا، جو فن ہیئت کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحصیل کے لئے جزائر برطانیہ سے آئے تھے ۔

اس عہد کے مشاہیر میں پاپائے جربرٹ بارسلونا ر واقع اندلس) کے ایک امیر کی ترغیب سے اندلس میں آئے ۔ اور وہاں رہ کر ریاضی، طبعیات اور فنِ ہیت کی تحصیل کی، اور قرطبہ سے واپس آکر دینس میں ایک سکول قائم کیا، جس میں اپنے جاہل ابنائے ملک کو منطق، موسیقی اور ہیت کی تعلیم دینی شروع کی ۔

ان آزاد خیال تعلیم یافتوں کے علاوہ فرانس اور اس کے آس پاس کے ملکوں میں یہودی علماء بھی کثرت سے آباد تھے، جو عربی لٹریچر کی اشاعت میں خاطر خواہ حصہ لے رہے تھے، یہودی اس عہد کی سوسائٹی کا جزو لاینفک تھے، یہ لوگ اسپین جا کر فنِ طب کی تکمیل کرتے تھے، اور وہاں سے واپس آکر شاہانِ یورپ کی ڈیوڑھیوں پر پیشہ طبابت کے سلسلہ میں ملازمت کرتے تھے، یہ لوگ مہاجنی اور تجارتی کاروبار کے بھی بڑے ماہر ہوتے تھے، اس لئے تمام یورپ میں ان کی قدر کی جاتی تھی ۔ اور وہ پچھلے یورپ کے جاہل باشندوں پر اپنا علمی اور تمدنی اقتدار قائم کرتے جاتے تھے، ان لوگوں نے سسلی اور خود یورپ کے دارالصدر ملک اٹلی میں بمقام سلرنو، طارنیم، اور باری اسکول اور کالج بھی قائم کر رکھے تھے، جہاں فلسفہ اور سائنس کی تعلیم دی جاتی تھی، چنانچہ سلرنو کے بڑے کالج میں عربی، یونانی اور عبرانی کے استاد پہلو بہ پہلو ان تین مختلف زبانوں کے درس دیتے تھے، اس کے علاوہ مانٹ پلیئر میں بھی یہودیوں کی ایک یونیورسٹی قائم تھی، جو فرانس کے راستہ سے علوم و فنون کی اشاعت کر رہی تھی ۔

یہ یہودی علماء عربی فلسفہ کو عبرانی زبان میں پہلے ہی منتقل کر چکے تھے، اب ان کی دیکھا دیکھی عیسائیوں کو بھی شوق پیدا ہوا، چنانچہ پہلا شخص جس نے عربی سے لاطینی میں کتابوں کا ترجمہ کیا کاسینو کا پادری قسطنطین تھا، اس نے تمام مشرق کی سیاحت کی تھی، اور ایک عرصہ تک اسپین میں بھی مقیم رہ چکا تھا، مشرق کی سیاحت سے واپس آکر اس نے اپنی بقیہ زندگی مشرقی علوم و

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فنون کے ترجمہ واشاعت کی نذر کر دی۔ اسی عہد میں وانیال مارلے جزائر برطانیہ سے بغرض تکمیل تعلیم اندلس آیا اور طلیطلہ میں ایک عرصہ تک رہ کر ریاضی کی تکمیل کی، واپسی کے بعد لاطینی میں ریاضی پر دو کتابیں تصنیف کیں، انگلستان کے بادشاہ ہنری اول کے عہد میں انگلستان کے ایک پادری ایڈرلارڈ نے طبعیات و ریاضی کی تکمیل کے لئے اندلس کا سفر کیا۔ اور وہاں سے واپس آکر عربی سے بہت سی یونانی تصنیفات کا ترجمہ کیا۔ ان شخصی کوششوں کے علاوہ بعض مقامات پر ترجمہ کے باقاعدہ محکمے بھی قائم تھے، جس کے ارکان یہودی اور مسلمان علماء ہوتے تھے، اور سب کا افسر کوئی مشہور پادری مقرر کیا جاتا تھا۔ جو زبان کی حیثیت سے ترجموں کی جانچ پڑتال کرتا تھا، چنانچہ اس قسم کا سب سے پہلا محکمہ طلیطلہ کے لارڈ بشپ ڈریمونڈ نے ۱۱۳۰ء میں قائم کیا۔ اس محکمہ کے ارکان وہ یہودی علماء تھے، جو عربی زبان و فلسفہ سے واقف تھے۔ ان میں سب سے زیادہ ممتاز یوحنا تھا، جو اشبیلیہ کا رہنے والا تھا، اس محکمہ کا افسر گوندسالفی مقرر ہوا، اور اس محکمہ نے ابن سینا کی بہت سی کتابوں کا ترجمہ کیا، کچھ زمانے کے بعد کریمون اور الفرڈ دی مولائی نے فارابی اور کندی کی بعض تصانیف کے ترجمے شائع کئے۔

بارہویں اور تیرہویں صدی عیسوی میں عموماً اصل عربی سے لاطینی میں ترجمہ کیا جاتا تھا لیکن کچھ عرصہ کے بعد جب یہودیوں نے عربی خزانہ سے عبرانی زبان کو مالا مال کر دیا، تو اس وقت سے عبرانی زبان سے ترجمے کئے جانے لگے۔ چودہویں صدی عیسوی میں ابن سینا اور زیادہ تر ابن رشد کا ترجمہ کیا گیا۔ اور پندرہویں صدی تو گویا ابن رشد کے عروج کا نصف النہار تھی۔

فریڈرک دوم شہنشاہ جرمنی کے عہد سے عربی کتابوں کا ترجمہ نہایت تیزی سے شروع ہوا، یہ بادشاہ علم پرور اور فلسفہ عرب کا مداح تھا، اس کی ابتدائی زندگی سسلی میں بسر ہوئی تھی، جہاں عرب علماء سے ہر وقت اس کی صحبت رہتی تھی، اس کو عربی رسم و رواج سے اس قدر شیفتگی پیدا ہوئی کہ مشرقی بادشاہوں کی طرح اس نے حرم اور خواجہ سرا مقرر کئے۔ یورپ نے صلیبی لڑائیوں کے سلسلے میں جب بیت المقدس پر چھٹا حملہ کیا۔ تو یہ بادشاہ بھی ایک فوج کثیر کے ساتھ اس میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شریک ہوا لیکن اس حملے کے دوران میں بھی وہ علمی مشاغل سے خالی نہ رہا، مسلمان علما کیمپ میں ہر وقت مجتمع رہتے تھے، جن کے ساتھ وہ فلسفیانہ مباحث میں مشغول رہتا تھا، اور ریاضی کے مشکل مسائل ان سے حل کرواتا تھا۔

میدانِ جنگ سے واپس آکر اس نے علانیہ فلسفہ عرب اور علوم وفنون کی حمایت شروع کی سسلی میں کتب خانے قائم کیے، ارسطو بطلیموس، اور خود ابنِ رشد کی کتابوں کے ترجمے پر یہودی علما کو مقرر کیا۔

طلیبون کا یہودی خاندان جس نے ابنِ رشد کی کتابوں کے ترجمے کیے ہیں، اس کے دربار سے وابستہ ہیں۔

سب سے پہلا شخص جس نے ابنِ رشد کی تصنیفات سے مسیحی یورپ کو روشناس کیا، وہ میکال اسکاٹ تھا، جو طلیطلہ کا رہنے والا تھا، اور شہنشاہ فریڈرک ثانی کے درباریوں میں تھا، اس نے سب سے پہلے ۱۲۳۰ء میں شرح کتاب السماء والعالم اور شرح مقالہ فی الروح کا ترجمہ کیا ان کے علاوہ بعض اور کتابوں کے ترجمے بھی اس کی جانب منسوب ہیں، مثلاً مقالہ فی الکون والفساد اور جوہر الکون وغیرہ طلیطلہ کے مختصر زمانہ قیام میں ایک فاضل یہودی کی مدد سے وہ زیادہ تر ابنِ رشد کے ترجمہ میں مشغول رہا۔ راجر بیکن کا بیان ہے کہ اسکاٹ اصل عربی زبان سے بہت کم واقف تھا، اس بنا پر اس کا خیال ہے کہ میکال اسکاٹ کے ترجمے حقیقت میں خود اس کی دماغی کوشش کا ثمرہ نہیں ہیں، بلکہ کسی یہودی نے اس کے نام سے شائع کیے ہیں، بہرحال میکال اسکاٹ پہلا شخص ہے، جو مسیحی یورپ میں ابنِ رشد کے مترجم کی حیثیت سے مشہور ہوا، اسکاٹ کے بعد ہرمن نے ابنِ رشد کے فلسفہ کی اشاعت کی، یہ بھی فریڈریک ثانی کے دربار میں باوقعت درجہ رکھتا تھا، ہرمن نے ارسطو کی ان کتابوں کی جانب زیادہ توجہ کی، جو اب تک غیر مشہور رہ گئی تھیں یعنی کتاب الخطابہ، کتاب الشعر، کتاب الاخلاق، اور کتاب السیاسۃ، لیکن ان کتابوں کے اصل یونانی نسخے چونکہ مفقود تھے، اس لئے مجبوراً اس نے کتاب الخطابہ کے بدلے فارابی کی شرح اور کتاب الشعر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بدلے ابن رشد کی تلخیص کا ترجمہ کیا اور وہ کتاب الخطابہ کے ترجمے کے آخر میں کہتا ہے کہ ابن رشد نے ارسطو کی کتاب الاخلاق کی جو تلخیص کی ہے، اس کا ترجمہ بھی میں نے کیا ہے۔

ہرمن کے بعد اس طرف عام توجہ شروع ہوئی۔ یہاں تک کہ تیرہویں صدی کے ختم ہوتے ہوتے ابن رشد کی اہم کتابیں لاطینی زبان میں ترجمہ کر ڈالی گئیں، لیکن اس کی طبی تصنیفات کا ترجمہ شائد ایک مدت کے بعد ہوا ہے، کیونکہ اس عہد کے مشہور طبیبوں میں بجز گلبرٹ کے کوئی مصنف ابن رشد کا نام نہیں لیتا، اور گلبرٹ بھی ابن رشد کی طبی تصنیفات سے ناواقفیت کا اظہار کرتا ہے

پہلے پہل ۱۲۸۴ء میں مانٹ پلیر کے ایک طبیب نے شرح ارجوزہ ابن سینا کا ترجمہ کیا ہے اس کے بعد چودہویں صدی عیسوی میں متعدد کتابوں کے ترجمے کئے گئے، لیکن یورپ میں طبی حیثیت سے ابن رشد کی شہرت کا سنگ بنیاد جس نے رکھا، وہ پیڈوا یونیورسٹی کا پروفیسر پیطرس دابانو تھا،

میکال اسکاٹ اور اس کے ہمعصر ہرمن نے ابن رشد کی بعض کتابوں کے جو لاطینی ترجمے شائع کئے۔ ان کے بعد یورپ پر فلسفہ ابن رشد کا اثر پڑنے لگا، چنانچہ یورپ میں اس وقت فلسفہ کے جتنے متعدد فرقے موجود تھے، ان میں سب سے پہلے اُس جدید فلسفہ کے نظریات میں ہم کو ابن رشد کا اثر خاص طور پر نمایاں نظر آتا ہے، جس کا نام مذہب خارجیت یا رئیلزم تھا، اس مذہب کے بانیوں کا یہ خیال تھا کہ ہر نوع کے اشخاص جزئیہ کا قوام ایسے ذاتیات سے ہوتا ہے، جو تمام افراد میں بالاشتراک پائے جاتے ہیں، اور ان مشترک ذاتیات کا وجود افراد سے الگ اور مستقل بالذات ہوتا ہے، اور یہ وہی وحدت عقل کا مسئلہ ہے ابن رشد کا اثر سب سے زیادہ فرانسیسکن فرقہ میں نظر آتا ہے، یہ ایک مذہبی جماعت ہے، جس کے بانی سینٹ فرانسیس نے تیرہویں صدی عیسوی میں پوپ اور چرچ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا، اس زمانے میں عربوں کا اثر ترقی پذیر تھا، اس لئے یورپ کے آزاد خیال لوگ جو چرچ کے روحانی اقتدار کی مخالفت پر علانیہ کمربستہ رہتے تھے، قدرۃً عربی اثر کے دامن عافیت میں پناہ لینے پر مجبور ہوتے تھے، اس فرقہ کا سنگ بنیاد اگرچہ مذہبی اصول پر رکھا گیا، اور اس لئے اس کو فلسفہ سے کوئی لگاؤ نہ تھا، تاہم آزاد خیالی کی بدولت ان لوگوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو بھی عربی فلسفہ کی جانب متوجہ ہونا پڑا،

فرانسیسکن فرقہ کا اصل علمی مرکز آکسفورڈ میں تھا، جہاں فلسفہ ابن رشد کے جراثیم بکثرت پھیلے ہوئے تھے، اس یونیورسٹی میں ابن رشد کے ہم خیال لوگ کثیر تعداد میں پیدا ہوئے گویا یہاں مدرسہ میں ابن رشد کا فلسفہ تقریباً بالکل ضم ہو گیا تھا۔

اسی سلسلہ میں راجر بیکن انگلستان کے فرانسسکن فرقہ کا پہلا فلسفی ہے جو علانیہ ابن رشد کے خیالات کو نقل کرتا، اور دیگر فلاسفہ عرب پر ابن رشد کو فوقیت دیتا ہے، اور اس کا نام جہاں لیتا ہے خلوص و عقیدت سے لیتا ہے، اور اگر اس کے خیالات نقل کرتا ہے، ایک موقع پر کہتا ہے ابن سینا پہلا شخص ہے جس نے ارسطو کے فلسفہ کو دنیا میں شہرت دی، لیکن سب سے بڑا فلسفی ابن رشد ہے، جو ابن سینا سے اکثر اختلاف کرتا ہے، ابن رشد کا فلسفہ ایک عرصہ تک نامقبول رہا، مگر اب دنیا کے تقریباً تمام فلسفیوں نے اس کو تسلیم کر لیا ہے، وجہ یہ ہے کہ ارسطو کے فلسفہ کی صحیح تشریح اسی نے کی ہے، گو اس کے خیالات پر کبھی کبھی میں تنقید کرتا ہوں مگر اصولاً اس کی اصابت رائے کا معترف ہوں، ایک موقع پر کہتا ہے "ابن سینا کے بعد ابن رشد نے اگلے فلاسفہ کے خیالات کی بہت تصحیح کی، اگرچہ کہیں کہیں خود اس کے خیالات کی تصحیح و تکمیل کی بھی ضرورت ہے، تاہم بحیثیت مجموعی اس کی نظر بہت گہری جاتی ہے، اور رائے سب سے زیادہ صائب ہوتی ہے، راجر بیکن ابن رشد کی شرح طبیعیات شروح مقالہ فی الروح، شرح مقالہ فی السماء والعالم سے بہت زیادہ اقتباس نقل کرتا ہے۔

فرانسیسکن فرقہ کی تعلیمی کوششیں صرف انگلستان تک محدود تھیں، مغربی یورپ میں عربی فلسفہ کی اشاعت سب سے پہلے فرانس کے راستہ سے ہوئی تھی، اور یہیں وہ فلاسفہ بھی سکونت پذیر تھے جنہوں نے یورپ میں سب سے پہلے ابن رشد کا اثر پھیلایا تھا، فرانس میں بھی اور مقامات کی طرح دو فریق تھے سوربون یونیورسٹی میں مخالفین ابن رشد کے فلسفہ کا درس ہوتا تھا، اور پیرس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ابن رشد کا فلسفہ پڑھایا جاتا تھا، سیگر جو اس یونیورسٹی کا ایک مشہور پروفیسر تھا، ابن رشد کے عقیدت مندوں میں تھا، چنانچہ سینٹ ٹامس نے اپنی کتاب "رد ابن رشد" میں اکثر اس پر حملے کئے ہیں سیگر اپنی کتابوں میں ابنِ رشد اور موسیٰ بن میمون کے اقتباسات جا بجا نقل کرتا ہے۔

ساربون یونیورسٹی چونکہ مسیحیت کے عقیدۂ عام کی حمایت کرتی تھی اس لئے ان دونوں یونیورسٹیوں کے درمیان مناظروں کا سلسلہ جاری ہو گیا اور مناظروں سے گزر کر فساد کی نوبت پہنچ گئی فساد کی اصل بنا یہ تھی کہ ساربون والے سارے مغربی چرچ کو اپنے اقتدار میں رکھنا چاہتے تھے پیرس یونیورسٹی میں فلسفۂ ابنِ رشد کے درس و اشاعت کا کارگر حیلہ ان کے ہاتھ لگ گیا، اور ساربون والوں نے پوپ الگزنڈر چہارم سے چھ سات برس کے عرصہ میں چالیس فرمان اس مضمون کے شائع کرائے، کہ عربی فلسفہ کا پڑھنا پڑھانا حرام ہے اس کے بعد ۱۲۶۹ء میں ان لوگوں نے پیرس میں علماء کی ایک مجلس منعقد کی جس نے اس مضمون کا ایک فرمان صادر کیا کہ یہ تقدس مذہبی مجلس ان لوگوں کے فاسد العقیدہ ہونے کا فتویٰ دیتی ہے، جو امور ذیل کے قائل ہوں۔

۱ ۔ تمام انسانوں میں ایک ہی عقل پائی جاتی ہے۔

۲ ۔ عالم ازلی ہے۔

۳ ۔ انسان کا سلسلہ کسی آدم معین تک منتہی نہیں ہوتا۔

۴ ۔ نفس جسم کے ساتھ فنا ہو جاتا ہے۔

۵ ۔ خدا جزئیات کا عالم نہیں۔

۶ ۔ بندوں کے افعال پر خدا کو کوئی اختیار حاصل نہیں۔

۷ ۔ خدا قابل فنا اشیاء کو ابدی نہیں کر سکتا۔

ساربون والوں کی ان کوششوں کے باوجود پیرس یونیورسٹی کے پروفیسر عربی فلسفہ خاص کر فلسفۂ ابن رشد کے اب بھی حامی رہے چنانچہ ۱۲۷۰ء میں مخالف فریق کے لیڈر اٹنی ٹمپیر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنے پادریوں کی ایک کثیر جماعت سے مشورہ لے کر دوسرا فرمان شائع کیا۔ جس میں امور مذکورۂ بالا کے علاوہ ان جدید عقائد کی بھی تصریح تھی۔ جن کے ماننے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔

(۳)

پیڈوا یونیورسٹی (مشرقی یورپ)

یورپ میں ابن رشد کی شہرت سب سے زیادہ اسی یونیورسٹی کی بدولت ہوئی چنانچہ ابن رشد کے مذہب میں داخل ہونا اور ابن رشد کی پیروی پر فخر کرنا یہاں فیشن میں داخل ہو گیا تھا۔

یہاں ابن رشد کی کتابوں کے نئے سرے سے ترجمے کئے گئے اور پروفیسروں نے اس کی مخصوص کتابوں کی شرحیں اور خلاصے لکھے۔

ابن رشد کے مقابلے میں یہاں نئے نئے مذاہب ایجاد ہوئے۔ مثلاً سکندرئین یعنی اسکندر افرودسی کے پیرو اور افلاطونیئین یعنی افلاطون کے پیرو، فرانس اور مغربی یورپ کے دیگر ممالک میں اصحاب حکمت (سائنس) جدید اور اصحاب فلسفۂ جدید (مثلاً نیوٹن، گلیلیو، لارڈ بیکن، ڈیکارٹ وغیرہ ہم کی تحقیق اور اجتہاد کے علی الرغم سترہویں صدی عیسوی تک یہاں کے مشہور پروفیسر اپنی وضع بناہے جاتے تھے، چنانچہ یہاں کا آخری فلسفی ڈی کریمونی تھا، جس کے عہد تک ابن رشد کا فلسفہ یہاں پڑھایا جاتا تھا۔

اسی یونیورسٹی میں جس نے سب سے پہلے ابن رشد کا فلسفہ داخل نصاب کیا وہ پطرس دابانونام ایک شخص تھا مشہور ہے کہ یورپ میں طبی حیثیت سے ابن رشد کی شہرت کا سنگ بنیاد رکھنے والا بھی یہی شخص ہے۔ مگر باوجود اس کے یہ عجیب بات ہے کہ ابن رشد کی خاص طبی تصنیفات مثلاً کتاب الکلیات وغیرہ سے وہ واقف نہ تھا یہاں تک کہ طبی مسائل کے متعلق ابن رشد کے جتنے اقتباسات اس نے حاصل کئے ہیں وہ اس کی فلسفیانہ کتابوں سے نقل کئے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں بہر حال اس یونیورسٹی میں طب کا شعبہ اسی کے دم سے قائم ہوا اور سب سے پہلے ابن رشد کی کتابیں نصاب میں داخل کی گئیں۔

پطرس وابانو کے بعد یونیورسٹی کے دو پروفیسر جین ڈی جلنڈن اور فرا ربانو بہت مشہور ہوئے جین ڈی جلنڈن پیرس کا رہنے والا تھا اور ابتدائی تعلیم بھی وہیں پائی تھی مگر اس کی شہرت پیڈوا یونیورسٹی میں آکر ہوئی جہاں وہ "رئیس الفلاسفہ" مشہور ہو گیا۔ یہ پطرس وابانو کے خاص دوستوں میں تھا اور اس کی تحریک پر اس کو ابن رشد کے مطالعہ کا شوق پیدا ہوا تھا چنانچہ آخر میں وہ ابن رشد کا اس قدر معتقد ہو گیا کہ اپنی کتابوں میں وہ اس متجر و ماہر حکیم اور حق و صداقت کے حامی وغیرہ بڑے بڑے الفاظ سے یاد کرتا ہے ابن رشد کی اکثر کتابوں پر اس کے تعلیقات و حواشی ہیں، خاص کر رسالہ جواہر الکون پر جو اس کا حاشیہ ہے وہ وینس میں ۱۴۸۸ء و ۱۴۹۶ء و ۱۵۰۱ء میں متعدد بار چھاپا گیا اس حاشیے میں اس نے قدامت افلاک کے نظریہ کی بہت زور شور سے حمایت کی ہے اور مخالفین کے جواب دیئے ہیں اس کی سب سے زیادہ مشہور تعلیقات علی مقالۃ فی الروح ہے، یہ رسالہ سوال و جواب کے طور پر لکھا ہے اور ابن رشد کے فلسفہ کی حمایت کی ہے۔

یونیورسٹی کا دوسرا پروفیسر فرار بانو بولونگ کا رہنے والا تھا اور پیڈوا میں درس دیتا تھا۔ اس نے ابن رشد کی تلخیص کتاب الطبیقیہ کی شرح لکھی ہے جس کی بدولت وہ "رئیس الحکماء" مشہور ہو گیا، اُس نے اس کتاب میں وعدہ کیا ہے کہ کتاب السماء والعالم پر بھی ایک شرح لکھوں گا، فرار بانو پیروان ابن رشد میں مدرسی کے علاوہ اور کوئی شہرت نہیں رکھتا اور نہ اس کی کتابوں میں کوئی خاص جدت پائی جاتی ہے۔

ان پروفیسروں کے علاوہ پالڈی وینس (المتوفی ۱۴۲۹ء)، گاٹنو (از ۱۳۸۰ء تا ۱۴۶۵ء) اور وینس وغیرہ پیڈوا کے مشہور پروفیسر ہیں جنھوں نے ابن رشد کی کتابوں کی خدمت میں عمریں گزار دیں چنانچہ ان لوگوں کی کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ پندرھویں صدی عیسوی میں اٹلی کی درسگاہوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ارسطو کا فلسفہ علانیہ پڑھایا جاتا تھا اور رومن کیتھولک فرقے کے عیسائی ضرورت کے موقعوں پر ارسطو اور ابنِ رشد کے اقتباسات سند میں پیش کرتے تھے ۔

سولھویں صدی عیسوی میں ابن رشد کے نئے ترجموں کی تحریک نئے سرے سے شروع ہوئی تیرھویں صدی کے لاطینی یا عبرانی ترجمے از کار رفتہ ہو گئے تھے ابتداء میں جو ترجمے کئے گئے تھے وہ اصل عربی سے لاطینی یا عبرانی میں کئے گئے تھے لیکن اب متعدد وجوہ سے عربی کے اصل نسخے ناپید ہو چکے تھے اس لئے ان نئے ترجموں میں عبرانی سے مدد لینا ناگزیر تھا یہی وجہ تھی کہ ان نئے مترجموں میں بھی زیادہ تر یہودی علماء شامل تھے جو پیڈوا میں فلسفہ کا درس دیتے تھے، ان میں پہلا مشہور مترجم یعقوب مانٹینو تھا یہ اسپین کا رہنے والا تھا اور پال سوم کے دربار میں طبیب خاص کے عہدے پر ممتاز تھا اُس نے تقریباً ابنِ رشد کے تمام اگلے ترجموں کی دوبارہ تصحیح کی اور نئے سرے سے اُن کو شائع کیا، نیپلز کا ایک یہودی ابراہیم نامی جو پیڈوا میں طباعت کا پیشہ کرتا تھا اس عہد کا دوسرا مترجم تھا اس نے زیادہ تر فنِ خطابت اور فنِ شعر کی کتابیں ترجمہ کیں اس سلسلہ میں پال اسرائیل نے تلخیصات کتاب السماء والعالم اور تلخیص مابعد الطبیعات ڈیل مینس نے مقالہ فی الکون والفساد نیپلز کے طبیب کالو کالونیم نے تہافت التہافۃ اور مقالہ ارتصال عقل کے ترجمے دوبارہ شائع کئے ایلیاس مڈیجو جو پیڈوا کا آخری یہودی فیلسوف تھا اس عہد کا نہایت مستند مترجم ہوا ہے اُس نے رسالہ جوہر الکون کا ترجمہ ۱۴۷۰ء میں شائع کیا ۔

سولھویں صدی کے آخر میں پیڈوا کا پروفیسر زرابیلا بہت مشہور ہوا اس نے تقریباً ۱۵۶۴ء سے ۱۵۸۹ء تک درس دیا ہے مشکل مسائل میں وہ ابنِ رشد کے اقتباس جا بجا نقل کرتا ہے اور بعض مسائل میں ابنِ رشد کی حمایت اور بعض مسائل میں مخالفت کرتا ہے ۔

اسی عہد میں پنڈلیسیو ایک اور پروفیسر تھا جس کے لکچروں کے قدیم نسخے اب تک پیڈوا لائبریری میں محفوظ ہیں سولھویں اور سترہویں صدی میں پیڈوا کے پروفیسروں کا یہ عام دستور ہو گیا تھا کہ ابنِ رشد کی کوئی ایک کتاب لے لیتے تھے اور اس پر لیکچر شروع کر دیتے تھے لیکن اس کی پروا نہیں کرتے تھے کہ ہر ایک مسئلہ میں اس کی تقلید بھی کریں یہی وجہ تھی کہ اس زمانے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں عام طور پر ابنِ رشد کے فلسفہ کے اصولی مسائل تک میں پیڈوا کے پروفیسر ابنِ رشد کے فلسفہ کے اصولی مسائل تک میں پیڈوا کے پروفیسر ابنِ رشد کی مخالفت کرتے تھے مگر باوجود اس کے وہ خود اپنے کو ابنِ رشد کا پیرو کہتے تھے۔

سولہویں صدی کے آخر میں زرابیلا کے ایک شاگرد کریمونی کی شہرت ہوئی مورخین کے نزدیک یہ ابنِ رشد کے سلسلے کا آخری افیلسوف تھا اس کے لکچر اب تک شمالی اٹلی کے بعض کتب خانوں میں محفوظ ہیں افلاک کے ذی خیال و ذی نفس ہونے کے مسئلہ میں کریمونی ابنِ رشد کا نرا مقلد تھا غرض جہاں تک مابعد الطبیعیات کا تعلق ہے کریمونی ابنِ رشد سے ایک اپنچ اختلاف نہیں کرتا لیکن علم النفس میں اس نے ابنِ رشد سے جا بجا اختلاف کیا ہے چنانچہ وحدتِ عقل کے مسئلہ میں اس کی رائے ابنِ رشد کے بالکل خلاف ہے۔

کریمونی کا ۱۶۳۱ء میں انتقال ہوگیا اور اس کی آنکھ بند ہوتے ہی پیڈوا میں ابنِ رشد کے سلسلہ کی علمی مجلس بھی درہم برہم ہوگئی اس کے بعد اگرچہ پیڈوا کے بعض مدرس یہ قدیم وضع نباہنے کی کوشش کرتے رہے تاہم جس قدر زمانہ ترقی کرتا جاتا تھا اسی قدر نشاۃ ثانیہ کے اثرات قدیم فلسفہ کی جگہ لیتے جاتے تھے کریمونی کے بعد لیسیٹو (متوفی ۱۶۵۶ء) بھی فلسفہ عشائیہ کا درس دیتا تھا۔ مگر اس کی تعلیم میں جدید خیالات کا بہت میل تھا الیسیٹو کے بعد یہ قدیم وضع نہ نبھ سکی اور ۱۷۰۰ء میں فارڈیلا نے تو پیڈوا میں قدیم فلسفہ کا بالکل خاتمہ ہی کر دیا یعنی اس نے قدیم فلسفہ کے بجائے ڈیکارٹ کے جدید فلسفہ کی کتابیں نصاب میں داخل کیں۔

غرض اس بات پر تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ سترہویں صدی ابنِ رشد کے فلسفہ کے لئے گویا خاتمۃ الباب تھی یعنی اس صدی میں یا اس کے بعد کی صدیوں میں جو فلسفی پیدا ہوئے وہ بتدریج نشاۃ جدیدہ کی اصلاح سے قریب تر ہوتے جاتے تھے لیکن یہ حالت بتدریج کس طرح پیدا ہوتی گئی یعنی ابنِ رشد کے فلسفہ کا زوال یورپ میں کن اسباب کی بنا پر ہوا اس کی تفصیل یہ ہے۔

چھٹی صدی عیسوی سے بارہویں صدی تک یورپ میں خرق عادت اور سحر و فسون سازی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے عقیدہ کا دور دورہ رہا، مگر جب تیرہویں صدی عیسوی سے عربی فلسفہ کا رواج ہونے لگا تو کلیسا کے مذہب اور اس کے عقائد کی نسبت لوگوں کے دلوں میں شکوک پیدا ہونے لگے اس نئی تحریک کے علمبردار وہ لوگ تھے، جو ابن رشد کی پیروی کا دم بھرتے تھے راجر بیکن نیلاوڈاور فرنسیکن فرقہ کے بڑے بڑے پادری اس فرقہ کے سرگروہ تھے یورپ میں اب تک یہ عقیدے مسلم چلے آتے تھے کہ روح کم از کم مادی اوصاف سے بری نہیں ہے روح مرنے کے بعد قبر کے گرد و پیش منڈلایا کرتی ہے، یا جہنم میں وہ محض جسمانی عذاب میں مبتلا ہو گئی۔ لیکن ابن رشد کے فلسفہ کی بدولت نہ صرف یہ عقیدہ حل ہو گیا کہ روح مادہ سے بالکل ایک الگ جوہر ہے اور اس پر جسمانی عذاب نہیں بلکہ روحانی عذاب ہوگا بلکہ یہ بھی ثابت ہو گیا کہ ساری کائنات صرف ایک عقل کل کے مظہر کا نام ہے اور مرنے کے بعد انسان کی روح بھی اسی عقل میں جا کر فنا ہو جاتی ہے۔

ابن رشد کے یہ خیالات یورپ کی اس انحطاط پذیر عقلی حالت کے لحاظ سے کس قدر ملحدانہ تھے، ایک طرف یہ فلسفہ مادیت روح کا منکر تھا دوسری طرف اس سے بقائے روح انفرادی کے انکار کی جھلک نظر آتی تھی غرض ابن رشد کے فلسفہ کے اشاعت پذیر ہونے کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ یورپ میں ماہیت روح کے متعلق مذکورہ بالا عامیانہ عقیدوں کے بجائے روح کی حقیقت کا اعلیٰ تخیل پیدا ہوا، اور چودہویں صدی عیسوی میں جرمنی میں اکھارٹ اور ٹیلور کی سرکردگی میں فلسفہ روحانیت کی ایک تحریک پیدا ہوئی جس کی بنیاد ابن رشد کے انہی خیالات پر تھی چنانچہ اکھارٹ نے اتصال عقل فعال کے مسئلے میں عقل فعلی کی اس تفریق تک کو تسلیم کر لیا جو ابن رشد کی خاص ایجاد تھی اسی زمانے میں جرمنی میں عقل فعلی اور عقل انفعالی کے عنوان سے ایک اور کتاب لکھی گئی جس میں ابن رشد کے اقتباسات جا بجا نقل کئے گئے تھے۔

اسی زمانہ کے قریب قریب انگلستان میں ایک شخص بیکنتھارپ پیدا ہوا، یہ پیروان ابن رشد کا بادشاہ مشہور تھا انگلستان میں کارملائٹ فرقہ کا سنگ بنیاد اسی نے رکھا ہے فرانسیکن فرقہ کی طرح یہ فرقہ بھی ابن رشد کے فلسفہ کا دم بھرتا تھا بیکنتھارپ وحدت عقل کے مسئلہ میں ابن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رشد کے خلاف تھا، مگر باوجود اس کے اُس نے اس مسئلہ کے متعلق سینٹ ٹامس کی تردید کا جواب دیا ہے اس ایک مسئلہ کے علاوہ قدامتِ عالم، نفوسِ فلکیہ اور تاثیرِ افلاک وغیرہ مسائل میں وہ ابنِ رشد کا نرا مقلّد تھا، بلکنتھارپ اور جرمن فلاسفہ کے علاوہ چودھویں اور پندرھویں صدی میں ابنِ رشد کے جو مقلد پیدا ہوئے اُن کے نام یہ ہیں والٹر بارلے اوکمسٹ فرقہ (یعنی اوکم کے پیرو) بورڈین، مارسائل وغیرہم۔ یورپ میں ابنِ رشد کے فلسفہ پر تین دور گزرے ہیں پہلے دور میں اس کی کتابوں کے محض ترجمے کئے جاتے تھے ترجموں کی اشاعت کے بعد دوسرا دور اس وقت شروع ہوا، جب ابنِ رشد کے مقلد پیدا ہونے لگے ابنِ رشد کے مقلدوں میں کئی طرح کے لوگ تھے بعض اس کی کتابوں کی تحشی و تفسیر کرتے تھے اور اسی بنا پر اس کے پیرو مشہور ہو جاتے تھے پیڈوا کے اکثر پروفیسروں کا یہی حال تھا اور بعض واقعی اس کے مقلّد جامد ہوتے تھے ان دو طبقوں میں اہلِ علم لوگوں کی تعداد زیادہ تھی فرانسیکن انگلستان کے کارملائٹ، جرمنی کے منکس اسکوٹسٹ (ڈلن اسکوٹس کے پیرو) تھے اوکمسٹ (اوکم کے پیرو) فرقوں کا شمار اسی میں ہے۔

فلسفہ مدرسیہ کے یہ فرقے کیتھولک لوگوں کی نگاہ میں ملحد خیال کئے جاتے تھے کیونکہ چرچ اس بات کا دعویدار تھا کہ ہر ایک امر میں خواہ اس کا تعلق مذہب سے ہو یا نہ ہو، آخری فیصلہ کا حق اسی کو ہے لیکن فلسفیانہ فرقے چرچ کے اس مسلّم اقتدار کے مٹانے کی فکر میں تھے اس زمانہ میں آزاد خیالوں میں ایک نیا شوق یہ پیدا ہوا تھا کہ دنیا کے تینوں بڑے مذہبوں یعنی موسویت اور مسیحیت اور اسلام کو جھوٹا ثابت کریں چودھویں صدی میں دو ابنائے حرّیت" کے نام سے آزاد خیالوں کا ایک نیا گروہ پیدا ہوا جو صاف صاف ابنِ رشد کی پیروی کا اقرار کرتا تھا۔

مذہب کے خلاف یہ شورش جو برپا تھی پادریوں کے خیال میں اس کے ذمہ دار صرف دو شخص تھے، فریڈریک شہنشاہِ جرمنی اور ابنِ رشد جیل دی روم جو ابنِ رشد کے مخالفین میں نہایت مشہور شخص ہوا ہے کہتا ہے ابنِ رشد نے فلسفہ کی غلطیاں ہی تازہ نہیں کی ہیں بلکہ اس کے علاوہ ایک بڑے جرم کا مرتکب ہوا ہے یعنی مذہب پر اس نے براہ راست حملہ کیا ہے وہ تمام مذاہب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا یکساں دشمن ہے مابعد الطبعیات کے دوسرے اور دسویں باب میں اس نے انجیل اور قرآن کی (معاذ اللہ) اس بنا پر تردید کی ہے کہ وہ لاشے محض سے خلق اشیاء کے عقیدہ کی تعلیم دیتی ہیں اسی طرح طبعیات کے تیسرے باب میں اس نے مذہب پر طعن کیا ہے اور جو لوگ مذہب کی پیروی کرتے ہیں اُن کو نقالی وغیرہ کا الزام دیتے ہیں فریڈریک چونکہ عربی فلسفہ کی حمایت کرتا تھا اس لئے وہ بھی بدنام تھا بہت سی باتیں ابن رشد کی جانب افواہ کے طور پر بھی منسوب تھیں اصل میں ہوتا یہ تھا کہ ہر شخص اپنا ذاتی خیال ابن رشد کی جانب منسوب کر دیتا تھا چنانچہ تھری امپوسچرس یعنی "مذاہب باطلہ سہ گانہ" کے تخیل کا بانی ابن رشد خیال کیا جاتا تھا۔

ایک طبقہ ان آزاد خیال لوگوں میں ایسا بھی تھا جو ابن رشد کی پیروی فیشن سمجھ کر کرتا تھا، ان لوگوں کو ابن رشد کے واقعی خیالات سے کوئی مطلب نہ تھا اور نہ وہ اس کی کتابوں کے مطالعہ کرنے کے قابل تھے۔

ان میں مذہب کے خلاف دریدہ دہنی زیادہ تھی اور اکثر یہ لوگ عوام سے بحث کرنے پر تُل جاتے تھے اٹلی میں وینس، نیپلز اور پیڈوا کے امیروں اور اونچے طبقوں کے افراد میں یہ مضر جراثیم بہ کثرت پھیلے ہوئے تھے۔

غرض ان متعدد آزاد خیال فرقوں کی بدولت آخری صدیوں میں ابن رشد کا فلسفہ بالکل مسخ ہو کر رہ گیا تھا ارسطو کے شارح کی حیثیت سے شہرت حاصل کرتے کرتے آخر میں نوبت یہاں تک پہنچی کہ شرح و متن اور اصل و تفسیر کا فرق بالکل مٹ گیا اور مختلف تغیرات کے بعد ابن رشد کے فلسفہ کی جو حقیقت رہ گئی تھی اس کا ماحصل یہ تھا (۱) مافوق الفطرت کا انکار (۲) معجزات کا انکار (۳) فرشتوں کا انکار (۴) جنوں کے وجود کا انکار (۵) کائنات کے جزئی تغیرات میں دست قدرت کی مداخلت کا انکار (۶) تمام مذاہب و ادیان کو باطل سمجھنا یہ خیالات تھے جو ابن رشد کی جانب منسوب تھے۔ اور لوگ انہی عقائد فاسدہ پر ایمان رکھنے کی وجہ سے ابن رشد کے پیرو کہلاتے تھے حالانکہ غریب ابن رشد کو یہ خبر تک نہ تھی کہ میرے عقائد کی دھجیاں اس طرح اُڑائی جائیں گی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲)

مذہبی طبقہ کی مخالفت کا اثر

فلسفہ کی اشاعت کی نئی تحریک جو تیرہویں صدی میں شروع ہوئی چرچ اس کا ابتدا سے مخالف تھا ۔ ۱۲۰۹ء میں جب کہ ابنِ رشد کی کتابوں کا یورپ میں کوئی نام بھی نہیں جانتا تھا ، پادریوں کی ایک مجلس پیرس میں منعقد ہوئی جس نے یہ اعلان کیا کہ ارسطو کی کتابوں کا پڑھنا پڑھانا حرام ہے چنانچہ اموری اور داود ڈینٹو کی کتابیں اس مجلس کے حکم سے جلادی گئیں لیکن جب اس ممانعت کا کوئی اثر نہ ہوا تو ۱۲۱۵ء میں ایک اور مجلس منعقد کی گئی ، جس نے ارسطو اور ابنِ سینا کی کتابوں کے متعلق دوبارہ حرمت کا فتوٰی شائع کیا ۔ ۱۲۳۱ء میں پوپ گریگوری نہم نے حکم دیا کہ عربی فلسفہ کا پڑھنا پڑھانا قطعاً بند کر دیا جائے ۔

اس وقت تک ابنِ رشد کے فلسفہ کا کوئی سوال نہ تھا نفسِ عربی فلسفہ کی تحریک ہی مخالفت کا باعث تھی ولیم اور گنے پہلا شخص ہے جو ابنِ رشد کی تردید پر آمادہ ہوا ولیم اور گنے نے ابنِ رشد کے بہت سے خیالات کی تردید کی ہے مگر ان موقعوں پر وہ ابن رشد کا نام تک نہیں لیتا بلکہ ابنِ سینا اور ارسطو وغیرہ کے ناموں سے اُن کی تردید کرتا ہے ۔

مذہبی طبقہ میں ڈامنیکن فرقہ ابنِ رشد کے فلسفہ کا سب سے زیادہ مخالف تھا اس فرقہ کی بنیاد سنیٹ ڈامنیک نے ڈالی تھی ۔ ۱۱۷۰ء اس کا سال پیدائش اور ۱۲۲۱ء سال وفات ہے ، اس کے پیرو پکے عیسائی اور نہایت متعصب ہوتے تھے ، فرانسیکن فرقہ عربی فلسفہ کی حمایت کرتا تھا اس کے مقابلہ میں ڈامنیکن فرقہ کی جانب سے اس کی مخالفت ہوتی تھی یہ دونوں فرقے اس زمانہ میں حریف اور مقابل تھے چنانچہ راجر بیکن اور ڈنس اسکوٹس کے مقابلے میں ڈامنیکن فرقہ میں سے جس نے سب سے پہلے ابنِ رشد کے فلسفہ کی مخالفت کا علم بلند کیا وہ میرلٹ میکینش تھا یہ ۱۱۹۳ء میں پیدا ہوا اور ۱۲۲۱ء یعنی سینٹ ڈامنیک بانی فرقہ کے عین سال وفات میں اس کے حلقہ ارادت میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شامل ہوا فلسفۂ عرب کے رد میں اس نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں ابن سینا کا بہت مداح تھا اور ابن رشد کی اس بنا پر تردید کرتا تھا کہ اس نے ابن سینا کی مخالفت کی ہے۔

البرٹس کے بعد مشہور سینٹ ٹامس کو بناس اپنے استاد کی مسند درس پر بیٹھا اس کا استاد البرٹس ابن سینا کی نقل اُتارتا تھا۔ ۔ ۔ ۔ چنانچہ ابن رشد کی نقل میں ارسطو کی کتابوں میں چھوٹی بڑی اور متوسط شرحیں اس نے بھی لکھی تھیں اس نے عربی فلسفہ کے متعدد معرکۃ الآرا مسائل کی شدومد سے تردید کی ہے۔

سب سے زیادہ جس مسئلہ میں اس نے ابن رشد کا حریفانہ مقابلہ کیا ہے وہ وحدتِ عقل کا مسئلہ ہے جو خاص ابن رشد کی ایجاد تھا یہاں تک کہ ایک خاص کتاب اس نے اس مسئلہ کی تردید میں لکھی، اس کتاب میں اس نے ابن رشد کے علاوہ یورپ کے بعض مدرسیہ فلسفیون کی بھی تردید کی ہے اور ان کو یہ الزام دیا ہے کہ یہ لوگ خواہ مخواہ ہر ایک مسئلہ میں ملحدوں یعنی ابن رشد کی پیروی کرنے لگتے ہیں اُن کو یہ نہیں سوجھتا کہ ابن رشد نے تو ارسطو کے مشائی فلسفہ کو بھی غارت کر کے رکھ دیا ہے، اس سلسلے میں وہ نہایت جوشش کے ساتھ تمام یونانی فلسفیوں کے نام گنا کر لکھتا ہے کہ ارسطو اسکندر افرودسی، ابن سینا، تیو، فراسطیس، تامسطیوس، فورفوریوس میں سے کوئی بھی تو اتنا احمق نہیں ہے کہ ابن رشد کی طرح تمام انسانوں میں ایک ہی عقل پائی جائے گی تو ابرار اور فجار کا فرق کیسے نمایاں ہوگا اور خدا کے بھلے اور بُرے بندوں میں امتیاز کس طرح کیا جائے گا۔

غرض سینٹ ٹامس کی کوشش یہ تھی کہ خود ارسطو ہی کے اصول سے ابن رشد کا فلسفہ باطل کر دیا جائے، اس نے اپنا یہ خیال متعدد مقامات پر ظاہر کیا ہے کہ ارسطو اگر ایک غلطی کرتا ہے، تو اہل عرب اس پر دس پانچ غلطیوں کا اور اضافہ کر دیتے ہیں یعنی خود ارسطو کا فلسفہ اتنا غلط نہیں ہے جتنی اہلِ عرب کی ایجادیں غلط ہیں ٹامس اکوئناس کی وفات پر ریمونڈ مارٹینی نے فلسفۂ عرب کی مخالفت میں کتابیں لکھیں، اُس نے ابن رشد کی تردید میں امام غزالی سے مدد لی ہے وہ کہا کرتا تھا کہ فلسفہ کی تردید فلسفی کے منہ سے اچھی معلوم ہوتی ہے وحدتِ عقل کے مسئلہ کا وہ بہت مخالف تھا اس کا خیال

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا کہ یہ مسئلہ ابن رشد نے افلاطون سے اخذ کیا ہے۔ رمونڈ مارٹینی کے بعد جیل دی لیسین برنارڈ ٹریلیا، ہارونڈ پلیک بہت مشہور ہوئے ان میں سے ہر ایک نے نہایت جوش و خروش کے ساتھ ابن رشد کی تردید میں حصہ لیا اٹلی کا مشہور شاعر ڈیٹنے بھی فلسفیانہ حیثیت سے فلسفۂ عرب خاص کر ساتھ ابن رشد کے مخالفوں میں تھا اُس نے سیگر کے حلقۂ درس میں ابن رشد کے فلسفہ کی تعلیم پائی تھی اسی وجہ سے باوجود مخالفت کے وہ ابن رشد کا احترام کرتا تھا چنانچہ اپنی مشہور کتاب "جہنم میں" اس نے ابن رشد کو ملحدوں اور بے ایمانوں کے زمرہ میں شامل کرنے سے پرہیز کیا ہے۔

ابن رشد کے مخالفوں میں سینٹ ٹامس کے بعد جیل دی روم کو زیادہ شہرت حاصل ہوئی اس کو عرب کے تمام فلسفیوں میں ابن رشد سے زیادہ عداوت تھی چنانچہ اپنے ہمعصروں کے کے خلاف وہ اس کو ملحد اور بے دین سمجھتا تھا۔

لیکن ان تمام مخالفین ابن رشد میں جو شخص سب کا پیشرو تھا وہ رمونڈ للی نامی شخص تھا۔ جو ۱۲۳۴ء میں پیدا ہوا اس کو اسلام کے اثر و قوت کے مٹانے کی زیادہ فکر رہتی تھی اور اس سلسلے میں وہ ابن رشد کے فلسفہ کے پیچھے پڑا رہتا تھا اسلام کے اثر و قوت کے مٹانے کیلئے اس نے بڑی بڑی کوششیں کیں لیکن سب میں ناکام رہا، بالآخر مایوس ہوکر وہ ۱۳۱۱ء میں ویانا کی بڑی مجلس میں شریک ہوا، اور پوپ کلیمنٹ پنجم کی خدمت میں یہ تحریک پیش کی کہ ایک لشکر جرار مسلمانوں کے برباد کرنے کے لئے تیار کیا جائے، عربی زبان کی تعلیم کے لئے یونیورسٹیاں قائم کی جائیں اور تصانیف ابن رشد کے ناجائز ہونے کا فتویٰ دے دیا جائے، سوء اتفاق سے وہ اس مجلس سے بھی ناکام واپس آیا، اور تھک کر گھر میں بیٹھ رہا، اس واقعہ کے تین چار سال کے بعد ۱۳۱۵ء میں انتقال کیا، یورپ پر اس وقت مذہبی جذبات کا زیادہ غلبہ تھا اور وہ بالکل ظاہر پرست تھا، اس لئے مذہبی خیالات کو تصویروں کے ذریعہ سے نمایاں کرنے کا عام رواج ہو گیا تھا اور اٹلی کے مصور بہشت و دوزخ اور قیامت کے ہوشربا واقعات کی رنگ برنگ کی تصویریں بنانے کے عادی ہوگئے تھے، یہ تصویریں مختلف طرح کی ہوتی تھیں بعضوں میں یہ دکھایا جاتا تھا کہ گنہگار آگ میں ڈالے جا رہے ہیں،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور کہیں یہ دکھایا جارہا تھا کہ نیک بندے بہشت کی مسرتوں سے لطف اٹھا رہے ہیں اسی سلسلہ میں یہ ایک نیا طریقہ نکلا تھا کہ ملحدوں اور بیدینوں کی بھی تصویریں لی جاتی تھیں چنانچہ اس دور میں مختلف طریقوں سے ابن رشد کی اتنی تصویریں لی گئیں کہ بیچارہ تمام یورپ میں بیدین مشہور ہو گیا چودہویں صدی کے ایک مشہور مصور نے ۱۳۴۰ء میں ایک عمدہ مرقع تیار کیا جو سینٹ کیتھرائن کے گرجے میں بمقام ملپیسا نصب کیا گیا اس مرقع کی صورت یہ تھی کہ سب سے اوپر ذات الٰہی جلوہ گر ہے جس کے گرداگرد ملائکہ صف بستہ ہیں ذات الٰہی سے نور کی شعاعیں منتشر ہوتی ہیں نیچے بادل کی سطح پر حضرت موسیٰؑ پولوس اور اناجیل اربعہ ہیں اور نور کی شعاعیں اُن پر آکر پڑتی ہیں، بادل کے نیچے ٹامس کھڑا ہے جس پر نور کی شعاعیں حضرت موسیٰؑ وغیرہ سے گزر کر پڑتی ہیں ذرا نیچے دونوں جانب ارسطو اور افلاطون کھڑے ہیں اُن دونوں کے ہاتھ میں دو کتابیں ہیں جن سے نور کا ایک سلسلہ بلند ہوکر ٹامس کے سر تک پہنچتا ہے اور ذات الٰہی کے نور میں مخلوط ہو جاتا ہے، ٹامس کرسی پر بیٹھا ہوا ہے اس کے ہاتھ میں کتاب مقدس کھلی ہوئی ہے جس کے سرورق پر لکھا ہوا ہے کہ میرا نور سچ بولتا ہے اور میرے ہونٹھ ضلالت کے منکر ہیں ٹامس کی کرسی کے چاروں طرف ہر درجہ و رتبہ کے مقدس پادریوں کی قطار ہے جس پر ٹامس کی تصانیف کی شعاعیں پڑ رہی ہیں انہی شعاعوں میں سے ایک شعاع ابن رشد پر بھی پڑتی ہے جو ٹامس کے سامنے زمین پر پچھڑا ہوا پڑا ہے۔

(۳)

دورِ اصلاح

پندرہویں صدی عیسوی کے آخر سے فلسفہ میں ایک نیا انقلاب پیدا ہوا، اب تک علمی دنیا دو طبقوں میں منقسم تھی اور دونوں اپنے اپنے دعوؤں کے ثبوت میں یکساں عقلی دلیلیں استعمال کرتے تھے ایک وہ طبقہ جو عربی فلسفہ خاص کر ابن رشد کے پردہ میں ارسطو کے مشائی فلسفہ کی حمایت کرتا تھا اور مذہب کے مقابلہ میں آزاد خیال شمار کیا جاتا تھا اس طبقہ میں فرانسیسکن فرقہ اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن رشد کے دیگر متبعین شامل تھے۔ دوسرا طبقہ مذہب عیسوی کے ان متکلمین کا تھا جو فلسفہ ہی کے اسلحہ سے مذہب کی حمایت میں ارسطو اور ابن رشد کی تردید کرتا تھا یہ گروہ ڈامنیکین اور ٹامس کے پیروں کا تھا لیکن اب ایک نیا گروہ اور پیدا ہوا جس کی غرض یہ تھی کہ بے معنی لفظی بحثوں کے بجائے کارآمد مسائل فلسفہ میں شامل کئے جائیں اور اس طرح فلسفہ کی تجدید کی جائے یہ زمانہ مسیحیت کی اصلاح اور فرقہ پروٹسٹنٹ کی پیدائش کا تھا جرمنی میں مذہب کی اصلاح کا سنگِ بنیاد رکھا گیا اور اٹلی میں فلسفہ کی اصلاح کا۔

اٹلی سے صدائے اصلاح بلند ہونے کی وجہ یہ تھی کہ یہیں پیڈوا یونیورسٹی واقع تھی۔ جو اس وقت علم وفن کا بڑا مرکز تھی، پیڈوا کے پروفیسر نہایت ذی اثر ہوتے تھے دوسرے ممالک میں یہاں کے نصاب وطرزِ تعلیم کی تقلید کی جاتی تھی کتابوں کا ذخیرہ بھی یہاں کافی تھا، عربی اثر بھی یہاں براہِ راست نمایاں تھا غرض اس وقت صرف یہی ایک درسگاہ ایسی تھی جو ایک عرصہ تک عربی اثر کے ماتحت رہنے کے علاوہ علم وفن کی زندہ یادگار تھی ظاہر ہے کہ فلسفہ کی اصلاح کے لئے اس سے زیادہ اور کون مقام موزوں ہو سکتا تھا۔

بڑا سبب یہ تھا کہ چودہویں صدی میں جب مشرق کی بیزنطینی حکومت پر ترکوں کے کامیاب حملے شروع ہوئے تو مشرق کے فضلاء نے عموماً قرب کی وجہ سے اٹلی ہی کا رُخ کیا یونان اور قسطنطنیہ کے کتب خانوں میں اصل یونانی زبان کی کتابیں مقفل پڑی تھیں ترکوں کے حملے سے بھاگ کر جب یونانی فضلاء نے اٹلی میں پناہ لی تو یہ نادر ذخیرے بھی وہ اپنے ساتھ لیتے آئے، یہ کتابیں دیکھ کر حامیانِ فلسفہ کی آنکھیں کُھل گئیں مدتوں سے یہ لوگ ارسطو کے فلسفہ کی شرح وتفسیر میں مشغول تھے اور خود ارسطو کی کتابوں سے اُن کو واقفیت نہ تھی اس کی کتابوں کے سمجھنے میں عرب مفسرین کی شرحوں سے مدد لی جاتی تھی حالانکہ یہ مفسر خود بھی یونانی زبان سے واقف نہیں ہوتے تھے، اور محض عربی ترجموں پر اعتماد کر کے تفسیر کرتے تھے لیکن جب خود ارسطو کی کتابیں اصل یونانی زبان میں دستیاب ہوگئیں تو ان شرحوں کی ضرورت باقی نہ رہی اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ عربی زبان وفلسفہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا اثر بالکل زائل ہو گیا اور بجائے اس کے یونانی زبان کی درسگاہیں قائم ہونے لگیں، ریمونڈ للی نے عربی اثر کے خلاف اس نئی تحریک کی بنیاد ڈالی وہ خود اگرچہ اپنی زندگی میں کامیاب نہ ہوا لیکن متعدد اسباب جمع ہو جانے کی وجہ سے اس کی موت کے بعد اس تحریک میں بڑی کامیابی ہوئی تاسکینی کے ضلع میں ۱۳۰۴ء میں پیٹرارک پیدا ہوا جو اس تحریک کا بڑا سرگروہ تھا اس کے باپ نے اس کو قانون کے پیشہ میں لگانا چاہا مگر اس پیشہ میں اس کا دل نہ لگا اور آخر کار پیڈوا میں آکر پڑ رہا یہ لیٹن اور یونانی زبان کا بڑا ماہر تھا، اور فلسفہ پر بھی اس کی بعض تصانیف موجود ہیں۔

پیٹرارک کا خیال تھا کہ عربوں نے علم و فن کی کوئی خاص خدمت انجام نہیں دی انہوں نے صرف یونانی تہذیب و تمدن کے بعض آثار کی حفاظت بے شک کی ہے مگر جب کہ خود یونانی تمدن کے حقیقی باقیات الصالحات پر ہم کو دسترس حاصل ہو گئی تو اب اس کی کیا ضرورت باقی رہی کہ ایک اجنبی قوم سے یونانی تہذیب و تمدن کی تعلیم حاصل کی جائے پیٹرارک نہ صرف عربی اثر ہی کا دشمن تھا بلکہ اس کو خود عربی سے عداوت تھی۔

پیٹرارک کے عہد میں ابن رشد کے مقلد عموماً بیدین ہوتے تھے اور مذہب کی ہنسی اڑانا ان کا دن رات کا شغل ہو گیا تھا پیٹرارک خود چونکہ نہایت پکا عیسائی تھا اس لئے اس کو ابن رشد کے ان نام نہاد پیروؤں کی یہ حرکتیں ناگوار گزرتی تھیں ابن رشد کی تردید لکھنے کا ارادہ کیا تھا مگر اس کو وقت نہیں ملا چنانچہ ایک خط میں وہ اپنے ایک دوست کو وصیت کرتا ہے کہ تمام کاموں کو چھوڑ کر ابن رشد کی تردید میں تم کو لگ جانا چاہیئے یہ مذہب ہماری قوم کے نوجوانوں کو گمراہ کر رہا ہے ایک بار وہ اپنے ایک دوست سے جو ابن رشد کا معتقد تھا باتیں کر رہا تھا۔ دوران گفتگو میں اس نے سینٹ پال کا قول سند میں پیش کیا ابن رشد کا مقلد جھلا کر بولا کہ سنٹ اگسٹائن اور پال کی سند میں اپنے ہی تک رکھیے ان لوگوں کو میں نہیں مانتا اگر سند پیش کرنا ہو تو ابن رشد کے کلام سے پیش کیجئے جو فلسفیوں کا سرتاج ہے پیٹرارک یہ سن کر آگ بگولا ہو گیا اور اس کی گردن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ہاتھ دے کر کہنے لگا کہ "مہربانی فرما کر اب سے آپ میرے پاس تشریف نہ لایئے گا" اپنے عہد کے ابنِ رشد کے پیروؤں پر وہ یہ ملامت کرتا ہے کہ "یہ لوگ سچے ایمانداروں کو بیوقوف سمجھتے ہیں ان کے نزدیک عقل و دانش کا معیار یہ ہے کہ آدمی دہریہ و لامذہب ہو"

پیٹر پارک نے ۱۳۷۴ء میں بہ مقام پیڈوا انتقال کیا۔

پیٹر پارک کے بعد عربی لٹریچر کے بجائے یونانی لٹریچر کی تحصیل کی طرف عام توجہ شروع ہو گئی، یونانی فلاسفہ جو مشرق سے بھاگ بھاگ کر آئے انہوں نے اٹلی میں جا بجا نئی درسگاہیں قائم کر دیں جن میں یونانی لٹریچر اور فلسفہ کی تعلیم ہوتی تھی اس نئی تحریک کی بڑی خصوصیت یہ تھی کہ اس کی وجہ سے قدیم علوم و فنون نئے سرے سے زندہ ہو گئے اور تجدید و تاسیس کا یہ مذاق اس قدر وسعت پذیر ہوا کہ قدیم علوم و فنون کے احیاء کے علاوہ فلسفہ کے قدیم فرقوں کی نئے سرے سے بنیاد ڈالی گئی۔ یعنی مشائیہ (ارسطو کے مقلد) اشراقیہ (افلاطون کے پیرو) لذتیہ (ابیکورس کے متبعین) اسٹوائک (زینو کے مقلد) سوفسطائیہ، لاادریہ اور متکلمین، غرض تمام قدیم یونانی فرقے نئے سرے سے زندہ ہو گئے وجہ یہ تھی کہ تمام قدیم یونانی مصنفوں کی کتابیں اصل یونانی زبان میں دستیاب ہو گئی تھیں جن کو پڑھ پڑھ کر ہر شخص کسی نہ کسی قدیم فرقہ کی جانب اپنے تئیں منسوب کرنے لگتا تھا ان نئے فرقوں کی پیدائش کا نتیجہ یہ تھا کہ عربی اثر کمزور ہو رہا تھا اور ابنِ رشد کے نام کی وقعت مٹنے لگی تھی۔

ابتدائی دور میں جن لوگوں نے یونانی مشائی فلسفہ کی تجدید و تاسیس میں حصہ لیا اُن کے نام یہ ہیں گاز المتوفی ۱۴۷۸ء جارج آف ٹریبیزونڈ (متوفی ۱۴۸۴ء) جارج اسکولاریس وغیرہم لیکن ۴ نومبر ۱۴۹۷ء کی تاریخ باشندگانِ اٹلی کے لئے سب سے زیادہ مبارک تھی جبکہ لیونیس نے پیڈوا یونیورسٹی کے ہال میں ایک مجمع کے روبرو اصل یونانی زبان میں ارسطو کے فلسفہ کی تعلیم دینا شروع کی اس موقع پر یونیورسٹی کی طرف سے بہت بڑی تقریب منائی گئی اور شعراء نے مسرت آمیز نظمیں پڑھیں لیکن لیونیس۔۔۔ ابنِ رشد سے زیادہ بدعقیدہ نہ تھا بلکہ اس کو ارسطو کا مستند مفسر سمجھتا تھا۔

لیونیس کے بعد اس سلسلہ میں پامپوناٹ بہت مشہور ہوا اسی کے عہد میں ابنِ رشد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے پیرؤوں کے مقابلہ پر یونانی مشائی فلسفہ کے طرفدار وں نے الگ اپنا فرقہ بنالیا اور دونوں میں ایک عرصہ تک خانہ جنگی برپا رہی ان دو فریقوں میں مابہ النزاع مسئلہ یہ تھا کہ مرنے کے بعد روح باقی رہتی ہے یا نہیں؟ ابن رشد کے پیرو بدستور اس بات پر اڑے تھے کہ مرنے کے بعد انسان کی روح خدا میں جا کر مل جاتی ہے جہاں گو اس کی شخصیت فنا ہو جاتی ہے مگر کلی حیثیت سے خدا کے وجود کے ساتھ اس کا وجود بھی ہمیشہ باقی رہتا ہے۔

پامپوناٹ اس کے مقابلہ میں اسکندر افرودسی کے اس نظریہ کی حمایت کرتا تھا کہ مرنے کے بعد روح بھی فنا ہو جاتی ہے اس مسئلہ میں ان دونوں فرقوں کی باہمی آویزش کا نتیجہ یہ ہوا کہ عملی طور پر بھی یونانی فلسفہ مشائیہ اور عربی مشائی فلسفہ کے درمیان ایک حد فاصل قائم ہو گئی یعنی یونانی لٹریچر کے طرفدار اسکندر افرودسی کو سند میں پیش کرتے تھے اور عربی لٹریچر کے دلدادہ ابن رشد کو مذہبی طبقہ میں اس سے پہلے گو ابن رشد بیدینی کے الزام کی وجہ سے بہت بدنام تھا مگر اس بحث کا نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے عرصہ کے لئے مذہبی طبقہ میں ابن رشد کی وقعت دوبارہ قائم ہو گئی، اسکندرا فرودسی کے پیرو چونکہ بقاے روح کے مسئلے کا انکار کرتے تھے اس لئے اس کا الٹا اثر یہ ہوا کہ مذہبی طبقہ ابن رشد کے پیرؤوں کی حمایت کرنے لگا چنانچہ پوپ لیودہم کی تحریک پر پادریوں کی ایک کونسل مجتمع ہوئی جس نے بالاتفاق بہت سی تجویزیں پاس کیں جن میں ایک یہ تھی کہ وہ لوگ گمراہ ہیں، جو عقیدہ فناے روح کے قائل ہیں یعنی اسکندر افرودسی کے پیرو۔

پالمپوناٹ کے مقابلہ میں ابن رشد کے گروہ کے دو شخص بقاے روح کے عقیدہ کی حمایت کرتے تھے ایک اچلینی اور دوسرے اگسٹس نیفس ان میں سے اول الذکر نے کوئی خاص شہرت حاصل نہیں کی البتہ ثانی الذکر نہایت مشہور متکلم اور ابن رشد کا نرا مقلد تھا اس نے پوپ لیودہم کے حکم سے پالمپوناٹ کی تردید اور بقائے روح کے مسئلہ کی تائید میں ایک کتاب لکھی جو مذہبی طبقہ میں نہایت قدر کی نگاہوں سے دیکھی گئی اگسٹس نیفس نے ابن رشد کی بعض کتابوں کی شرحیں بھی کی ہیں چنانچہ اس نے ۱۴۹۵ء سے ۱۴۹۷ء تک دو برس کے عرصے میں اپنے زیر اہتمام ابن رشد کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک مکمل ایڈیشن شرح سمیت شائع کیا، وحدت عقل کے مسئلہ میں وہ ابن رشد کا موافق تھا، نیز جواہر مجردہ اور نفوس فلکیہ کے نظریہ میں اس نے ابن رشد کی حمایت کی ہے۔

اسکندر افرودسی کے حامیوں کے علاوہ ایک اور گروہ پیدا ہوگیا تھا جو ارسطو اور ابن رشد کے کے مقابلہ میں افلاطون کے فلسفہ کی حمایت کرتا تھا لوگوں کا خیال تھا کہ افلاطون کا فلسفہ مذہب سے زیادہ مطابقت رکھتا ہے اس بنا پر عام طور سے ارسطو کے مقابلہ میں افلاطون کی نسبت لوگوں کی عقیدت کا رجحان زیادہ ہوتا جاتا ہے، اٹلی میں جس شخص نے سب سے پہلے افلاطونی فرقہ کا سنگ بنیاد رکھا وہ قسطنطنیہ کا ایک باشندہ جارج گیمسٹ نامی تھا جارج گیمسٹ کے بعد بساریو نے اس جدید فرقہ کی نشو ونما میں نمایاں حصہ لیا سب سے آخر میں مارسائل فیسیں پیدا ہوا جو اس فرقہ کا بہت بڑا سرگروہ تھا ۱۴۳۳ء میں بمقام فلارنس اس کی پیدائش ہوئی تھی، یہ بانی فرقہ جارج گیمسٹ کے ارشد تلامذہ میں تھا ۱۴۹۹ء اس کا سال وفات ہے اس کا خود بیان یہ ہے کہ حامیان ابن رشد کے فرقے سے ان کی بیدینی کی بنا پر مجھے نفرت ہوئی لیکن اس کے بعد میرے لئے صرف ایک راستہ باقی رہ گیا تھا وہ یہ کہ میں فلسفہ کا کوئی ایسا فرقہ تلاش کروں جو مذہب سے عداوت نہ رکھتا ہو چنانچہ ایک مدت کی تلاش کے بعد جارج گیمسٹ کے تلمذ کی سعادت مجھے نصیب ہوئی جو اس زمانہ میں فلسفیوں کا سرتاج اور مذہبی طبقہ میں معزز وباوقار شمار کیا جاتا تھا مارسائل فیسیں نے ایک خاص کتاب میں ابن رشد کے نظریۂ وحدت عقل کی تردید کی ہے۔

ان فرقوں کے علاوہ مصلحین کا ایک فرقہ اور تھا جس کو نہ صرف ابن رشد اور ارسطو سے بلکہ قدیم طرز کے فلسفیانہ دلائل وبراہین اور نفس مسائل ہی سے نفرت تھی جو ان دنوں فلسفہ کے تمام فرقوں میں معرکۃ الآراء خیال کئے جاتے تھے، پک میرنڈل اور دیلوز اس گروہ کے مشہور لوگ ہوئے ہیں دیلوز قدیم فلسفہ مدرسہ کا سخت دشمن تھا چنانچہ اپنی کتابوں میں اس نے اس فلسفہ کی دھجیاں اڑائی ہیں، مذہبی طبقوں میں سے جیسویٹ فرقہ سترہویں صدی عیسوی میں ابن رشد کے فلسفہ کی تردید پر کمربستہ ہوا، چنانچہ اس فرقہ کے سرگروہ انٹونی نے وحدت عقل کے مسئلہ کے خلاف بہت کچھ لکھا ہے اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ہمعصر پاسیوں کا لہجہ اس مسئلہ کی تردید میں اس سے بھی زیادہ سخت تھا، وہ ابن رشد کو ملحد و بے دین وغیرہ الفاظ کے سوا کسی اور الفاظ سے کبھی یاد نہیں کرتا۔

ابن رشد کے فلسفہ پر اس زمانے میں ہر چہار طرف سے جو حملے ہو رہے تھے ان میں سب سے زیادہ سخت حملہ جدید سائنس و فلسفہ کے علمبرداروں کا تھا ابن رشد کے فلسفہ نے تقریباً تین چار صدیوں تک یورپ پر حکومت کی تھی اس دوران میں وہ عجیب عجیب انقلابات کا شکار ہوا کبھی اس پر بیدینی و الحاد کی تہمت لگائی جاتی تھی اور کبھی اس کے برعکس مذہب کے ثبوت میں اس سے استدلال کیا جاتا تھا کبھی اس کی کتابیں مقبولیت کا رتبہ پاکر معلّموں کے درس و تدریس کے کام آتی تھیں، اور کبھی اس کی کتابوں اور فلسفہ سے اس قدر ناواقفیت کا اظہار کیا جانے لگتا تھا کہ اس کی نسبت افتراء اور بہتان کا طوفان بلند ہو جاتا تھا، کبھی اُس کے خیالات کی تائید و حمایت کی جاتی تھی اور کبھی اس کے اصلی خیالات سے کوئی باخبر بھی نہیں ہوتا تھا اور اس سلسلہ میں اگر کوئی شخص اس کی نسبت جھوٹی بات بھی جوڑ دیتا تو لوگ اس کو آسانی سے قبول کرنے پر تیار ہو جاتے تھے، غرض ابن رشد کی شخصیت اس کے فلسفہ اور اُس کے نظریات میں اُس کے مرنے کے بعد جتنے اُلٹ پھیر ہوئے ہیں شاید دنیا کے کسی بڑے سے بڑے فلسفی کے حالات و خیالات میں اتنے عظیم الشان انقلاب نہ ہوئے ہوں گے لیکن باوجود ان پیہم تغیرات اور سلسلہ وار مخالفانہ حملوں کے فلسفہ کے تمام قدیم و جدید فرقوں میں سے صرف اسی ایک فلسفہ کی یہ خصوصیت تھی کہ ایک عرصہ تک یہ ہر قسم کی مخالفتوں کا کھُلے میدان میں مقابلہ کرتا رہا اور کسی حملہ سے اس کو اتنا بھی صدمہ نہ پہنچ سکا کہ کچھ لمحوں کے لئے اس کی صدائے اصلاح دھیمی پڑ جاتی ڈامینکین فرقہ کی مناظرانہ تردید میں سینٹ تامس کی دندان شکن متکلمانہ فصاحت و بلاغت جیسویٹ فرقہ کی فقرہ پردازیاں ڈانٹے کی شاعرانہ ہزل گوئی، اٹلی کے مصوروں کی اہانت آمیز صناعی و مصوری، پادریوں کی کونسل کے متفقہ فتاوے، متعدد پوپوں کے مذہبی فرامین، محکمۂ احتساب عقائد کی جاسوسیاں اور اس کی عالم سوز آتش انتقام غرض سارے جہاں کی مخالفتیں ایک طرف اور ابن رشد کا فلسفہ اور اُس سے دماغی و اعتقادی ثمرات و اثرات ایک طرف ان دونوں قوتوں کا تصادم مدتوں یورپ میں قائم رہا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن ان مخالف قوتوں میں کوئی قوت بھی ابن رشد کے فلسفہ کو پوری شکست نہ دے سکی ہاں صرف ایک قوت تھی جو ابن رشد کے فلسفہ کو شکست دے سکتی تھی اور اس کا جواب ابن رشد کے فلسفہ کے پاس نہ تھا یعنی جدید فلسفہ و سائنس کی قوت حقیقت میں ابن رشد کے فلسفہ کی پشت پر دو قوتیں اور تھیں جو سارے یورپ کو اپنی اثر میں جکڑے ہوئے تھیں یعنی ارسطو کے نام کی قدامت پرستانہ تعظیم و تقدیس اور عیسائیوں کا فلسفیانہ علم کلام، ابن رشد کا فلسفہ انہی دو قوتوں کے بل پر جی رہا تھا لیکن جدید سائنس اور فلسفہ نے انہی دونوں قوتوں پر براہ راست حملہ کیا جس سے قرون متوسط کی تمام خیالی عمارت زمین پر آرہی اور فلسفہ مدرسیہ کی ذہانت و ذکاوت کے تمام ہوائی قلعے منہدم ہو گئے یہ طوفان ایسا سخت تھا کہ ابن رشد کی تمام کتابوں کو بھی بہا لے گیا، باوجود اس کے اس میں شک نہیں کہ جدید فلسفہ کی عمارت جس بنیاد پر تعمیر کی گئی، اس کا مصالحہ اسی فلسفہ کے خس و خاشاک کے اندر سے فراہم کیا گیا تھا یعنی مبادی عقلیت کے وہ نایاب جواہر ریزے جو ابن رشد کی خیالی ٹوٹی پھوٹی عمارت کے انبار میں منتشر و پراگندہ تھے ان کو جوڑ کر اس جدید فلسفہ کی بنیاد رکھی گئی تھی، لارڈ بیکن، ڈیکارٹ، برونو، گلیلیو نیوٹن وغیرہم اس جدید فلسفہ کے موسس اول تھے جن کے نظام فلسفہ نے قدیم فلسفہ کی شکل و صورت کچھ سے کچھ کر دی، ڈیکارٹ نے جو کائنات کو جسم و روح دو متضاد مظہروں میں تقسیم کرنے اور روح کو جسم سے الگ ایک جوہر مجرد روحانی ہستی ماننے کے عقیدوں کا یورپ میں موسس اول خیال کیا جاتا ہے اپنے فلسفہ کے یہ مبادی درحقیقت ابن رشد ہی کے فلسفہ سے حاصل کئے تھے،

اسی طرح جدید سائنس جو اپنے آپ کو اس مسئلہ کا موجد سمجھتی ہے، کہ کارخانہ عالم مادہ اور قوت کی رزمگاہ ہے اور یہ دونوں ازلی ہیں، قوت کبھی فنا نہیں ہوتی بلکہ اس طرح کی صورتیں بدلا کرتی ہے چنانچہ برق اور حرارت وغیرہ اس کے متعدد صور و اشکال ہیں یہ مسئلہ بھی حقیقت میں ابن رشد کے فلسفہ کی آواز بازگشت ہے، جو عالم کے ازلی و ابدی ہونے پر صرف اصرار کرتا ہے بلکہ اس کو ایک "عقل عام" اور ذی حیات قوت عامہ کا مظہر بتلاتا ہے اسی قوت سے عالم کی ابتدا ہوئی ہے اور اسی میں اس کا انجذاب عالم کی فنا ہے عالم کی ابتدا ہے مگر بلا تخلیق کے اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی انتہا ہوگی مگر بدون طریان عدم و فساد کے، حیوان و انسان دونوں اسی قوت کے مظہر ہیں اور ان دونوں میں جو کچھ فرق ہے وہ محض کمیت تعقل و ادراک کا ہے نہ کہ نوعیت و شرف درجات کا اس فلسفہ کی غلطی یہ تھی کہ اُس نے اس عقیدہ عام کے خلاف کہ انسان عقل و ادراک کی وجہ سے حیوان سے افضل ہے یہ تعلیم دی کہ تمام کائنات میں ایک ہی عقل پائی جاتی ہے، جو مصدر و منتہائے کائنات ہے، قرون متوسط کی ابدی عقلیں قوت عامہ یا عقل کل کے اسرار سمجھنے سے قاصر تھیں مگر جب سائنس نے "مدارجات" اور کائنات کے نفسانی، دماغی ارتقاء و انحطاط کے منازل دریافت کر کے یہ ثابت کر دیا کہ تمام عالم صرف کسی ایک ہی قوت کا مظہر و جلوہ گاہ ہے تو اس وقت سب کو نظر آنے لگا کہ ابن رشد جو یہ تعلیم دیتا تھا کہ تمام انسانوں میں صرف ایک ہی عقل پائی جاتی ہے جو تمام کائنات کی مبدء و منتہا ہے اس میں غریب ابن رشد کا کیا قصور تھا جو مذہبی طبقہ کی جانب سے اس کو بیدین و ملحد کا خطاب ملا۔

ابن رشد اور ابن سینا

یورپ میں ابن رشد کے فلسفہ میں جو تغیرات و انقلاب پیدا ہوئے یا خود ابن رشد کے فلسفہ نے یورپ کے فلسفہ پر جو اثر ڈالا اس کی تاریخی تفصیل اوپر گزر چکی لیکن اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ خود مشرق میں ارسطو کا جو فلسفہ عام طور پر متداول تھا اس پر ابن رشد کا کیا اثر پڑا؟

مشرق میں فلسفہ ارسطو کے بہترین شارح دو شخص ہیں فارابی اور بوعلی سینا، اور فلسفہ ارسطو کی تائید و تردید میں مشرق میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ انہی دونوں کی تصنیفات کو پیش نظر رکھکر لکھا گیا ہے چنانچہ امام غزالی نے جب فلسفہ کی تردید پر قلم اٹھایا تو فارابی اور ابن سینا کی تحریرات کو پیش نظر رکھکر قلم اٹھایا اور جو کچھ فارابی اور ابن سینا نے فیصلہ کر دیا تھا اسی کو وہ ارسطو کا فلسفہ سمجھے چنانچہ تہافت الفلاسفہ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں،

"مترجمین کلام ارسطو کا کلام تحریف و تبدیل سے کبھی خالی نہیں رہا اور ہمیشہ اُس میں تفسیر و تاویل کی ضرورت رہی یہاں تک کہ اس کی وجہ سے ان میں نزاع قائم ہوگئی مسلمان فلسفیوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں ان میں سب سے زیادہ صحیح نقل و تحقیق فارابی اور ابن سینا نے کی ہے،
اس لیئے ان لوگوں نے روسائے فلاسفہ مذاہب میں سے جس کو پسند کیا ہے اور اس
کو صحیح سمجھا ہے۔ ہم انہی کے ابطال پر قناعت کرتے ہیں۔ (تہافۃ الفلاسفہ ص ۴)

اب ہم کو دیکھنا چاہیئے کہ ان دونوں کی کتابوں میں ارسطو کا اصلی اور صحیح فلسفہ موجود ہے، یا نہیں؟
ابن سینا نے اگرچہ اپنے ذاتی خیالات ایک مستقل کتاب میں جس کا نام فلسفۂ مشرقیہ ہے ظاہر کیئے ہیں لیکن یہ کتاب بالکل ناپید ہے بقیہ اس کی تین کتابیں یعنی شفاء، اشارات اور نجات ہیں اور ان میں سے شفاء کے مقدمہ میں اس نے خود تصریح کی ہے کہ اس کتاب میں میں نے ارسطو کے خیالات بےکم و کاست نقل کر دیئے ہیں۔

فارابی نے فصوص الحکم ایک کتاب لکھی ہے جس میں ملائکہ لوح و قلم، خلق و امر، وحی و نبوت اور نفس و مراتب نفس پر فلسفیانہ رنگ میں بحث کی ہے فارابی کے بعد ابن سینا نے بھی یہی طرز اختیار کیا چنانچہ کتاب الشفاء میں جس کے متعلق خود اس نے مقدمہ میں لکھا ہے کہ یہ کتاب ارسطو کے فلسفہ کی محض ترجمان ہے اس نے نبوت و امامت کی بحثیں اضافہ کیں اور اشارات میں نبوت، معاد، خلق، نشر، دعا کی تاثیر، عبادات کی فرضیت، خرق عادات اور اولیاء کی کرامات پر جستہ جستہ مضامین لکھے جن میں جابجا قرآنی آیات کی تفسیر بھی کرتا جاتا ہے، اس بنا پر ابن سینا اور فارابی کی تصنیفات نے اکثر مسلمان فلاسفہ اور متکلمین کو دھوکے میں ڈال دیا اور انہی تصنیفات کی بدولت بعض ایسے مسائل بھی ارسطو کی جانب بعد کو منسوب کر دیئے گئے جن کا نام و نشان بھی ارسطو کی کتابوں میں نہیں ملتا لیکن ان غلطیوں کے ظاہر کرنے کا حق صرف اسی شخص کو حاصل تھا جس کو ان کتابوں کے علاوہ خود ارسطو کی اصلی تصنیفات کے مطالعہ کا موقع ملا ہو لیکن فلاسفۂ اسلام میں صرف ابن رشد نے ارسطو کی اصلی کتابوں کا مطالعہ کیا، اور اُن کی شرح و تفسیر کی اس لیئے اس کو یہ غلطیاں نظر آئیں اور اُس نے اُن کا اظہار کر کے فلسفۂ ارسطو کو بیرونی آمیزشوں سے پاک کر کے بالکل خالص اور بےمیل کر دیا، اور فلاسفہ پر جو بہت سے اعتراضات کیئے جاتے تھے وہ اُن کی زد سے محفوظ ہو گئے۔

ابن سینا نے ارسطو کے فلسفہ میں جو تحریفیں کی ہیں ان کی تین قسمیں ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔ وہ مسائل جن میں ارسطو سے ابن سینا نے اختلاف کیا ہے ،
۲۔ وہ مسائل جن کی تفسیر ابن سینا نے غلط کی ہے ،
۳۔ وہ مسائل جو ارسطو کے نام سے ابن سینا نے اضافہ کئے ہیں ،

یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ ابن سینا نے ارسطو کی تفسیر میں تامسطیوس کی شرحوں پہ اعتماد کیا ہے اور اسکندریہ کے یہ مفسرین اپنے ذاتی خیال کی بنا پہ ارسطو کی تفسیر کرتے ہیں اس بنا پہ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں، کہ ابن سینا کو ارسطو کے بعض مسائل کو سمجھنے میں دھوکا ہو گیا ہو۔

بہر حال ابن سینا نے جن مسائل میں ارسطو سے اختلاف کیا ہے اس کی بعض مثالیں نمونہ کے طور پہ ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

۱۔ تخلیق عالم کے مسئلہ میں ابن سینا کا خیال ہے کہ مادہ غیر مخلوق اور صورت مخلوق ہے، یعنی تخلیق کا مفہوم یہ ہے کہ خالق غیر مخلوق مادہ کو ذی صورت اور متشکل کر دیتا ہے، ابن رشد کہتا ہے کہ یہ مذہب ارسطو کی رائے کے خلاف ہے حالانکہ ابن سینا نے اس ذاتی رائے کو ارسطو کی جانب منسوب کیا ہے، ارسطو کی مابعد الطبیعت سے بھی ابن رشد کی تصدیق ہوتی ہے، یعنی اس کی کتاب میں جس بات کی تصریح ملتی ہے، وہ یہ ہے کہ مادہ اور صورت دونوں غیر مخلوق ہیں، اور تخلیق میں خالق کا فعل جو کچھ ہوتا ہے، وہ یہ ہے کہ مادہ غیر متحرک کو وہ حرکت دیدیتا ہے، جس کی وجہ سے وہ چیز جو قوت میں ہوتی ہے، فعلیت میں آجاتی ہے۔ یعنی خالق نہ مادّے کو پیدا کرتا ہے، اور نہ صورت کو، بلکہ صرف ان چیزوں کو پیدا کرتا ہے، جو ان سے مل کر بنتی ہیں۔

۲۔ ابن سینا قائل ہے کہ جسم فلکی اجسام سفلیہ کے مانند ہیولیٰ اور صورت سے مرکب ہے، ابن رشد کہتا ہے کہ فلاسفہ اس کے قائل نہیں، کیونکہ ان کے نزدیک افلاک قدیم ہیں اور جو چیز ہیولیٰ اور صورت سے مرکب ہوتی ہے، وہ حادث ہوتی ہے، اور ارسطو کی مابعد الطبیعہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی متعدد فصلوں سے ابن رشد کی تائید ہوتی ہے ۔

۳ - ابن سینا نے بیان کیا ہے کہ نفوس حادثہ بالفعل غیر متناہی ہیں، ابن رشد کہتا ہے کہ فلاسفہ میں سے کوئی اس کا قائل نہیں، اور یہی سبب ہے کہ جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ نفوس ابدی ہیں، اور ان کی تعداد اشخاص کی تعداد سے زیادہ نہیں ان کو مجبوراً تناسخ کا مذہب اختیار کرنا پڑا ہے ۔

غرض اس قسم کے متعدد مسائل ہیں جن کو ابن سینا نے یا تو متکلمین سے اخذ کیا ہے، یا خود ایجاد کیا ہے، لوگ غلطی سے یہ سمجھتے ہیں کہ یہ فلسفیوں کے مسائل ہیں، چنانچہ ابن رشد تہافۃ تہافت الفلاسفہ میں جابجا ان کی تصریح کرتا جاتا ہے، ایک موقع پر لکھتا ہے،

وھو طریق اخذہ ابن سینا من المتکلمین [1]	اس طریقہ کو ابن سینا نے متکلمین سے اخذ کیا ہے،

دوسری جگہ لکھتا ہے

ھٰذا المسلك فی التوحید ھو مسلك انفرد به ابن سینا ولیس ھو مسلك لاحد من قدماء الفلاسفہ [2]	توحید میں یہ مسلک خاص ابن سینا کی ایجاد ہے، یہ قدمائے فلاسفہ میں سے کسی کا مسلک نہیں ہے،

نمبر دوم کے مسائل وہ ہیں جن کی ابن سینا نے غلط تفسیر کی ہے، منجملہ اُن کے چند ذیل میں بیان کئے جاتے ہیں ۔

۱ - مشہور ہے کہ ارسطو اس بات کا قائل تھا کہ "الواحد لا یصدر عنہ الا الواحد" یعنی واحد مطلق سے صرف ایک چیز صادر ہو سکتی ہے، اس بنا پر عالم بحیثیت مجموعی خدا کی بلا واسطہ مخلوق

---

[1] تہافۃ تہافۃ الفلاسفہ ص ۲۷ [2] ایضاً ص ۴۷،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں، بلکہ خدا کی بلاواسطہ مخلوق صرف عقلِ اوّل ہے، ابن رشد کہتا ہے کہ اس قضیہ کا یہ مفہوم سرتاپا ابن سینا اور فارابی کی ایجاد ہے، چنانچہ لکھتا ہے،

فانظر هٰذا الغلط ما اكثره على الحكماء فعليك، ان تتبين قولهم هذا اهل هو برهان ام لا اعنى فى كتب القدماء لا فى كتب ابن سيناء وغيره الذين غيروا مذاهب القوم فى العلم الالهى [1]	دیکھو حکماء کی طرف لوگ کس قدر غلط باتیں منسوب کرتے ہیں، پس تمہارا فرض ہے کہ ان کے قول پر اس طرح لحاظ کرو کہ وہ برہانی ہے یا نہیں؟ لیکن قدماء کی کتابوں کو دیکھنا ابن سینا وغیرہ کی کتابوں کو نہیں جنہوں نے الہیات کے متعلق حکماء کی رائیں الٹ پلٹ کر بیان کی ہیں،

۲۔ قضیہ مشہورہ "الواحد لا یصدر عنہ الا الواحد" کی بنا پر سلسلۂ کائنات اس طرح قائم کیا گیا کہ خدا نے صرف عقلِ اوّل کو پیدا کیا، پھر عقلِ اوّل نے عقلِ ثانی، فلکِ اوّل اور جرمِ فلک کو پیدا کیا، اس طرح درجہ بدرجہ تمام دنیا، اور افلاک پیدا ہوتے لیکن ابن رشد کہتا ہے کہ ابن سینا نے جو یہ بیان کیا ہے کہ عقول عشرہ ایک دوسرے سے صادر ہوتے ہیں، تو حکماء کو اس کی خبر بھی نہیں [2] ہے۔

۳۔ اس سلسلہ میں ابن سینا نے یہ بات بھی ایجاد کی ہے کہ مبدرِ اوّل سے عقلِ اوّل کا وجود ہوا، تو عقلِ اوّل میں دو حیثیتیں پیدا ہوگئیں، اور ان دو حیثیتوں کی بنا پر اس سے دو چیزیں صادر ہوئیں، عقلِ ثانی اور فلکِ اوّل، اسی طرح درجہ بدرجہ وہ حیثیتیں نکالتا، "الواحد لا یصدر عنہ الا الواحد" کو منطبق کرتا چلا جاتا ہے، امام غزالی نے اس پر اعتراضات کا پل باندھ دیا ہے، لیکن ابن رشد

---

[1] تہافتہ، تہافت الفلاسفہ ص ۹۴ [2] ایضاً ص ۹۴،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہتا ہے، کہ عقول عشرہ کے ایک دوسرے سے صادر ہونے کے متعلق حکماء کا جو قول امام غزالی نے نقل کیا ہے وہ قدماء میں سے کسی سے ثابت نہیں بلکہ وہ سرتاسر ابن سینا کی ایجاد ہے امام غزالی یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے فلاسفہ کا رد کر دیا، حالانکہ ان کا اعتراض صرف ابن سینا پر ہو سکتا ہے[۱]

۲۔ ابن سینا نے معاد کی بحث میں حشر اجساد کا ذکر اس طور پر کیا ہے کہ گویا فلاسفہ اس کا انکار کرتے ہیں، لیکن ابن رشد کہتا ہے کہ اس مسئلہ کے متعلق حکماء کا کوئی قول موجود نہیں ہے[۲]

تیسری قسم کے وہ مسائل ہیں جو متکلمین سے اخذ کر کے ابن سینا نے فلسفہ میں اضافہ کئے، ابن تیمیہ نے الرد علی المنطق میں جابجا لکھا ہے کہ ابن سینا نے الہیات، نبوات، معاد، اور شریعت کے متعلق جو باتیں بیان کیں، اُن کو اس کے اسلاف (حکماء) نے نہیں بیان کیا تھا، نہ وہاں تک ان کا ذہن پہنچا تھا، بلکہ ان باتوں کو ابن سینا نے مسلمانوں سے اخذ کیا ہے،

اس قسم کے مسائل کے متعلق ابن رشد نے جابجا تصریح کی ہے، کہ وہ ابن سینا کے اضافے ہیں، ان کے متعلق حکماء کا کوئی قول مذکور نہیں مثلاً۔

۱۔ ابن سینا پہلا شخص ہے جس نے فلسفہ کی کتابوں میں معجزات و کرامات کی حقیقت سے بحث کی ہے، لیکن یہ اس کا خاص اضافہ ہے، حکمائے قدیم سے معجزات کے متعلق کوئی قول مذکور نہیں ہے کیونکہ یہ شرعی مسائل ہیں، اور جو شخص اس کی تحقیق کرتا ہے، یا ان میں شک کرتا ہے وہ ان کے نزدیک مستحق عذاب ہوتا ہے[۳]۔

۲۔ اسی طرح رویا کی حقیقت پر صرف ابن سینا نے بحث کی ہے اس کے متعلق حکمائے قدیم کا کوئی قول نہیں ہے، چنانچہ ابن رشد لکھتا ہے۔

واما حکاہ ظر فی الرؤیا عن — غزالی نے رویا کی جو حقیقت بیان کی ہے

---

[۱] تہافۃ تہافۃ الفلاسفہ ص ۹۳ [۲] ایضاً ص ۱۴۳ [۳] تہافۃ الفلاسفہ ص ۱۲۱،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الفلاسفۃ فلا اعلم احدا — وہ صرف ابن سینا کی رائے ہے قدماء
قال به من القدماء الا ابن سینا[1] — سے اس باب میں ایک حرف بھی منقول نہیں،

کتاب الشفاء میں ابن سینا نے ان مسائل پر جس طرح بحث کی ہے، ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن سینا نے زیادہ تر یہ خیالات باطنی فلاسفہ سے اخذ کئے ہیں، اس کا باپ باطنی تھا، اور ابن سینا کا خود بیان ہے کہ بچپن میں میرے باپ اور چچا نفس وعقل کے مسائل میں باطنیہ کے اصول سے بحث کیا کرتے تھے تو میں توجہ سے سنا کرتا تھا۔

غرض ابن سینا نے متکلمین اور دیگر فرق اسلام سے بعض مسائل اخذ کرکے فلسفہ میں اس طرح گھلا ملا دیئے کہ فلسفہ کی شکل وصورت کچھ اور ہی ہوگئی، پھر امام غزالی نے فلسفہ کے طرز پر علم کلام کی جو کتابیں لکھیں مثلاً مضنون صغیر وکبیر وجواہر القرآن وغیرہ ان میں نبوت، وحی الہام، ردیاء عذاب وثواب اور معجزات کی جو حقیقت بتائی وہ تمامتر ابن سینا اور فارابی سے ماخوذ تھی، اس طور پر ان مسائل نے گویا ایک طرح کی مذہبی اہمیت بھی حاصل کرلی۔

ابن رشد کا علم کلام

علم کلام کی ترقی ونشوونما کے لحاظ سے اندلس کی حالت مشرق سے بالکل مختلف تھی مشرق میں بنو امیہ ہی کے زمانے سے مختلف العقائد اور مختلف الخیال لوگ پیدا ہونے لگے تھے، اور عباسی دور میں فلسفہ کی عام اشاعت کے بعد متکلمین کے تمام اہم فرقے یعنی اشاعرہ، معتزلہ، باطنیہ اور کرامیہ وغیرہ پیدا ہوگئے اور بحث وجدال کا بازار گرم ہوگیا، لیکن اندلس کے مسلمانوں میں یہ اختلافات موجود نہ تھے، بلکہ سب کے سب مالکی مذہب کے اثر سے محدثین کے عقیدہ کے پیرو تھے جن کا اصل اصول یہ تھا کہ تشابہات میں بحث ومباحثہ کی گنجائش نہیں، لیکن بااین ہمہ چونکہ مشرق سے علمی تعلقات قائم تھے، اس لئے یہاں چند معتزلی بھی پیدا ہوگئے تھے، چنانچہ

---

[1] تہافۃ تہافت الفلاسفہ ص ۱۲۲،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محدث ابن حزم ایک رسالے میں جو اندلس کے مفاخر میں ہے، لکھتے ہیں کہ "ہمارے ملک میں اگرچہ فرقہ وارانہ جھگڑے نہیں ہیں، اور نہ وہاں مختلف مذاہب کے لوگ رہتے، اس لئے انہوں نے علم کلام کی طرف کم توجہ کی، تاہم وہ علم کلام سے بالکل ناآشنا بھی نہیں ہیں، ان میں معتزلہ کی ایک جماعت موجود تھی، جو اُن کے اصول کو تسلیم کرتی تھی، اور اس مذہب پر انہوں نے کتابیں لکھی تھیں، خلیل بن اسحاق یحیٰی بن سمینہ، حاجب موسیٰ بن حدیر اور اُن کے بھائی وزیر صاحب المظالم احمد انہی لوگوں میں ہیں، اور یہ آخر الذکر علانیہ اعتزال کی اشاعت بھی کرتے تھے، اور میں نے خود اپنے محدثانہ عقیدے پر کتابیں لکھیں[1]،

اس کے علاوہ چونکہ علم کلام درحقیقت فلسفہ کی پیداوار ہے اور اندلس میں عام طور پر فلسفہ ومنطق کا پڑھنا پڑھانا ناجائز خیال کیا جاتا تھا، بالخصوص محدثین کا گروہ اس سے بالکل ناآشنا تھا، اس لئے وہاں علم کلام کو ترقی نہ ہو سکی، لیکن حسنِ اتفاق سے محدثین ہی کے گروہ میں سے ابن حزم نے جو ۳۰۴ھ میں بمقام قرطبہ پیدا ہوئے تھے، فلسفہ ومنطق میں بھی کمال پیدا کیا، اور علمِ کلام میں دو مستقل کتابیں تصنیف کیں، اُن میں ایک کتاب میں توراۃ وانجیل کی تحریف کا بیان ہے، اور دوسری کتاب کا نام الفصل فی الملل والنحل ہے جس میں دہریہ، فلاسفہ مجوس، یہود اور نصاریٰ کے اصول وعقائد بیان کئے ہیں اور ان کو رد کیا ہے، اسلامی فرقوں کے عقائد بھی تفصیل سے لکھے ہیں، اور ان پر نقد وتبصرہ کیا ہے، زیادہ تر محدثین کے عقائد کی تائید، اور معتزلہ واشاعرہ کی تردید کی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے زمانہ میں اشاعرہ کا مذہب زیادہ تر اشاعت پذیر تھا، کیونکہ اس کتاب میں معتزلہ سے زیادہ اشاعرہ کی تردید کی ہے، لیکن بہرحال ابن حزم کے زمانہ تک اندلس میں محدثین ہی کے عقائد کو حسنِ قبول حاصل رہا، اور دوسرے فرقوں کے عقائد کا ذکر صرف تردید کی غرض سے کیا جاتا تھا، موحدین کے

---

[1] نفح الطیب جلد دوم ص ۱۳۴،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دورِ حکومت تک یہی حالت قائم رہی، لیکن اُن کے دورِ حکومت سے پہلے مشرق میں اشعری مذہب ترقی کر رہا تھا، عراق میں ۳۸۰ھ سے یہ مذہب اشاعت پذیر ہونے لگا تھا، رفتہ رفتہ عراق سے اس کی اشاعت شام میں ہوئی، چنانچہ حلب کے زنگی فرمانروا عموماً اسی عقیدہ کے پیرو تھے، سلطان صلاح الدین جو اسی خاندان کا نمک خوار تھا، جب مصر میں سریر آرائے حکومت ہوا، تو اُس نے مصر میں بھی اس کی اشاعت کی، وہ اور اس کے قاضی صدر الدین مارانی اسی مذہب کے پیرو تھے، اور صلاح الدین نے تو اسی کے اثر میں تربیت پائی تھی، چنانچہ اس نے اپنے بچوں کو بھی اشعری مذہب کا ایک چھوٹا سا رسالہ حفظ کرایا تھا، مشرق ہی سے یہ تحفہ مغرب یعنی اندلس میں بھی گیا، چنانچہ محمد بن تومرت نے جو امام غزالی کا شاگرد تھا، اندلس میں اشعری مذہب کی اشاعت کی، اور اس مذہب کی اشاعت سے تاویل کی مستقل بحث پیدا ہو گئی، ابن تومرت کو اشاعرہ کی طرح محدثین سے صفات باری اور تاویل کے بارے میں سخت اختلاف تھا، وہ خدا کی جسمیت کا صراحت سے انکار کرتا تھا، اور وجہ، ید، اور استوار علی العرش وغیرہ کی تاویل کرتا تھا، محدثین ان متشابہات کی تاویل کو ناجائز کہتے تھے اور صراحت سے انکار جسمیت کے بھی قائل نہ تھے، مغرب اور اسپین میں اس سے پہلے محدثین ہی کا مسلک شائع تھا، چنانچہ جب محمد بن تومرت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہوا، مغرب میں پہنچا تو یہاں کے علماء کو سب سے پہلے اس کے انہی عقیدوں سے اختلاف پیدا ہوا، اور بادشاہ کے حکم سے مجلس مناظرہ منعقد ہوئی جس میں محمد بن تومرت فتحیاب ہوا، اس کی طبیعت میں تقشف زیادہ تھا، اس لئے وہ علانیہ مخالفوں کی تکفیر کرتا تھا، محمد بن تومرت کے بعد عبد المومن بادشاہ ہوا، جو محمد بن تومرت کا شاگردِ رشید اور اس کے عقائد و اخلاق کا مجسم نمونہ تھا، چونکہ یہ لوگ خدا کی جسمیت وغیرہ کے منکر تھے اس لئے اپنا لقب موحدین رکھا تھا۔ اور چونکہ ان کا دعوی یہ تھا کہ وہ عہد صحابہ کے سچے عقائد و اخلاق کو دنیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نئے سرے سے رائج کرنا چاہتے ہیں، اس لئے ملک میں انہوں نے یہ عام اعلان کرادیا کہ ابن تومرت کے خلاف اگر کوئی عقیدہ اختیار کرے گا تو اس کی جان کی خیریت نہیں، چنانچہ اپنے اس زعم کی بنا پر انہوں نے ہزاروں آدمیوں کو تہ تیغ کر ڈالا، اور بزور شمشیر سارے اندلس و مغرب میں اشعریت کو رواج دینے لگے، موحدین کی ان کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ محدثین کے مسلک کے بجائے اب سارا اندلس شعری مذہب کا پیرو ہو گیا، آزاد خیالی ممنوع تھی، اور اندلس کے در و دیوار سے عقیدہ ابن تومرت ہی کی آواز بازگشت آرہی تھی، دوسرے فرقوں کے لوگ ظلم و ستم سہہ رہے تھے اور اعتزال تو سارے ملک میں بدنام تھا، ابن حزم نے اپنی کتاب میں معتزلہ کی اچھی خاصی تردید کی ہے لیکن دو صدی بعد ابن رشد یہ کہتا ہے کہ ابن جزیرہ میں معتزلہ کی کتابیں ناپید ہیں۔

غرض ابن رشد کے زمانے میں مغرب و اندلس میں جو مذہب عام طور پر رائج تھا، وہ اشعری مذہب تھا، اور اس مذہب کے شائع ہونے کے بعد تاویل کی بحث نے نہایت اہمیت حاصل کرلی تھی۔ اور اس کے متعلق مسلمانوں میں دو فریق ہو گئے تھے، ایک تاویل کو محض ناجائز بتایا تھا، دوسرا جواز کا قائل تھا، جب تک محدثین کا مقابلہ معتزلہ سے رہا، اس وقت تک یہ بحث معمولی خیال کی جاتی تھی، لیکن سب سے پہلے محدثین کے گروہ میں اشاعرہ نے علمائے سلف سے اختلاف کی بنا ڈالی، علمائے سلف آیات متشابہات میں تاویل کو ناجائز سمجھتے تھے، اشاعرہ نے ان میں تاویل کی، اور نہایت شدومد سے کی، نتیجہ یہ ہوا کہ اشاعرہ کے اختلاف سے یہ مسئلہ معرکۃ الآرا بن گیا، بڑی بات یہ تھی کہ فلاسفہ اور ملاحدہ نے تاویل کے آلہ سے شریعت کی بیخ کنی شروع کر دی تھی، اس بنا پر ابن رشد کے زمانے میں علم کلام کے متعلق دو نہایت اہم مسئلے پیدا ہو گئے تھے۔

۱- ایک یہ کہ فلسفہ اور شریعت میں باہم کیا تعلق ہے؟

۲- دوسرا یہ کہ نصوص شرعیہ میں تاویل جائز ہے یا نہیں؟

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فلسفہ و منطق کے متعلق اس زمانے میں مسلمانوں میں دو فریق پیدا ہو گئے تھے، فقہاء و محدثین کا گروہ یہ کہتا تھا کہ فلسفہ و منطق کی تعلیم مطلقاً جائز نہیں، کیونکہ اس سے مذہبی عقائد میں ضعف پیدا ہوتا ہے، دوسرا فریق یہ کہتا تھا کہ فلسفہ عین دین ہے، اور شریعت کی وہی تعبیر صحیح ہے، جو فلسفہ کرتا ہے، اس لئے ہر ظاہر کا ایک باطن ہوتا ہے، شریعت ظاہر ہے اور فلسفہ باطن، شریعت نشتر ہے اور فلسفہ مغز۔

ابن رشد میں یہ دونوں حیثیتیں جمع ہو گئی تھیں، ایک طرف تو وہ محقق فلسفی اور دوسری طرف مجتہد فقیہ تھا، اس لئے مذہب و عقل دونوں کو ساتھ ساتھ چلانا چاہتا تھا، اور ان میں سے کسی ایک کے ضعف کو گوارا نہیں کر سکتا تھا، اس لئے جب اس کو نظر آتا تھا کہ عقل نے مذہب کو نقصان پہنچایا ہے، تو اس کو سخت صدمہ ہوتا تھا، چنانچہ ایک موقع پر فصل المقال میں لکھتا ہے،

"اس شریعت میں جو خیالات فاسدہ اور اعتقادات محرفہ پیدا ہو گئے ہیں اُن سے طبیعت سخت غمگین رہتی ہے، بالخصوص اس بات سے زیادہ رنج ہوتا ہے کہ جو لوگ فلسفی کہلاتے ہیں، ان سے شریعت کو زیادہ نقصان پہنچا ہے کیونکہ دوست کی طرف سے جو تکلیف پہنچتی ہے وہ دشمن کی دی ہوئی تکلیف سے زیادہ سخت ہوتی ہے، فلسفہ شریعت کی سہیلی اور اس کی بہن ہے اس لئے ایک فلسفی سے جو تکلیف پہنچتی ہے، وہ بہت زیادہ سخت ہے، اسی کے ساتھ فلسفہ و شریعت میں باہم جنگ چھڑ جاتی ہے، حالانکہ دونوں اصل حقیقت کے لحاظ سے باہم دوست[1] اور متحد ہیں"

فلسفہ نے شریعت کو جو نقصان پہنچایا تھا، اس کا اصلی سبب یہ تھا کہ فلسفیوں نے اصول شریعت میں تاویلیں کر کے اسلام کے اصلی عقائد کی صورت بالکل مسخ کر دی تھی، چنانچہ اسی کتاب میں ایک دوسرے موقع پر لکھتا ہے۔

---

[1] فصل المقال ص ۲۵، ۲۶،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"بالخصوص جب اصولِ شریعت میں تادیلاتِ فاسدہ کی جائیں جیسا کہ ہمارے زمانے کی ایک قوم نے کی ہیں، چنانچہ ہم نے اس قسم کی ایک جماعت کو دیکھا، جس کا خیال ہے کہ انہوں نے فلسفہ میں کمال پیدا کر لیا ہے، اور اپنی عجیب و غریب حکمت سے ایسی چیزیں معلوم کر لی ہیں۔ جو ہر حیثیت سے شریعت کے مخالف ہیں، اور جمہور کے سامنے ان چیزوں کو بہ تصریح بیان کرنا ضروری ہے، اس لئے جب انہوں نے جمہور کے سامنے ان عقائدِ فاسدہ کی تصریح کی تو انہوں نے دنیا و آخرت میں اُن کو ہلاک کر دیا"[1]

فلسفیوں کے علاوہ خود اہلِ مذاہب نے تادیل کا دروازہ کھول دیا تھا، اور اسی بنا پر اسلام میں مختلف فرقے پیدا ہو گئے تھے، چنانچہ اسی کتاب میں وہ ایک موقع پہ لکھتا ہے،

"تادیلات کی بنا پر اور اس خیال سے کہ شریعت میں اُن کی تصریح کرنا داجب ہے، اسلام کے مختلف فرقے پیدا ہو گئے، یہاں تک کہ بعض نے بعض کی تکفیر کی، اور بعض نے بعض کو بدعتی قرار دیا، چنانچہ معتزلہ نے بہت سی آیتوں اور حدیثوں کی تادیل کی، اور ان تادیلات کو جمہور کے سامنے یہ تصریح بیان کیا، اشعری لوگ اگرچہ ان سے کم تادیلیں کرتے تھے، تاہم انہوں نے بھی تادیلیں کیں، اس طرح ان لوگوں نے لوگوں میں لڑائیاں بغض و عداوت پیدا کر دیں، شریعت کے پرخچے اڑا دیئے، اور جمعیتِ اسلام کو پراگندہ و منتشر کر دیا"[2]

ابن رشد بھی اگرچہ فلسفی ہونے کی وجہ سے شریعت کے بعض ظاہری نصوص کی تادیل کو ضروری قرار دیتا تھا[3] تاہم اس کا خاندان محدثین کے مسلک کا پیرو تھا اور اس کے خیالات خود اسی مسلک کی جانب مائل تھے، اس بنا پر اس کو محدثین کا مسلک زیادہ پسند تھا، اور وہ عوام کے لئے

---

[1] فصل المقال ص ۲۲ [2] فصل المقال ص ۲۳ [3] ایضاً ص ۱۶،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاویل کو جائز نہیں سمجھتا تھا، اب تک تاویل کے متعلق مسلمانوں میں دو فریق تھے، ایک تاویل کو محض ناجائز قرار دیتا تھا، اور دوسرا جواز کا قائل تھا، لیکن دونوں فریق کے نزدیک جواز و عدم جواز کا مدار خود نصوص کے لحاظ سے تھا، لیکن اشخاص و مخاطب کو اس میں کچھ دخل نہ تھا، لیکن ابن رشد نے ایک تیسرا پہلو اختیار کیا، وہ یہ کہ تاویل جن نصوص میں جائز بھی ہے، وہ بھی صرف ان لوگوں کے لئے مخصوص ہے، جو صاحب نظر اور ماہر فن ہیں، عام لوگوں کو بالکل ظاہری معنی کی تلقین کرنی چاہیئے اس بنا پر اس نے علم کلام میں دو کتابیں لکھیں، ایک فصل المقال فیما بین الحکمۃ والشریعۃ من الاتصال، دوسری الکشف عن مناہج الادلۃ فی عقائد الملۃ پہلی کتاب میں سب سے پہلے یہ ثابت کیا ہے، کہ فلسفہ ومنطق کی تعلیم شرعاً واجب ہے لیکن فلسفہ و منطق کی تعلیم کے بعد شریعت کی بہت سی ظاہری باتیں تسلیم نہیں کی جا سکتی تھیں، اور قدرتی طور پر تاویل کا دروازہ کھل جاتا تھا، اس لئے اس میں نہایت تفصیل کے ساتھ تاویل پر بحث کی ہے، اور تاویل کے محل و مواقع بتائے ہیں، چنانچہ ہم اس جگہ اس کا خلاصہ درج کرتے ہیں، وہ لکھتا ہے کہ شریعت نے جن باتوں کے بیان کرنے سے سکوت اختیار کیا ہے اس میں اور برہان عقلی میں کوئی تعارض نہیں ہے لیکن اگر شریعت نے اُن کو بیان کیا ہے، اور اس بیان کے ظاہری معنی برہانِ عقلی کے موافق ہیں تو اس میں بھی کوئی گفتگو نہیں۔ البتہ اگر وہ برہانِ عقلی کے مخالف ہیں، تو ان کی تاویل کرنی چاہیئے، تاویل کے معنی یہ ہیں کہ لفظ کے حقیقی معنی کو چھوڑ کر مجازی معنی لئے جائیں۔ لیکن اس کے ساتھ اہلِ عرب نے مجازی معنی لینے کے جو اصول بتائے ہیں مثلاً یہ کہ ایک چیز کو بول کر اُس کے مشابہ یا اس کے سبب یا عوارض وغیرہ مراد لئے جائیں، ان میں خلل واقع نہ ہونے پائے جب کہ فقہاء بہت سے احکامِ شرعیہ میں ایسا کرتے ہیں، تو ایک فلسفی کے لئے ایسا کرنا اور بھی زیادہ مناسب ہے اسی لئے مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ نہ تو شریعت کے تمام الفاظ کو ظاہری معنوں پر محمول کرنا چاہیئے، اور نہ تاویل کے ذریعہ سے ان کے تمام ظاہری معنوں کو چھوڑ دینا چاہیئے، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ کن الفاظ کی تاویل کرنی چاہیئے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور کن الفاظ کے ظاہری معنی لینے چاہئیں، مثلاً اشاعرہ آیت استواء اور حدیث نزول کی تاویل کرتے ہیں، اور حنابلہ ان کے ظاہری معنی مراد لیتے ہیں، شریعت میں ظاہر و باطن کی اس تفریق کی وجہ یہ ہے کہ تصدیق میں انسانوں کی فطرتیں مختلف ہیں، البتہ اگر علماء کسی شبہہ کی وجہ سے مشکل مسائل کی تاویل میں غلطی کریں تو وہ معاف کئے جا سکتے ہیں۔ لیکن جو لوگ علماء کے طبقہ میں داخل نہیں ہیں، اُن کی غلطی سراسر گناہ ہے، مثلاً اگر کوئی ماہر طبیب علاج میں غلطی کرے، تو اس کو معذور رکھا جا سکتا ہے، لیکن جو شخص طبیب نہیں ہے اس کو معذور نہیں رکھا جا سکتا لیکن بعض غلطیاں ایسی ہیں، جن میں کسی شخص کو معذور نہیں رکھا جا سکتا، بلکہ اگر وہ اصول شریعت میں واقع ہوں تو کفر ہیں اور اصول کے مابعد واقع ہوں تو بدعت ہیں اور یہ وہ چیزیں ہیں جن پر ہر قسم کے دلائل قائم ہیں اس لئے ان کا علم ہر شخص کو ہو سکتا ہے، خداوند تعالیٰ کے وجود، نبوت، اور آخروی عذاب و ثواب کا اقرار اسی قسم کے مسائل میں ہے کیونکہ ان تینوں اصول پر خطابی، جدلی اور برہانی تینوں قسم کے دلائل قائم ہیں، ہر شخص کو ان دلائل سے ان کی تصدیق ہو سکتی ہے، اگر وہ اہل برہان سے ہے، تو برہان سے، اگر اہل جدل سے ہے، تو جدل سے، اور اگر اہل موعظت سے ہے، تو موعظت سے اس کی تصدیق کر سکتا ہے، لیکن بہت سی مخفی چیزیں جو صرف برہان سے معلوم ہو سکتی ہیں، اُن کے متعلق خداوند تعالیٰ نے اپنے ان بندوں پر جو برہان سے واقف نہیں ہو سکتے، یہ مہربانی کی ہے کہ اُن کے لئے امثال و اشباہ بیان کر دیئے ہیں، اور چونکہ ان امثال و اشباہ کی تصدیق جدلی و خطابی دلائل سے سب کو ہو سکتی ہے، اس لئے اُن کو ان امثال و اشباہ کے تصدیق کی دعوت دی ہے، یہی وجہ ہے کہ شریعت کی تقسیم ظاہر و باطن کی طرف ہو گئی ہے، ظاہر بھی امثال و اشباہ ہیں، جو ان معانی کے لئے بیان کئے گئے ہیں، اور باطن وہ معانی ہیں جو صرف اہل برہان کو معلوم ہو سکتے ہیں لیکن اگر ہم ان تینوں قسم کے دلائل سے کسی چیز کو معلوم کر سکتے ہیں، تو ہم کو امثال کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں، اور وہ اپنے ظاہری معنی پر قائم رہے گی، اس میں تاویل نہ ہو سکے، اگر اس قسم کا ظاہر اصول شریعت میں ہو تو اس کا تاویل کرنے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ کافر ہے، مثلاً جس شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ آخروی عذاب و ثواب کا کوئی وجود نہیں ہے اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ لوگ ایک دوسرے کی ایذا رسانی سے محفوظ رہیں اس لئے وہ محض ایک حیلہ ہے اور انسان کی زندگی کی آخری منزل صرف یہ محسوس دنیا ہے"، اس تقریر سے یہ معلوم ہوا کہ شریعت کا ایک ظاہر ایسا ہے جس کی تاویل جائز نہیں، اگر یہ تاویل اصولِ شریعت میں ہو، تو کفر ہے، اور اگر اصولِ شریعت کے مابعد میں ہو تو بدعت ہے لیکن شریعت کے بعض ظاہری الفاظ ایسے بھی ہیں، جن کی تاویل اہلِ برہان پر واجب ہے، اور ان کو اپنے ظاہری معنی پر قائم رکھنا ان کے لئے کفر ہے لیکن جو لوگ اہلِ برہان نہیں ہیں، اُن کے لئے اس کی تاویل کرنا اور ان کے ظاہری معنی سے نکالنا کفر یا بدعت ہے، اور آیتِ استوار اور حدیثِ نزول اسی قسم میں داخل ہیں، یہی وجہ ہے کہ جب ایک حبشی لونڈی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ خدا آسمان میں ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ اس کو آزاد کر دو، وہ مسلمان ہے، کیونکہ وہ اہلِ برہان میں سے نہ تھی، اس کی وجہ یہ ہے کہ انسانوں کی ایک قسم صرف تخیل کی بناء پر تصدیق کرتی ہے، اس لئے جو چیز کسی متخیل چیز کی طرف منسوب نہیں ہے وہ بہ مشکل اس کی تصدیق کر سکتے ہیں، اہلِ برہان کا اگرچہ اس پر اتفاق ہے کہ اس میں تاویل کرنی چاہیئے، لیکن تاویل میں وہ باہم اختلاف رکھتے ہیں، کیونکہ برہان کے علم میں ان کے درجے مختلف ہیں، شریعت کی ایک قسم بھی ہے، جو ان دونوں قسموں میں داخل ہو سکتی ہے، بعض اہلِ نظر ان کو ظاہر میں شامل کرتے ہیں، جن کی تاویل جائز نہیں، دوسرے لوگ ان کو باطن میں داخل کرتے ہیں جس کو ظاہری معنی پر قائم رکھنا علماء کے لئے جائز نہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ قسم نہایت مشکل اور مشتبہ ہے، اور علماء اگر اس میں غلطی کریں تو وہ معذور ہیں، معاد اور حالاتِ معاد کا مسئلہ اسی مختلف فیہ قسم میں داخل ہے، اہلِ برہان کی ایک جماعت کے نزدیک اس کو ظاہری معنی پر قائم رکھنا چاہیئے، کیونکہ کوئی دلیل ایسی نہیں ہے جس سے اس ظاہری معنی کا محال ہونا ثابت ہوتا ہو، اشاعرہ کا یہی طریقہ ہے لیکن اہلِ برہان کی دوسری جماعت اس کی تاویل کرتی ہے، اور اس تاویل میں ان میں باہم بہت سے اختلافات ہیں، امام غزالی اور بہت سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صوفیہ اسی جماعت میں شامل ہیں، اور اس مسئلہ میں جو علماء غلطی کریں وہ معذور ہیں، اور جو لوگ صحیح بات کہیں وہ مشکور یا ماجور ہیں، لیکن ان کے لئے بھی معاد و حالات معاد کا اعتراف ضروری ہے یعنی اُن کو صرف معاد کے اوصاف میں تاویل کرنی چاہیئے، نہ کہ اس کے وجود میں، کیونکہ تاویل سے وجود کی نفی نہیں کی جاسکتی، اس لئے معاد کے وجود کا انکار کفر ہے، کیونکہ وہ اصولِ شریعت میں داخل ہے، البتہ جو لوگ اہلِ علم نہ ہوں، ان کے لئے ان کا اپنے ظاہری معنی پہ قائم رکھنا ضروری ہے، اور ان کی تاویل ان کے حق میں کفر ہے،

اسلام میں مختلف فرقے تاویل ہی کی وجہ سے پیدا ہوئے، اور ایک نے دوسرے کی تکفیر و تبدیع کی، اور مسلمانوں کو باہم جنگ و جدل میں مبتلا کر دیا، اور شریعت کے پرخچے اڑا دیئے، لطیف یہ ہے کہ ان لوگوں نے تاویل کے جو طریقے اختیار کئے، نہ وہ عوام کے موافق ہیں، نہ خواص کے، کیونکہ اگر ان پہ غور کیا جائے، تو وہ شرائطِ برہان سے دور ہیں، بلکہ بہت سے اصول جن پہ اشاعرہ کے علم کی بنیاد ہے، سوفسطائی ہیں جن سے بہت سی بدیہی باتوں کا انکار لازم آتا ہے، مثلاً اعراض کا ثبوت، اشیاء کی باہمی تاثیر، اور مسببات کے لئے ضروری اسباب کا وجود وغیرہ، اب اگر یہ کہا جائے کہ اہلِ نظر میں سے اشاعرہ وغیرہ نے جو طریقے اختیار کئے، وہ اگر عوام کی تعلیم کے مشترک طریقے نہیں ہیں، تو ہماری شریعت میں جمہور کی تعلیم کے کون سے طریقے ہیں، ؟ تو میں کہوں گا کہ وہ طریقے صرف قرآن مجید میں مذکور ہیں، کیونکہ قرآن مجید پہ اگر غور کیا جائے، تو اس میں وہ تین طریقے موجود ہیں، جو اکثر لوگوں کی تعلیم کے مشترک طریقے ہیں، اور ان طریقوں سے بہتر طریقے نہیں پائے جاتے، اس لئے جس شخص نے ایسی تاویل سے جو بذاتِ خود واضح نہ ہو، ان طریقوں میں تحریف کی سب پہ اس کو ظاہر کر دیا، اس نے اس کی حکمت کو برباد کر دیا، اور انسانی سعادت کا جو مقصد شریعت نے سامنے رکھا تھا، اس کو ضائع کر دیا، صدرِ اول اور ان کے بعد کے مسلمانوں کے حالات کے موازنہ سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے، صدرِ اوّل کے مسلمانوں کو جو فضیلت اور جو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقویٰ حاصل تھا اس کی وجہ یہی تھی کہ وہ تاویلات نہیں کرتے تھے، اور جو لوگ تاویل سے واقف تھے، وہ اس کی تصریح کو جائز نہیں سمجھتے تھے، لیکن جب ان کے بعد کے مسلمانوں نے تاویل کا استعمال کیا، تو ان کا تقویٰ کم ہو گیا، اختلافات بڑھ گئے، اور باہمی محبت زائل ہو گئی۔

دوسری کتاب یعنی کشف الادلہ میں ابن رشد نے اپنے زمانے کے صرف چار مشہور فرقوں یعنی اشاعرہ، معتزلہ، باطنیہ اور حشویہ کو لیا ہے، اور ان کے عقائد پر تنقید کر کے یہ بتایا ہے کہ ان فرقوں نے جو عقائد تاویل کے ذریعے سے قائم کئے ہیں، وہ صحیح نہیں ہیں اور اسی کے ساتھ تکمیل ایمان کے لئے جو عقائد شریعت میں ضروری ہیں ان کی تشریح شارع کے مقصد کے مطابق خود کی ہے۔

ان فرقوں میں اس نے معتزلہ کے عقائد و تاویلات سے بہت کم بحث کی ہے، اور اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ ہمارے جزیرہ (یعنی اندلس) میں ان کی کوئی کتاب نہیں پہنچی، جن کے ذریعے سے ہم ان کے مسلک سے واقفیت حاصل کر سکتے، غالباً ان کا طریقہ بھی اشعریوں ہی کے طریقہ کے موافق ہو گا، باطنیہ کے متعلق بھی اس نے کچھ نہیں لکھا، حشویہ کے متعلق صرف اس قدر لکھا ہے کہ شرعی عقائد میں ان کے نزدیک عقل کو کچھ دخل نہیں ہے، بلکہ وہ صرف سمعی ہیں، پھر قرآن مجید کی متعدد آیتوں سے ثابت کیا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے خود اپنے وجود پر بہت سی عقلی دلیلیں قائم کی ہیں، صوفیہ کے متعلق لکھا ہے کہ ان کا طریقہ نظری یعنی مقدمات و قیاس سے مرکب نہیں ہے بلکہ ان کے نزدیک علم و معرفت کا طریقہ صرف یہ ہے کہ قلب کو عوارض شہوانیہ سے پاک کر کے مطلوب پر غور و فکر کیا جائے، اس پر وہ قرآن مجید کی بہت سی آیتوں سے دلیل لاتے ہیں، لیکن اگر اس طریقہ کا وجود تسلیم بھی کر لیا جائے، تو وہ تمام انسانوں کے لئے عام نہیں ہو سکتا، اور اس سے نظری طریقہ بالکل باطل ہو جائے گا، حالانکہ قرآن مجید نے بار بار نظر و اعتبار کی دعوت دی ہے، البتہ خواہشات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نفسانی کا ازالہ صحتِ نظر کی ایک شرط ہو سکتا ہے، غرض اس نے اور فرقوں کا ذکر تو صرف سرسری طور پر کر دیا ہے، اور عام طور پر اشاعرہ کو اپنا آماجگاہ بنایا ہے، اس کے نزدیک عقائد کے جو دلائل قرآن مجید میں مذکور ہیں، وہ اہلِ برہان اور عوام دونوں کے لئے تشفی بخش ہیں، کیونکہ ایک طرف تو وہ یقینی ہیں، دوسری طرف سادہ غیر مرکب اور قلیل المقدمات ہیں، اس لئے ان کے نتائج بھی سادہ غیر مرکب اور تقریباً بدیہی ہیں لیکن اشاعرہ کے دلائل ان دونوں اوصاف سے خالی ہیں، نہ تو وہ نظری حیثیت سے یقینی ہیں اور نہ شرعی دلائل کی طرح سادہ بسیط اور قطعی ہیں، اس معیار پر اس نے سب سے پہلے ان دلائل پر بحث کی ہے، جو اشاعرہ اور قرآن مجید نے خداوند تعالیٰ کے وجود پر قائم کئے ہیں۔

قرآن مجید میں خداوند تعالیٰ نے اپنے وجود پر دو قسم کی دلیلیں قائم کی ہیں جن میں ابنِ رشد نے ایک کا نام دلیل عنایۃ اور دوسری کا دلیل اختراع رکھا ہے، دلیل عنایۃ کی بنیاد دو اصولوں پر ہے۔

۱۔ ایک یہ کہ دنیا کی تمام چیزیں انسانی مصالح، انسانی ضروریات اور انسانی فوائد کے موافق ہیں۔

۲۔ دوسرے یہ کہ یہ موافقت بخت و اتفاق سے نہیں پیدا ہوئی ہے بلکہ اس کو ایک ذی ارادہ ہستی نے پیدا کیا ہے۔

پہلے اصول کی بنا پر دنیا کی اہم چیزوں مثلاً رات، دن، چاند، سورج جاڑے گرمی، برسات اور مختلف قسم کے نباتات و جمادات پر غور و فکر کرنے سے یہ یقین حاصل ہوتا ہے کہ وہ انسان کے لئے کس قدر مفید اور اس کی ضروریات کے لئے کس قدر موزوں ہیں، اس لئے جو شخص خدا کے وجود کا کامل علم حاصل کرنا چاہتا ہے اس کے لئے موجودات کے فوائد کی تحقیقات نہایت ضروری ہے۔

دلیل اختراع کی بنیاد بھی دو اصول پر ہے، ایک یہ کہ تمام کائنات مخلوق ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور دوسرا یہ کہ جو چیز مخلوق ہے اس کا کوئی خالق ہے، اس لئے اس دلیل کے ذریعے سے جو شخص خدا کے وجود کا کامل علم حاصل کرنا چاہتا ہے اس کے لئے جواہر اشیاء کا علم ضروری ہے، کیونکہ جس شخص کو کسی چیز کی حقیقت معلوم نہ ہوگی اس کو اختراع حقیقی کا علم نہ ہو سکے گا۔

خدا کے وجود کی یہی دو شرعی دلیلیں ہیں، اور قرآن مجید میں اس پر جو دلیلیں قائم کی گئی ہیں وہ انہی دو میں محدود ہیں، بعض آیتیں صرف دلیل عنایۃ پر مشتمل ہیں، اور بعض آیتیں صرف دلیل اختراع پر اور بعض آیتوں میں دونوں دلیلیں ایک ساتھ پائی جاتی ہیں، یہ دلیلیں جس طرح عوام کے لئے قائم کی گئی ہیں، بعینہ اسی طرح خواص یعنی علماء کے لئے بھی قائم کی گئی ہیں فرق صرف اس قدر ہے کہ جمہور یعنی عوام کو اس کا علم صرف حس کے ذریعے سے ہوتا ہے لیکن علماء اس حسی علم کے ساتھ برہان کے ذریعہ سے بھی اس کا علم حاصل کرتے ہیں، یہاں تک کہ بعض علماء کا قول ہے کہ علماء نے انسان اور حیوان کے اعضاء کے ہزاروں فوائد معلوم کئے ہیں، اس لئے یہ طریقہ شرعی بھی ہے اور طبعی بھی۔

بہر حال دلیل عنایۃ کی بنیاد دو اصول پر ہے، جس کو تمام لوگ تسلیم کرتے ہیں، ایک یہ کہ عالم کے تمام اجزاء وجود انسانی اور تمام موجودات کے موافق ہیں، دوسرے یہ کہ جو چیز اپنے تمام اجزاء کے ساتھ کسی کام کے موافق ہوتی ہے، وہ مصنوعی ہوتی ہے مثلاً اگر انسان زمین پر ایک پتھر کو دیکھے جو اس طرح تراشا گیا ہے کہ اس پر بیٹھا جا سکتا ہے تو وہ یقین کر لیتا ہے کہ اس کو کسی شخص نے بیٹھنے کی غرض سے اس خاص شکل میں تراشا ہے لیکن اگر وہ زمین پر اس طرح پڑا ہوا ہے کہ اس پر بیٹھنے کا مقصد حاصل نہیں ہوتا، تو وہ یہ یقین کر لیتا ہے کہ وہ اتفاق سے یونہی زمین پر آپڑا ہے، اس کو کسی شخص نے کسی مقصد کے لئے زمین پر نہیں رکھا ہے، اسی طرح جب انسان دنیا کے تمام اجزاء کو دیکھتا ہے کہ وہ انسان اور دنیا کی تمام موجودات کے فوائد ومصالح سے موافقت رکھتے ہیں تو وہ یقین کر لیتا ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ دنیا کا کوئی پیدا کرنے والا ہے، اسی لئے دلیلِ عنایتہ خدا کے وجود کی بہترین دلیل خیال کی جاتی ہے، اور قرآن مجید نے اسی دلیل کو بار بار بیان کیا ہے، لیکن اشاعرہ نے خدا کے وجود پر جو دلیل قائم کی ہے، وہ بالکل اس کے مخالف ہے، اُن کے نزدیک خداوند تعالیٰ کے وجود پر موجودات کی دلالت کسی حکمت و مصلحت کی بنا پر نہیں ہے، بلکہ اس کی بنیاد جواز پر ہے، یعنی دنیا کا جو موجودہ نظام قائم ہے، اس کے برعکس نظام بھی قائم ہو سکتا تھا، انسان کے اعضاء کی جو شکل و مقدار ہے، اس کے خلاف شکل و مقدار بھی ہو سکتی تھی، اس لئے باوجود اس امکان کے جس ذات نے ہر چیز میں خاص خاص اوصاف پیدا کر دیئے وہی خدا ہے، لیکن ابنِ رشد کے نزدیک دنیا کا جو نظام قائم ہے وہ ضروری ہے، اور اس سے بہتر اور اس سے مکمل نظام قائم نہیں ہو سکتا، مثلاً اگر انسان کے ہاتھ کی شکل، اس کی انگلیوں کی تعداد اور مقدار اگر ضروری نہ ہو یا اپنے مقصد یعنی پکڑنے کے لحاظ سے افضل نہ ہو، بلکہ جانوروں کی طرح اس کے کھُر ہوں، یا اس میں جانوروں کے اوصاف پائے جا سکیں، تو جو لوگ خدا کے وجود کے منکر اور بخت و اتفاق کے قائل ہیں ان کے خلاف کونسی دلیل قائم کی جا سکتی ہے، ایک اشعری یہ کہتا ہے، کہ ہر چیز میں دونوں صورتیں جائز ہیں، یعنی وہ جس شکل و صورت میں موجود ہے اس کے خلاف شکل و صورت میں بھی موجود ہو سکتی تھی، اس لئے ان دونوں صورتوں میں سے ایک صورت کی تخصیص کسی مخصص نے کی ہے، اور وہی خدا ہے، لیکن ارادی چیزیں کسی مصلحت اور کسی سبب سے پیدا ہوتی ہیں، اور جب اس تخصیص میں کوئی مصلحت اور کوئی سبب نہیں، تو وہ ایک اتفاقی چیز ہو گی۔

بہر حال اگر دنیا میں ترتیب و نظام ضروری نہ ہو تو موجودات سے ایک ایسے خالق کے وجود پر جو صاحبِ ارادہ اور عالم ہو استدلال نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ترتیب و نظام ہی ایک ایسی چیز ہے جس سے علم و حکمت پر استدلال کیا جا سکتا ہے، اور دو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صورتوں میں سے ایک صورت کا ممکن ہونا بخت و اتفاق سے بھی ہو سکتا ہے ایک پتھر زمین پر اپنے طبعی ثقل سے ہر جگہ گر سکتا ہے، اس کے لئے کسی خاص وضع، کسی خاص جہت اور کسی خاص جگہ کی تخصیص نہیں، اس لئے اس دلیل سے یا تو خدا کے وجود ہی کا انکار ہو جاتا ہے، یا اس کے حکیم ہونے کا ابطال ہوتا ہے۔

اشاعرہ نے قرآن مجید کی دلیل کو چھوڑ کر یہ دلیل تین وجہوں سے اختیار کی ہے،

۱۔ ایک تو قوئ طبیعیہ کے فعل کا انکار کیونکہ ان کے نزدیک خدا کے سوا کوئی چیز موثر نہیں ہے اور یہ بالکل صحیح ہے، لیکن اسباب کا خالق بھی تو خدا ہی ہے، اور وہ اسی کے حکم سے اثر کرتے ہیں۔

۲۔ دوسرے یہ کہ ان کے دل میں یہ خوف پیدا ہوا کہ اگر وہ طبعی اسباب کو تسلیم کر لیں گے تو ان کو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ عالم طبعی اسباب سے پیدا ہوا ہے، حالانکہ اگر ان کو یہ معلوم ہوتا کہ طبیعت بھی خدا کی پیدا کی ہوئی چیز ہے، اور وہ خدا کے وجود کی سب سے بڑی دلیل ہے، تو وہ جانتے کہ طبیعت کے وجود کے انکار سے موجودات کے ایک بڑے حصے کا انکار کرنا پڑے گا، جن سے خدا کے وجود پر استدلال کیا جا سکتا تھا۔

۳۔ چونکہ خداوند تعالیٰ نے عالم کو بالارادہ پیدا کیا ہے، اور ان کے خیال میں صاحب ارادہ اسی شخص کو کہہ سکتے ہیں، جو ایک چیز اور اس کے ضد دونوں کے پیدا کرنے پر قادر ہو، اس لئے انھوں نے یہ دلیل قائم کی کہ تمام موجودات جائز ہیں، یعنی جو چیز سیاہ ہے وہ سفید بھی ہو سکتی ہے لیکن وہ یہ بھول گئے کہ اگر دنیا کی یہ ترتیب اور یہ نظام بدل دیا جائے، تو خدا کی حکمت کا انکار کرنا پڑے گا، کیونکہ جس چیز کا کوئی مقصد نہیں ہوتا وہ ایک عبث چیز ہوتی ہے، اور وہ بخت و اتفاق کی طرف منسوب ہو سکتی ہے۔

بہر حال دنیوی چیزوں میں جو حکمتیں اور مصلحتیں پائی جاتی ہیں، انہی سے خدا کے وجود پر استدلال کیا جا سکتا ہے، البتہ چونکہ خارج میں جس چیز کی کوئی مثال موجود نہیں ہوتی، اس کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عام لوگ نہیں سمجھ سکتے، اس لئے خداوند تعالیٰ نے اس کو خارجی مثالوں سے سمجھایا ہے، اور بتایا ہے کہ اس نے دنیا کو ایک زمانے میں اور ایک چیز سے پیدا کیا ہے، مثلاً یہ کہ تخلیقِ عالم سے پہلے اس کا تخت پانی پہ تھا، اور اس نے آسمان و زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، اس لئے عوام کے لئے اس قسم کی آیتوں کی تاویل نہیں کرنی چاہیئے، کیونکہ اگر ان سے یہ کہا جائے کہ عالم کسی چیز سے یا کسی زمانے میں پیدا نہیں ہوا تو عوام اس کو نہیں سمجھ سکتے۔

غرض اسی طریقہ سے اُس نے تمام اسلامی عقائد پہ بحث کر کے نہایت تفصیل سے بتایا ہے کہ متکلمین نے ان عقائد کو جن دلائل سے ثابت کیا ہے، وہ نہ تو قرآن مجید کے دلائل کے مطابق ہیں، نہ جمہور کے لئے موزوں ہیں اس سے پہلے اس کا خاندان محدثین کے مسلک کا پیرو تھا، اور ابنِ رشد نے درحقیقت اسی مسلک کی تائید کی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام رازی

ولادت ۵۴۳ھ وفات ۶۰۹ھ

اکابر فلاسفہ اسلام میں ہیں اور ہم نے ایک مستقل کتاب ان کے حالات میں لکھی ہے اور اس موقع پر اسی کا ضروری خلاصہ درج کر دیتے ہیں۔

نام و نسب امام صاحب کا نام محمد، ابوعبداللہ یا ابوالفضل کنیت، فخر الدین لقب ہے اور ہرات میں شیخ الاسلام کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ شہرزوری نے تاریخ الحکماء میں لکھا ہے کہ امام صاحب کا نسب حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ملتا ہے لیکن امام صاحب نے خود اپنی تصنیفات میں تصریح کی ہے کہ وہ حضرت عمرؓ کی اولاد سے ہیں اور ظاہر ہے کہ انہی کا قول سب سے زیادہ معتبر ہو سکتا ہے امام صاحب کے والد عمر کی کنیت ابوالقاسم اور لقب ضیاء الدین تھا۔ اور وہ اپنے زمانہ کے بہت بڑے واعظ، متکلم، صوفی، محدث، ادیب اور انشاپرداز تھے۔ رے میں ان کا عام مشغلہ درس و تدریس تھا۔ اور خاص خاص معینہ اوقات میں وعظ بھی کہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ عام طور پر خطیب رے کے لقب سے مشہور تھے اور اسی بنا پر امام صاحب ابن الخطیب کے نام سے مشہور ہیں۔

ولادت امام صاحب کی ولادت رے میں ۲۵ رمضان ۵۴۳ھ یا ۵۴۴ھ میں ہوئی۔

تعلیم و تربیت اور جب تعلیم و تربیت کے قابل ہوئے تو سب سے پہلے اپنے والد کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا، اور ان سے علم کلام اور علم فقہ کی تعلیم حاصل کی، والد کی وفات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بعد ایک مدت تک کمال سمنانی سے علم فقہ کی تعلیم حاصل کرتے رہے اور فرغنہ میں ایک اور بزرگ سے بھی فقہ کی تعلیم حاصل کی اس کے بعد انہوں نے علم حکمت کی طرف توجہ کی، اور رَے میں واپس آکر مجد جیلی سے اس کی تعلیم حاصل کرتے رہے، پھر جب مجد جیلی مراغہ میں درس و تدریس کے لئے بلائے گئے تو امام صاحب بھی ان کے ساتھ مراغہ گئے اور وہاں ایک طویل مدت تک قیام کر کے اُن سے علم کلام اور علم حکمت کی تعلیم حاصل کی۔

حصول دولتِ و جاہ امام صاحب ابتدا میں نہایت مفلس اور تنگدست تھے، لیکن خوارزم اور ماوراالنہر کے سفر کے بعد امام صاحب رے میں واپس آئے، تو ان کی دولت مندی اور فارغ البالی کا زمانہ شروع ہوا جس کی تقریب یہ ہوئی کہ رے میں ایک نہایت دولت مند طبیب تھا جس کے دو لڑکیاں تھیں اور حسن اتفاق سے امام صاحب کے بھی دو لڑکے تھے وہ طبیب المرض الموت میں مبتلا ہوا، تو اپنی دونوں لڑکیوں کی شادی امام صاحب کے دونوں لڑکوں سے کر دی اور جب وہ مرگیا تو اس کی تمام دولت امام صاحب کے ہاتھ آگئی اور وہ اس قدر دولت مند ہو گئے کہ پچاس غلام زریں کمر منقش کپڑے پہنے ہوئے ان کے گرد کھڑے رہتے تھے۔

مال و دولت کے ساتھ جاہ و اعزاز میں بھی اس قدر ترقی ہوئی کہ جہاں جاتے تھے امیر و غریب سب ان کی ملاقات و زیارت کو آتے تھے۔

سلاطینِ وقت کی قدردانی علماء و صلحا اور عام مسلمانوں کے ساتھ سلاطینِ وقت نے بھی ان کی قدر دانی کی، امام صاحب کے زمانہ میں خراسان، غور، غزنہ اور زارزم وغیرہ پر غوری اور خوارزم شاہی خاندان حکومت کرتا تھا اور ان حکومتوں کے ممتاز فرمانرواؤں نے امام صاحب کی نہایت قدر و منزلت کی، غوری خاندان میں سلطان غیاث الدین غوری نہایت فیاض علم دوست بے تعصب اور خوش عقیدہ تھا، اگرچہ شافعی المذہب ہونے کی وجہ سے شافیون کی طرف خاص میلان رکھتا تھا، تاہم کسی دوسرے مذہب سے تعصب نہیں رکھتا تھا اور کہتا تھا کہ مذہبی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعصب بادشاہ کے لئے نہایت بدنما چیز ہے امام صاحب سلطان غیاث الدین غوری کے بھانجے بہاؤالدین سام حاکم یامیان سے قطع تعلق کر کے اس کی خدمت میں آئے تو وہ امام صاحب کے ساتھ نہایت عزت واحترام کے ساتھ پیش آیا اور ہرات میں جامع مسجد کے قریب ان کے لئے ایک مدرسہ بنادیا جس میں مختلف شہروں سے طلبہ آآکر داخل ہونے لگے، امام صاحب نے بھی ان کا حق نعمت ادا کیا اور ان کے نام پر لطائف غیاثیہ اور دوسری کتابیں تصنیف کیں۔

اپنے بھائی سلطان غیاث الدین کی طرح سلطان شہاب الدین غوری نے بھی امام صاحب کی نہایت قدر دانی کی جس طرح غزنوی خاندان کے گل سرسبد سلطان غیاث الدین غوری اور سلطان شہاب الدین غوری تھے اسی طرح خوارزم شاہی خاندان میں علاؤالدین خوارزم شاہ اور اس کا بیٹا محمد بن تکش خوارزم شاہ نہایت جاہ وجلال کے بادشاہ گزرے ہیں ان دونوں بادشاہوں نے بھی امام صاحب کی نہایت قدردانی کی اور اوّل اوّل سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے امام صاحب کو اپنے بیٹے محمد بن تکش خوارزم شاہ کا استاد مقرر کیا، اس کے بعد جب خود محمد بن تکش بادشاہ ہوا، تو اس کے دربار میں امام صاحب کو اس قدر جاہ وجلال حاصل ہوا، جو اس کے دربار میں کسی کو حاصل نہ تھا

امام صاحب کے مشاغل اس جاہ ومال کے حاصل ہوجانے کے بعد اگرچہ امام صاحب شاہانہ زندگی بسر کرنے لگے تھے۔ تاہم اُن کے علمی مشاغل بدستور جاری رہے جن میں ایک بڑا مشغلہ درس وتدریس کا تھا لیکن اُن کی مجلس درس میں بھی شاہانہ شان وشوکت پائی جاتی تھی، قاضی فرید کا بیان ہے کہ میں نے امام صاحب سے ہمدان اور ہرات میں تعلیم حاصل کی، ان کی مجلس درس میں بڑی شان پائی جاتی تھی۔ اور وہ بادشاہوں سے بھی بڑے نظر آتے تھے۔ جب وہ درس دینے کے لئے بیٹھتے تھے تو ان کے اکابر تلامذہ مثلاً زین الدین کشی، قطب مصری اور شہاب الدین نیشاپوری کی ایک جماعت ان کے قریب بیٹھتی تھی، ان کے متصل بقیہ تلامذہ اور دوسرے لوگ حسب مراتب بیٹھتے تھے، جب کوئی شخص کوئی علمی مسئلہ چھیڑتا تھا، تو اس سے اُن کے اکابر تلامذہ کی بھی جماعت بحث ومباحثہ کرتی تھی، البتہ جب کوئی مشکل بحث پیش آجاتی تھی، تو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام صاحب ان میں حصہ لیتے تھے اور اس کے متعلق ایسی بحث کرتے تھے جس کی تعریف حد بیان سے باہر ہے تلامذہ کی کثرت کا یہ حال تھا کہ جب امام صاحب کی سواری چلتی تھی، تو اس کے ساتھ تین سو شاگرد چلتے تھے"

درس و تدریس کے ساتھ ان کا دوسرا اہم مشغلہ مختلف فرقوں کے شکوک و شبہات کا ازالہ تھا، ابن خلکان نے لکھا ہے کہ ہرات میں ان کی مجلس میں مختلف مذاہب اور مختلف عقائد کے لوگ آآ کر ان سے سوالات کرتے تھے اور وہ ہر ایک کا جواب نہایت خوبی کے ساتھ دیتے تھے اور ان کی وجہ سے فرقہ کرامیہ اور دوسرے فرقوں کے بہت سے لوگ اہلسنت والجماعت کے مذہب میں داخل ہوئے۔

اخیر عمر میں عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں وعظ بھی کہنے لگے تھے، اور ان کی مجلسِ وعظ میں عام و خاص سب آتے تھے اور وعظ کی حالت میں ان کو وجد آجاتا تھا۔

امام صاحب کی مجلس وعظ میں بھی شاہانہ جاہ و جلال پایا جاتا تھا اور وہ اس میں علمِ کلام اور فلسفہ کے نہایت دقیق مسائل بیان کرتے تھے ایک بار امام صاحب نے نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ تفسیر پر ایک طویل تقریر کی، اس حالت میں ایک باز ایک کبوتر پر جھپٹا اور وہ سراسیمگی کی حالت میں اِدھر اُدھر مسجد میں اُڑنے لگا۔ یہاں تک کہ تھک کر امام صاحب کے پاس گر پڑا، اور باز کے حملے سے محفوظ رہا۔ اتفاق سے ایک شاعر شرف الدین ابن عنین بھی اس جلسے میں موجود تھا، اور اس نے اس موقع پر فی البدیہہ یہ دو شعر کہے۔

جاءت سليمان الزمان بشجوها   والموت يلمع من جناحي خاطف

وہ کبوتر سلیمانِ زمانہ کے پاس اپنی فریاد لے کر اس حالت میں آیا کہ اچک لینے والے باز کے دونوں بازوؤں سے اس کی موت نظر آتی تھی۔

من نبأ الورقاء ان محلكم   حرم وانك ملجاء للخائف

کبوتر کو کس نے بتایا کہ آپ کا محل حرم ہے، اور آپ خوفزدوں کے لئے جائے پناہ ہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام صاحب اس کے اشعار کو سن کر بہت محظوظ ہوئے۔ اور اس کو اپنے پاس بلا کر بٹھایا اور جب مجلس وعظ سے اُٹھ کر گئے۔ تو اس کے پاس خلعت اور بہت سی اشرفیاں بھجوائیں اور ہمیشہ اس کے ساتھ سلوک کرتے رہے۔

وفات امام صاحب نے ۶۰۶ھ میں دوشنبہ کے دن ۶۳ سال کی عمر میں ہرات میں وفات پائی، طبقات الشافعیہ میں لکھا ہے کہ یہ عید الفطر کا دن تھا، اور ابن ابی اصیبعہ کے بیان سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے لیکن قفطی نے اخبار الحکماء میں لکھا ہے کہ امام صاحب کا انتقال ذی حجہ میں ہوا اور اگر یہ صحیح ہے تو عید الفطر کے بجائے یہ عید الضحیٰ کا دن ہوگا۔

مقامِ دفن میں اختلاف ہے شہرزوری نے لکھا ہے کہ ہرات میں پہاڑ کے نیچے دفن ہوئے اور ابنِ خلکان میں ہے کہ ہرات کے قریب ایک گاؤں ہے جس کا نام مرداخان ہے امام صاحب اسی گاؤں کے قریب کے ایک پہاڑ پر دن کے آخری حصے میں دفن کئے گئے اور خود امام صاحب نے اسی جگہ دفن کرنے کی وصیت کی تھی، لیکن قفطی نے اخبار الحکماء میں لکھا ہے کہ ظاہر تو یہی کیا گیا، لیکن درحقیقت امام صاحب اپنے گھر ہی میں دفن کئے گئے کیونکہ امام صاحب کے عقائد سے لوگ بدظن تھے۔ اس لئے خوف تھا کہ لوگ ان کی لاش کے ساتھ بے ادبی کریں گے، دوسرے مورخین کے مختلف بیانات سے بھی قفطی کی یہ روایت قرینِ قیاس معلوم ہوتی ہے طبقات الشافعیہ میں لکھا ہے کہ امام صاحب نے اپنے تلامذہ کو حکم دیا تھا کہ جب وہ مر جائیں تو وہ لوگ اُن کی موت کی خبر کو نہایت شدت کے ساتھ چھپائیں اور شہرزوری کی تاریخ الحکماء میں ہے۔ کہ امام صاحب نے عوام کے خوف سے وصیت کی تھی کہ وہ رات کو دفن کئے جائیں۔

امام صاحب کی موت کا سبب بھی فرقہ کرامیہ کا بغض و عناد تھا، چنانچہ طبقات الشافعیہ اور اخبار الحکماء میں لکھا ہے کہ اسی فرقہ کے لوگوں نے امام صاحب کو زہر دلوا دیا اور اسی زہر کے اثر سے انہوں نے وفات پائی۔

دولت شاہ نے امام صاحب کی ایک تاریخِ وفات نقل کی ہے، اور اس سے بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کی موت غیر طبعی اسباب کا نتیجہ تھی، چنانچہ وہ تاریخ یہ ہے

امام عالم و عامل محمد رازی
کہ کس ندید و بنید در انظیرش بمال
بسال ششصد و شش گشتہ شد بشہر ہرات
نماند دیگرے اثنین غرہ شوال

امام صاحب کا وصیت نامہ امام صاحب نے اپنے مرض الموت میں اپنے شاگرد ابراہیم بن ابی بکر بن علی سے ایک وصیت نامہ لکھوایا تھا، جس کو طبقات الاطبا اور طبقات الشافعیہ میں بلفظہٖ نقل کیا ہے امام صاحب اگرچہ ایک مدت تک فلسفی متکلم اور فقیہ رہے، لیکن بعد کو صوفی ہو کر خلوت نشین ہو گئے اور خلوت سے نکلنے کے بعد تفسیر کبیر لکھنی شروع کی. اس لئے اس میں فلسفیانہ اور متکلمانہ مباحث کے ساتھ جا بجا صوفیانہ حقائق و معارف بھی پائے جاتے ہیں خود امام صاحب کی تصریحات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس تفسیر کے لکھنے کے بعد ان کے دل سے اور علوم کی وقعت جاتی رہی، اور وہ صرف قرآن مجید کو دینی و دنیوی سعادت کا منبع سمجھنے لگے چنانچہ تفسیر کبیر میں ایک موقع پر لکھتے ہیں کہ

"اگرچہ میں نے مختلف قسم کے علوم نقلیہ و عقلیہ میں کتابیں لکھیں، لیکن اس علم (علم تفسیر) کی خدمت کی وجہ سے مجھ کو مختلف قسم کی جو دینی و دنیوی سعادتیں حاصل ہوئیں، وہ اور علوم کی وجہ سے حاصل نہیں ہوئیں۔"

چونکہ ان کے اس حسنِ عقیدت کا اظہار جیسا کہ ابنِ خلکان نے لکھا ہے کہ ان کے وصیت نامہ سے واضح طور پر ہوتا ہے، اس لئے ہم اس موقع پر اس کے خاص خاص مؤثر فقروں کو نقل کرتے ہیں

"تم لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ میں ایک علم دوست آدمی تھا، اس لئے ہر چیز کے متعلق کچھ نہ کچھ لکھتا تھا، تاکہ اس کی کمیت اور کیفیت کو معلوم کر سکوں خواہ وہ حق ہو یا باطل، بری ہو یا بھلی، لیکن میں نے جو کچھ اپنی معتبر کتابوں میں ثابت کیا ہے. وہ یہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ یہ محسوس دنیا ایک ایسے مدبر کے زیر تدبیر ہے، جو عجزات اور اعراض کی مماثلت سے منزّہ اور کمالِ قدرت علم اور رحمت کے ساتھ متصف ہے میں نے کلامیہ اور فلسفیانہ طرز وروش کو جانچا ہے، لیکن اس میں وہ فائدہ نہیں دیکھا جو اس فائدے کے برابر ہو جس کو میں نے قرآن مجید میں پایا، کیونکہ وہ تمام تر خدا کی عظمت وجلال کو تسلیم کرواتا ہے اور اعتراضات و مناقضات میں تعمق کرنے سے روکتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ میرا دین محمد سید المرسلین کی متابعت، اور میری کتاب قرآن مجید ہے اور دین کی جستجو میں میرا اعتماد انہی دونوں چیزوں پر ہے۔

اور ہر اس شخص کو جس پر میرا حق ہے، حکم دیتا ہوں کہ جب میرا انتقال ہو جائے گا میری موت کے اخفاء میں سخت اہتمام کریں اور کسی کو اس کی اطلاع نہ دیں، اور مجھ کو کفن پہنا کر شریعت کے مطابق مرداخان کے پہاڑ کے قریب لے جا کر دفن کر دیں، اور جب مجھ کو قبر میں رکھیں تو الہیاتِ قرآن میں سے جس قدر ممکن ہو پڑھیں"

آل واولاد امام صاحب نے اپنی وفات کے بعد دو لڑکے چھوڑے جن میں بڑے لڑکے کا لقب ضیاء الدین تھا اور وہ علمی مشغلہ رکھتا تھا، چھوٹا لڑکا شمس الدین کے لقب سے مشہور رہا جو غیر معمولی طور پر ذہین تھا، اور خود امام صاحب اس کی ذہانت کی تعریف کرتے تھے، اور کہتے تھے کہ میرا یہ لڑکا زندہ رہا تو مجھ سے زیادہ عالم ہوگا، غالباً اس لڑکے کی کنیت ابوبکر تھی، اور وصیت نامہ میں اس کی ذہانت اور طباعی کی بنا پر اس کی تربیت میں مزید اہتمام کرنے کی تاکید کی ہے لیکن شہرزوری نے تاریخ الحکماء میں لکھا ہے کہ ابوبکر امام صاحب کا بڑا لڑکا تھا، اور وہی درس و وعظ میں ان کا جانشین ہوا۔

ایک اور لڑکا تھا، جس کا نام محمد تھا۔ امام صاحب کو اس سے بڑی محبت تھی، اور اس کے لئے اکثر کتابیں لکھیں اور بعض کتابوں میں اس کے نام کی تصریح کی، لیکن وہ امام صاحب کی زندگی ہی میں ۶۰۱ھ میں مرگیا، اور امام صاحب کو اس کی وفات کا نہایت صدمہ ہوا، چنانچہ جابجا تفسیر کبیر میں اس کا ماتم کیا ہے اور چند اشعار میں اس کا مرثیہ لکھا ہے، محمد کی وفات کے بعد ان کے ایک لڑکا اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیدا ہوا جس کا نام بھی محمد تھا، اسی لڑکے سے امام صاحب کی اولاد کا سلسلہ چلا، اور بہت دنوں تک قائم رہا۔ اور یہ سب کے سب صاحب علم ہوئے، ایک لڑکی بھی تھی، جس کی شادی علاء الملک علوی کے ساتھ ہوئی، جو خوارزم شاہ کا وزیر اور بہت بڑا فاضل اور ادیب تھا۔

امام صاحب نے اپنی زندگی میں جو جاہ و جلال حاصل کیا تھا، اس کی بدولت امام صاحب کی وفات کے بعد ان کی اولاد نے بھی اسی عزت و احترام کے ساتھ زندگی بسر کی چنانچہ جب چنگیز خان نے محمد بن تکش خوارزم شاہ کو شکست دی اور اس کی فوج کے اکثر حصے کو تہ تیغ کر دیا تو امام صاحب کے داماد علاء الملک نے چنگیز خان کے دامن میں پناہ لی اور جب وہ اس کے پاس گیا، تو وہ اس کے ساتھ نہایت عزت و احترام کے ساتھ پیش آیا اور اس کو اپنے خواص میں شامل کر لیا، اس کے بعد جب تاتاریوں نے بلاد عجم میں عام قتل و خونریزی کر لی اور وہاں کے قلعوں اور شہروں کو تباہ و برباد کر دیا، تو ہرات کا رُخ کیا امام صاحب کو خوارزم شاہ نے ہرات میں ایک نہایت شاندار محل عطا کیا تھا، اور اسی میں امام صاحب کی اولاد کا قیام تھا، چنانچہ جب چنگیز خان کی فوج کا ایک حصہ ہرات کی تباہی و بربادی کے لئے روانہ ہوا، تو علاء الملک نے چنگیز خان کے پاس جا کر امام صاحب کی اولاد کے لئے امان حاصل کر لی، اس لئے جب اس کی فوج ہرات میں داخل ہوئی، تو یہ اعلان کیا کہ امام فخر الدین کی اولاد کو امان دی جاتی ہے، وہ محل کے ایک حصہ میں الگ قیام کریں، امام صاحب کی اولاد کو اس اعلان کی اطلاع ہوئی، انہوں نے امن و امان کے ساتھ وہیں قیام کیا، لیکن ان کے ساتھ ان کے بہت سے اعزہ و اقارب، اعیان سلطنت، رؤسائے شہر اور فقہا کی ایک بہت بڑی جماعت نے بھی اُن کے محل میں پناہ لی تھی تاکہ ان کے تعلق سے ان کو بھی امان حاصل ہو جائے لیکن جب چنگیز خان کی فوجیں اہل شہر کو قتل کر چکیں تو امام صاحب کے محل میں پہنچیں اور امام صاحب کی اولاد کو دیکھنا چاہا، چنانچہ جب ان کو دیکھا، تو ان کو اپنے ساتھ لے لیا اور بقیہ پناہ گزینوں کو قتل کر دیا، اور امام صاحب کی اولاد کو ہرات سے سمرقند لائے، جہاں چنگیز خان مقیم تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اخلاق و عادات
اور
عام حالات

امام صاحب کو دینی و دنیوی دونوں قسم کی برکتیں اور سعادتیں حاصل ہوئیں، ایک طرف تو طبقات الشافعیہ میں ان کا شمار اہل تصوف میں کیا گیا ہے دوسری طرف شہرزوری نے لکھا ہے کہ امام صاحب نے انتقال کیا تو ان کے پاس دنیوی ساز و سامان میں مال، اولاد لونڈی غلام سب کچھ موجود تھا اور ان لونڈیوں اور غلاموں کو انہوں نے موت کے وقت آزاد کیا۔ اور ہر ایک کو تھوڑا تھوڑا سامال بھی دیا، شذرات الذہب میں ہے کہ امام صاحب نے مرنے کے بعد بہت بڑا ترکہ چھوڑا جس میں اسی ۸۰ ہزار اشرفیاں تھیں۔

امام صاحب کا تعلق ہمیشہ شاہی درباروں سے رہا، اور ان درباروں میں انہوں نے نہایت عزت و احترام کے ساتھ زندگی بسر کی، خوارزم شاہ ان سے ملنے کے لئے خود اُن کے گھر پر آتا تھا۔ محمد بن تکش شاہ خوارزم کے ساتھ جو ان کا شاگرد تھا، کبھی کبھی سخت کلامی بھی کر بیٹھتا تھا۔ تو وہ برداشت کرتا تھا۔

امام صاحب نے شاہانہ مجلسوں میں بادشاہوں کے ذاتی اغراض کے لئے کبھی مداہنت سے کام نہیں لیا، مثلاً حضرت داؤد علیہ السلام کی نسبت مشہور ہے کہ وہ اوریا کی بی بی پر فریفتہ ہوئے، اور اس کو حیلے سے قتل کرا کے اس کی بی بی سے نکاح کر لیا، ایک بادشاہ بھی ایک خاص وجہ سے اس قولِ فاسد اور خبیث قصے کی تائید کرتا تھا، لیکن امام صاحب نے اس کے سامنے اس سختی کے ساتھ اس واقعہ کی تردید کی کہ بادشاہ خاموش ہو گیا، اور کچھ نہیں بولا۔

باوجود کہ امام صاحب کو تمام امیرانہ ساز و سامان حاصل تھے لیکن انہوں نے کبھی امرا کی طرح بیکاری اور عیش پسندی کی زندگی بسر نہیں کی، بلکہ ہمیشہ علمی مشغلے میں مشغول و منہمک رہے، شہرزوری نے تاریخ الحکماء میں لکھا ہے کہ وہ کھانے پینے کے نہایت شوقین تھے، لیکن ان کا علمی شوق اس سے بھی زیادہ بڑھا ہوا تھا، چنانچہ کھانے کے وقت جب علمی مشغلہ چھوٹ جاتا تھا، تو فرماتے تھے کہ مجھے اس پر بھی افسوس ہوتا ہے کیونکہ وقت اور زمانہ نہایت عزیز چیز ہے، اگرچہ امام صاحب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیادہ حلیم اور بردبار نہ تھے بلکہ ان میں کسی قدر تند مزاجی پائی جاتی تھی، لیکن بااین ہمہ وہ اپنے اعزہ اور اقارب کے ساتھ ہمیشہ نرمی کے ساتھ پیش آتے تھے، اور ان سے ان کو جو اذیتیں پہنچتی تھیں ان کو برداشت کرتے تھے، چنانچہ امام صاحب کے ایک بڑے بھائی تھے، جن کا لقب رکن الدین تھا انہوں نے کسی قدر علم خلاف، علم فقہ اور علم کلام کی تحصیل کی تھی، لیکن ان کی دماغی حالت خراب تھی، اس لئے امام صاحب جس شہر میں جاتے تھے، یہ بھی پیچھے پیچھے ان کے ساتھ جاتے تھے، اور ان کی برائی کرتے تھے، اور جو لوگ امام صاحب کی کتابوں کو پڑھتے تھے ان کو بیوقوف بناتے تھے اور کہتے تھے کیا میں ان سے سن میں بڑا نہیں ہوں؟ کیا میں اُن سے زیادہ عالم نہیں ہوں! کیا علم خلاف اور علم کلام کا علم مجھ کو اُن سے زیادہ نہیں ہے؟ پھر کیا بات ہے کہ لوگ فخرالدین فخرالدین تو کہتے ہیں اور میں کسی کی زبان سے رُکن الدین کا نام نہیں سنتا! وہ بعض کتابیں بھی لکھتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ فخرالدین کے کلام سے بہتر ہے لوگ ان کی باتوں کو تعجب سے سنتے تھے بہت سے لوگ ان کی ہنسی اڑاتے تھے۔ امام صاحب اگرچہ ان باتوں کو سخت ناگواری کے ساتھ سنتے اور اپنے بھائی کی اس مبتذل حالت کو ناپسند فرماتے، لیکن باوجود ان باتوں کے ان کے ساتھ ہمیشہ سلوک کرتے رہتے، بعض اوقات امام صاحب نے ان کی خدمت میں یہ درخواست کی، کہ وہ رے یا کسی اور شہر میں اقامت اختیار کرلیں، اور ان کے تمام مصارف کا بار مجھ پر ہوگا، لیکن وہ ان حرکتوں سے باز نہیں آئے، بالآخر امام صاحب نے سلطان خوارزم شاہ سے ان کی حالت بیان کر کے یہ درخواست کی کہ ان کو کسی مقام پر نظر بند کر کے ان کی معاش و ضروریات کا انتظام کردیا جائے چنانچہ سلطان نے ایک شاہی قلعہ میں ان کو نظر بند کردیا، اور ان کے لئے ہزار دینار سالانہ کے منافع کی ایک جاگیر مقرر کردی، اور وہ تادم مرگ وہیں مقیم رہے۔

فلسفہ

جس طرح مسلمانوں کی علمی تاریخ میں شیخ بو علی سینا اور ابونصر فارابی نے فلسفۂ ارسطو کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مؤید ہونے کی حیثیت سے شہرتِ عام حاصل کی ہے، اسی طرح امام صاحب نے فلسفہ ارسطو پر اعتراضات کرنے میں ناموری حاصل کی ہے، چنانچہ شہرزوری نے امام صاحب کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ بحث و جدال اور قیل و قال میں انتہائی درجہ کو پہنچے ہوئے تھے، اور ان کے زمانے میں کوئی شخص اس میں ان کا ہمسر نہ تھا، انہوں نے حکماء پر بہت سے شکوک و شبہات وارد کیے اور ان کے بعض شبہے صحیح بھی ہیں۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ فلسفہ ارسطو پر رد و قدح کرنے کی ابتداء جو اسلام میں نہایت ابتدائی زمانے سے ہو چکی تھی اس کی انتہا امام صاحب پر ہوئی، سب سے پہلے یحییٰ نحوی نے ارسطو کے رد میں ایک کتاب لکھی، اس کے بعد نظام معتزلی نے جو مامون الرشید کے زمانے میں تھا ارسطو کی ایک کتاب کا رد لکھا، پھر اسی زمانے کے قریب ابو علی جبائی نے جو مشہور معتزلی تھا ارسطو کی کتاب کون و فساد کا رد لکھا، تیسری صدی ہجری میں حسن بن موسیٰ نوبختی نے کتاب الآراء والدیانات لکھی جس میں ارسطو کی منطق کے مہمات مسائل پر اعتراضات کیے جو متکلمین اسلام سے ماخوذ تھے، نوبختی کے بعد ابوبکر باقلانی نے دقائق کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں فلسفہ کا رد لکھا، پھر علامہ شہرستانی المتوفی ۵۴۹ھ نے برقلس اور ارسطو کے رد میں ایک مستقل کتاب لکھی، لیکن ابوالبرکات بغدادی نے اس میں سے سب سے زیادہ ناموری پیدا کی اور کتاب المعتبر میں ارسطو کے اکثر مسائل و نظریات کو غلط ثابت کیا۔

ان سب کے بعد امام صاحب کی باری آئی اور انہوں نے اپنے اعتراضات کی کثرت سے فلسفہ ارسطو کی رہی سہی وقعت بھی خاک میں ملا دی اور متاخرین کے لئے فلسفہ ارسطو پر ردّ و قدح کی ایک عام شاہراہ قائم کر دی، چنانچہ علامہ شہرزوری امام صاحب کے حالات میں لکھتے ہیں۔

شبها علی الحکماء، شکوکا و	انہوں نے حکماء پر بہت سے شکوک و
شبها کثیرۃ واکثر من جاء	شبہات وارد کیے، اور ان کے بعد جو
بعدہ ضل بسببها وبعضهم	لوگ پیدا ہوئے، وہ انہی شبہات کی وجہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زاد علیھا ایضاً، سے گمراہ ہوئے اور بعض لوگوں نے ان شبہات پر اضافہ بھی کیا۔

یہ پتہ نہیں چلتا کہ امام صاحب نے حکماء پر جو اعتراضات کیے، ان کا ماخذ کیا تھا؟ اور اس معاملہ میں کون کون سی کتابیں اُن کے لئے دلیلِ راہ بنیں؟ شہرزوری نے لکھا ہے کہ امام صاحب نے حکماء پر جو اعتراضات کئے وہ زیادہ تر ابوالبرکات یہودی سے ماخوذ ہیں، اور وہ اسی کی ایجادات سے ہیں اور اس کی تصدیق اس سے بھی ہوتی ہے کہ امام صاحب نے اپنی فلسفیانہ تصنیفات میں جو اعتراضات کیے ہیں ان میں جابجا اس کی کتاب المعتبر کا نام لیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ کتاب ان کے پیشِ نظر رہتی تھی، اس کے علاوہ اگرچہ امام صاحب نے کسی اور کتاب کا نام نہیں لیا ہے تاہم اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ امام صاحب کے اعتراضات کا ماخذ صرف یہی کتاب ہے۔

یہ بھی واضح طور پر معلوم نہیں ہوتا کہ فلسفہ کی تردید سے خود یہی تردید مقصود تھی، یا اس سے امام صاحب کا کوئی دوسرا مقصد تھا مولانا شبلی مرحوم نے علم الکلام میں لکھا ہے کہ فلسفہ کے رد سے علمِ کلام کو صرف اس قدر تعلق تھا کہ اس کے جو مسائل مذہبِ اسلام کے مخالف ہوں وہ باطل کر دیئے جائیں لیکن متکلمین نے اسی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ عام طور پر فلسفہ یونانی کی غلطیاں ثابت کیں، جس کی وجہ یہ تھی کہ جب فلسفہ یونان کا ترجمہ ہوا تو لوگ نہایت شیفتگی سے اس کے گرویدہ ہو گئے، اس گرویدگی نے یہ اثر پیدا کیا کہ فلسفہ کے ہر قسم کے مسائل پر خوش اعتقادی کی نظر پڑتی تھی، اور اس ضعیف مسائل بھی قوی معلوم ہوتے تھے، انہی میں اقلِ قلیل وہ مسائل بھی تھے، جو بظاہر اسلام کے خلاف معلوم ہوتے تھے۔ متکلمین جب خاص ان مسائل کو باطل کرتے تھے، تو معتقدینِ فلسفہ کو خیال ہوتا تھا کہ جس علم کے تمام مسائل صحیح ہیں اس کے وہی مسائل کیوں ضعیف ہوں گے، جو اسلام کے مخالف ہیں، اس ضرورت سے متکلمین نے عام طور پر نظر ڈال اور سینکڑوں مسائل کی غلطی ثابت کی، قدمائے متکلمین نے قدرِ ضرورت پر اکتفا کیا تھا، لیکن متاخرین اور خصوصاً

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام رازی نے سرے سے فلسفہ کی دھجیاں اڑا دیں۔

اس میں شبہ نہیں کہ فلسفہ کی عام وقعت اور ارسطو اور افلاطون کے پرعظمت ناموں سے بہت سے لوگ مرعوب ہو گئے تھے، اور اس مرعوبیت نے اُن کے دلوں سے مذہب کا اثر زائل کر دیا تھا، اس لئے اس بات کی ضرورت تھی کہ فلسفہ کے مسائل اور حکماء کے خیالات پر تنقید کر کے ان کی وقعت اور ان کے اثر کو کم کیا جائے، اور متکلمین اسلام میں امام غزالی نے اسی ضرورت سے تہافت الفلاسفہ لکھی جیسا کہ انہوں نے خود اس کتاب کے دیباچہ میں تصریح کی ہے، لیکن اس کا صحیح طریقہ تو یہ تھا کہ پہلے تمام فلاسفہ یونان کے مسائل و نظریات یکجا جمع کئے جاتے، پھر دیکھا جاتا کہ جن لوگوں نے یونانی زبان سے ان کے فلسفہ کا عربی زبان میں ترجمہ کیا، انہوں نے اس میں کیا کیا تحریفیں اور تبدیلیاں کی ہیں امام غزالی ان دونوں باتوں سے واقف تھے لیکن انہوں نے تمام فلاسفہ یونان میں صرف ارسطو کو منتخب کیا اور اس کے فلسفہ کی جو شرح و تفسیر فارابی اور بو علی سینا نے کی تھی، صرف اسی کو پیش نظر رکھا، اور اس کی وجہ یہ بیان کی اور فلاسفہ کے مسائل و نظریات نہایت منتشر اور پراگندہ تھے اور ارسطو ہی صرف ایک ایسا شخص تھا جس نے فلاسفہ یونان کے فلسفہ کی تنقیح و تہذیب کی تھی، اور اس کو حشو و زوائد سے پاک کیا تھا، اس لئے میں نے صرف اسی کی تردید پر قناعت کی، اور اسلامی فلسفیوں میں فارابی اور بو علی سینا سے بہتر طریقہ پر کسی اور نے ارسطو کے مذہب کو نقل نہیں کیا تھا۔ اس لئے یہ دونوں جس چیز کو صحیح سمجھتے ہیں میں نے اسی کی تردید پر اکتفا کیا ہے، لیکن امام غزالی نے عام طور پر ارسطو کے فلسفیانہ مسائل کی بھی تردید نہیں کی، بلکہ اس کے صرف چند مسائل منتخب کر لئے جو اصول دین سے تعلق رکھتے ہیں مثلاً حدوث عالم صفات باری اور حشر اجساد کے مسائل جن کا فلاسفۂ یونان نے انکار کیا ہے اور یہی مسائل قابل تردید ہیں، لیکن امام رازی کی حیثیت اس معاملہ میں امام غزالی بلکہ فلسفہ کے دوسرے معترضین سے بالکل مختلف تھی، امام صاحب سے پہلے صرف دو گروہ تھے، ایک گروہ تو حکمائے قدیم کے جادہ سے سر مُو تجاوز کرنا پسند نہیں کرتا تھا اور ہر مسئلہ میں ان کی موافقت کرتا تھا، دوسرا گروہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر مسئلہ میں ان پر جا و بیجا اعتراضات کرتا تھا، اس لیے اس بات کی ضرورت تھی کہ فلسفہ کی موافقت اور ہر مخالفت میں جو کچھ لکھا گیا ہے، ان سب کو یکجا جمع کیا جائے اور ان پر مجتہدانہ نظر ڈالی جائے اس کے بعد جو مسائل صحیح ہوں ان کی تائید کی جائے اور جو مسائل قابل اعتراض ہوں ان کی تردید کی جائے، اور امام صاحب نے یہی خدمت انجام دی، اس لئے ان کو امام غزالی سے بہت زیادہ وسعت نظر سے کام لینا پڑا، امام غزالی کی کتاب تہافتہ الفلاسفہ جیسا کہ شہرزوری نے تاریخ الحکماء میں لکھا ہے کہ یحیٰی نحوی کی کتابوں سے ماخوذ تھی اور یحیٰی نحوی نے مذہبی حیثیت سے صرف عیسائیوں کے خوش کرنے کے لئے ارسطو وغیرہ کے فلسفہ کی تردید کی تھی اور غالباً اسی قسم کے مسائل انتخاب کئے ہوں گے۔ جو مذہب سے تعلق رکھتے ہوں گے یا یہ کہ فلسفہ کی وقعت کم کرنے کے لئے فلسفہ کے تمام مسائل پر ہر قسم کے اعتراضات کئے ہوں گے بہرحال امام صاحب سے پہلے صرف دو ہی قسم کے لوگ تھے۔

لیکن امام صاحب نے ان دونوں کے درمیان ایک معتدل روش اختیار کی، اور فلسفہ کے جو مسائل قابل تائید تھے، ان کی تائید کی اور جو مسائل قابل تردید تھے، ان کی تردید کی، چنانچہ مباحث مشرقیہ کے دیباچہ میں لکھتے ہیں، کہ

"حکمائے قدیم کی کتابوں کو پڑھ کر ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہر بات کا جو مغز ہو اس کو حاصل کرلیں اور اس کو نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کر دیں جس میں نہ بہت زیادہ طوالت ہو اور نہ بہت زیادہ اختصار کہ اس سے پیچیدگی پیدا ہو جائے اور اس کی ترتیب یہ ہو کہ پہلے تمام مطالب کو ایک دوسرے سے جدا کر دیں، پھر اس کے بعد یا تو ان کو مضبوط کریں یا ان کی تردید کریں پھر شکوک و شبہات کی باری آئے اس کے بعد اگر ہم کو قدرت حاصل ہو تو ان شکوک و شبہات کو حل کریں، لیکن ان باتوں کے درمیان بعض اوقات ایسی باتیں پیش آجائیں گی جو مشہور کے مخالف ہوں گی، اور ان سے جمہور کے کلام کی تردید ہو گی جو لوگ تمام مسائل میں حکمائے قدیم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی موافقت پر اعتقاد رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ حکمائے قدیم بھی بعض موقعوں پر اپنے قدمار کی مخالفت کرتے تھے، ان کے کلام پر ان کے اعتراضات تھے۔ اور اس کا اظہار صراحتہً نہ کہ تعریضاً کرتے تھے اس لیے اگر ردّ و قدح کی یہ روش پسندیدہ نہیں تو حکمائے قدیم پر بھی یہی الزام عائد ہوتا ہے کہ اگر یہ روش پسندیدہ ہے، اور اس مقلد کے خیال میں ہم کو حکمائے قدیم کے نقشِ قدم پر چلنا چاہیے، تو یہ دشوار گزار راستہ جس سے گذرنے کے لئے بعض مقبول اور مشہور چیزوں کا چھوڑنا ضروری ہے سیدھا راستہ ہے اس لئے وہ حکمائے قدیم کی پیروی کا جو فتویٰ دے رہے ہیں، اس سے یہ لازم آتا ہے کہ ہم ان کی تقلید کو چھوڑ دیں اب جس طرح تم کو اس گروہ کی باتوں کا تناقض معلوم ہوگیا، اسی طرح ان لوگوں کے طریقے کی خرابی بھی معلوم ہونی چاہیے جنہوں نے بڑے بڑے علمار و حکما پر جا بجا ردّ و قدح کرنے کو اپنا مطمحِ نظر بنالیا ہے اور ان کا خیال ہے کہ چونکہ انہوں نے اس طریقہ سے اپنے آپ کو ان حکمار و علمار کا حریفِ مقابل بنالیا ہے اس لئے وہ بھی اُن کے زمرے میں شامل ہو گئے ہیں لیکن اس سے صرف ان کی بلادت غباوت اور جہالت کا اظہار ہوتا ہے اس لئے جب ہم کو معلوم ہوا کہ یہ دونوں گروہ سیدھے راستے سے ہٹ گئے ہیں، اور افراط و تفریط دونوں بُری چیزیں ہیں، تو ہم نے ان دونوں کے درمیان اعتدال کی روش اختیار کی، اور دونوں اقوال میں سے بہترین قول کو اختیار کر لیا، اور یہ معتدل روش ہے حکمار کے جو مباحث و مسائل ہم تک پہنچے ہیں، ان کے ثابت کرنے میں ہم پہلے انتہائی کوشش صرف کریں گے۔ اور اگر ہم ان کی تلخیص اور اُن کے وجہ اثبات کے اظہار سے قاصر رہے، تو اعتراضات کے وجوہ کی طرف اشارہ کریں گے۔ پھر ان کے مجمل کی تاویل اور ان کے مفصل کی تلخیص کی جو ان کی متفرق کتابوں میں مذکور ہیں کوشش کریں گے، پھر اس کے بعد ہم ان کے ساتھ ایسے اصول

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شامل کریں گے، جن کی تحریر، تقریر، تحصیل اور تفصیل کی توفیق خدا نے صرف ہمیں کو دی ہے، قدما کو اُن کی بالکل خبر نہ تھی، اس لئے ہماری یہ کتاب ان تمام مباحث پر مشتمل ہوگی، جو اس کے علاوہ اسی قسم کی اور کتابوں میں مذکور ہیں لیکن اسی کے ساتھ اس میں اور بہت سے کلی اصول تحقیقی قواعد، علمی نکتے اور سوالات و جوابات کا اضافہ بھی ہوگا، اور ہمارے اس بیان پر اعتراف صرف وہی شخص کر سکے گا، جو عقلا کے اکثر مباحث اور علما کی کتابوں کے مضمون سے پوری طور پر واقف ہوگا، اور اس طریقہ سے قدیم و جدید میں امتیاز کر سکے گا۔"

اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ

۱۔ امام صاحب سے پہلے فلسفہ و حکمت کے متعلق قدمار نے جو کچھ لکھا تھا، امام صاحب نے اس میں سے منتخب باتیں لے لیں، لیکن قدمار کی تصنیفات اور ان کی معلومات سے واقف ہونے کے لئے نہایت وسعتِ نظر کی ضرورت تھی اور امام صاحب سے پہلے اور امام صاحب کے بعد اس معاملے میں ان کا کوئی دوسرا ہمسفر نہیں پیدا ہوا، شہرزوری نے تاریخ الحکمار میں لکھا ہے کہ عمر بھر ان کا صرف یہی کام رہا کہ وہ لوگوں کے اقوال کو جمع کرتے تھے، پھر کبھی ان کی تہذیب کرتے تھے، کبھی توضیح، کبھی اختصار، کبھی بسط و تفصیل، کبھی عبارت کے ذریعہ سے ان میں تصرف کرتے تھے، اور کبھی ایک ورق سے دوسرے ورق میں اور ایک مسودہ سے دوسرے مسودہ میں اُن میں تغیر کرتے رہتے تھے" اس طرزِ تحریر نے اگرچہ ان کی تصنیفات میں یہ عیب پیدا کر دیا ہے کہ وہ ہر قسم کے رطب و یابس اور تکرارات کا مجموعہ ہو گئی ہیں اور وہ اپنی تصنیفات میں تھوڑے سے تغیر اور حذف و اضافہ کے بعد صرف ایک ہی بات کو بار بار کہتے ہیں، اور انہی کو دہراتے ہیں تاہم ان کی تصنیفات کو پڑھ کر ہر شخص کو ان کی وسعتِ نظر کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔

۲۔ امام صاحب سے پہلے فلسفہ و حکمت کی بعض کتابوں میں حد سے زیادہ طوالت، بعض .... میں حد سے زیادہ اختصار پایا جاتا تھا، جس سے معانی و مطالب میں نہایت پیچیدگی پیدا ہو جاتی تھی، لیکن امام صاحب نے ان دونوں طریقوں کو چھوڑ کر ایک درمیانی راستہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختیار کیا جس سے معانی و مطالب کی وضاحت مقصود تھی، اور ان کے اس طرز تحریر نے فلسفہ کو نہایت سہل اور آسان بنا دیا۔

۳۔ امام صاحب سے پہلے فلسفہ کے مسائل باہم مخلوط تھے لیکن امام صاحب نے ہر مسئلہ کو ایک دوسرے سے الگ کر کے ان کو ایک خاص ترتیب کے ساتھ مرتب کیا۔

۴۔ ان تمام مراتب کے بعد یا تو ان مسائل کی تائید یا ان کی تردید کی، اگرچہ یہ ایک غیر جانب دارانہ اور منصفانہ طریقہ تھا تاہم اس طرز تحریر نے ان کو فقہاء و محدثین، اور فلاسفہ سب کی نگاہ میں مبغوض بنا دیا، فقہاء و محدثین کو تو ان پر یہ اعتراض ہے کہ وہ مخالفین کے شبہات کو تو نہایت قوت کے ساتھ بیان کرتے ہیں، لیکن ان کے جوابات میں کوتاہی کرتے ہیں انہوں نے اپنی کتاب نہایۃ العقول میں خود تصریح کی ہے کہ وہ فریق مخالف کے مذہب کو اس قوت کے ساتھ ثابت کریں گے کہ اگر وہ فریق خود ثابت کرنا چاہتا تو اس سے زیادہ قوت کے ساتھ نہ کر سکتا، اور فلاسفہ کو یہ اعتراض ہے کہ انھوں نے بغیر سوچے سمجھے حکمائے قدیم پر اعتراضات کئے ہیں۔

۵۔ اس تائید و تردید کے سلسلے میں امام صاحب کو بعض ایسی باتیں کہنی پڑیں، جو مشہور اور مذہب جمہور کے مخالف تھیں۔

غرض امام صاحب کا طرز یہ ہے کہ وہ ہر مسئلہ پر مخالف و موافق دونوں قسم کے دلائل کا ڈھیر لگا دیتے ہیں۔ اور ساتھ ساتھ ان دلائل پر تنقید بھی کرتے جاتے ہیں فلسفہ کے تمام مسائل پر وہ اسی طرح بحث کرتے ہیں اور اس میں اس بات کی تفریق نہیں کرتے، کہ کون سے مسائل مذہب کے مخالف ہیں اور کون سے مسائل مذہب کے موافق ہیں، امام صاحب سے پہلے مسلمانوں میں جو حکماء و فلاسفہ گذرے ہیں، یعنی یعقوب کندی، فارابی، شیخ بوعلی سینا، وہ اگرچہ خود ارسطو اور افلاطون کے ہم پایہ تھے، لیکن ان میں کسی نے بھی فلسفہ کے مسائل پر چون و چرا نہیں کی تھی، متکلمین نے بے شبہہ مذہبی خیال کی بنا پر فلسفہ کے چند مسائل سے اختلاف کیا تھا لیکن ان لوگوں کو صرف ان مسائل سے اختلاف تھا، جو مذہب اسلام کے مخالف تھے، یہ طرز بالکل نہ تھا کہ عام طور پر یونانی فلسفہ کے مسائل لئے جائیں اور ساتھ ساتھ اُن پر تنقید بھی ہوتی جائے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام صاحب سے پہلے امام غزالی نے فلسفہ کے چند مسائل پر تنقید کی تھی پھر شیخ الاشراق اور ابوالبرکات بغدادی نے فلسفہ ارسطو کے مسائل پر اعتراضات کیے تھے، لیکن ان بزرگوں کی کوششیں محدود تھیں، امام رازی پہلے شخص ہیں، جس نے اس طرز میں وسعت پیدا کی، اور فلسفہ نے ہر قسم کے مسائل پر خواہ وہ مذہب کے موافق ہوں یا مخالف، عام طور پر اعتراض کیا، اور اس کے بعد ایک عام شاہراہ قائم ہوگئی۔ اور متاخرین نے اس طرز پر فلسفیانہ کتابیں لکھیں۔

امام صاحب کے سامنے فلسفہ کا جو ذخیرہ تھا، وہ مختلف خیالات و نظریات کا مجموعہ تھا اس مجموعہ میں کچھ مسائل تو وہ تھے، جن کو خود یونانیوں نے ایجاد کیا تھا، اور متکلمین کو صرف انہی مسائل سے بحث تھی، لیکن حکمائے اسلام نے اسلامی عقائد کو پیش نظر رکھ کر اس میں اور بہت سے مسائل کا اضافہ کر دیا تھا، مثلاً نبوت، سحر، معجزہ، کرامت، وحی والہام اور رویا وغیرہ کے متعلق فلسفہ کی کتابوں میں جو بحثیں ہیں، وہ تمام تر حکمائے اسلام کی ایجاد ہیں فلاسفہ یونان نے ان مسائل پر کچھ نہیں لکھا تھا، حکمائے اسلام میں اس قسم کے مسائل پر سب سے جامع اور اچھوتی بحث شیخ بوعلی سینا نے کی تھی چنانچہ اس نے اشارات کے نمط تاسع میں مقامات عارفین پر جو کچھ لکھا ہے اس کے متعلق خود امام صاحب لکھتے ہیں کہ

"اس کتاب کا یہ بیان سب سے زیادہ اہم ہے، کیونکہ شیخ نے صوفیہ کے علوم کو اس انداز سے مرتب کیا ہے کہ اس سے پہلے اور اس کے بعد کسی نے ان کو اس انداز سے مرتب نہیں کیا تھا"

لیکن باوجود اس اعتراف کے امام صاحب کے نزدیک فلسفیانہ کتابوں میں ان مسائل کو فلسفیانہ اصول کے مطابق ثابت کرنا چاہیے، لیکن حکمائے اسلام نے ان کو ان اصولوں کے مطابق ثابت نہیں کیا ہے، چنانچہ شیخ نے اشارات میں نبوت، معجزات، خیر و شر کے مسائل پر جو بحث کی ہے وہ امام صاحب کے نزدیک فلسفیانہ اصول پر مبنی نہیں ہے بہرحال امام صاحب نے فلسفیانہ مسائل کی تردید میں اس کی کوئی تفریق نہیں کی ہے کہ وہ مذہب کے موافق ہیں یا مخالف؟

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلکہ وہ فلسفہ کے تمام مسائل پر فلسفیانہ اصول کے مطابق گفتگو کرتے ہیں۔ اس لئے وہ اس حیثیت سے تمام متکلمین سے مختلف و ممتاز ہیں۔ البتہ انہوں نے فلسفیانہ مسائل پر جو ردّ و قدح کی ہے، ان کے پیش نظر رکھنے کے بعد انسان کو یہ محسوس ہونے لگتا ہے کہ فلسفہ بلکہ علم کلام بھی کوئی تشفی بخش چیز نہیں ہے اس لئے اس کے دل سے فلسفہ اور علم کلام دونوں کی عظمت کا اثر بالکل زائل ہو جاتا ہے اور وہ ایک ایسے علم کی جستجو میں مصروف ہو جاتا ہے جو نکتہ چینی سے بالاتر ہو اور یہ چیز امام صاحب کے نزدیک صرف قرآن ہے چنانچہ خود اپنے وصیت نامہ میں لکھتے ہیں کہ۔

"میں نے فلسفہ اور علم کلام دونوں کے طرز و روش کی جانچ کی تو ان میں وہ فائدہ نہیں دیکھا، جو اس فائدے کے برابر ہو جس کو میں نے قرآن میں پایا، کیونکہ وہ تمام عظمت و جلال کو صرف خدا کے لئے تسلیم کرواتا ہے۔ اور اعتراضات و مناقضات میں تعمق کرنے سے روکتا ہے"

فلسفیانہ مسائل پر ردّ و قدح کا آغاز اگرچہ دور عباسیہ ہی میں ہو چکا تھا، لیکن امام صاحب نے اس کو انجام تک پہنچایا، اس لئے جو لوگ فلسفہ کے حامی تھے انہوں نے خاص طور پر امام صاحب کی مخالفت کی اور ان کے اعتراضات کے جوابات دیئے، فلسفہ و حکمت کی دو قسمیں تھیں، ایک حکمتِ ذوقیہ (فلسفہ اشراق) جس کا موجد افلاطون تھا، دوسری حکمتِ نظریہ جو ارسطو کی طرف منسوب تھی، مسلمانوں میں اگرچہ عام طور پر حکمت نظری یعنی ارسطو کے فلسفہ کی اشاعت ہوئی اور امام صاحب نے اسی فلسفہ کو اپنے اعتراضات کا آماجگاہ بنایا، تاہم شیخ الاشراق کی وجہ سے بعض مسلمان فلسفیوں میں حکمتِ ذوقیہ کا ذوق بھی پیدا ہو چکا تھا۔ اس لئے ان لوگوں کو فلسفہ کی یہ بے وقعتی گوارا نہیں ہوئی اور انہوں نے امام صاحب کے اعتراضات کو اسی ذوق کی ناآشنائی کا نتیجہ قرار دیا اور امام صاحب کی اس فلسفیانہ روش کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا چنانچہ شہرزوری نے جو حکمتِ ذوقیہ کا ذوق شناس اور شیخ الاشراق کا نہایت مداح ہے۔ امام صاحب پر نہایت سخت الفاظ میں نکتہ چینی کی اور امام صاحب کی مجادلانہ و مناظرانہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قوت کی مدح وستائش کرنے کے بعد لکھا کہ

"باایں ہمہ فضل وکمال حکما محققین کے زمرے میں ان کا شمار نہیں کیا جاسکتا۔ اور دقیق النظر لوگوں کی صف اول میں ان کا نام نہیں لیا جاسکتا انہوں نے حکماء پر بکثرت شکوک وشبہات وارد کیے لیکن ان کو حل نہ کرسکے۔ اور ان شبہات کے حل نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے حکمائے قدیم کے مقاصد نہیں سمجھے اور بحث کی بنیاد صرف مشائین کے قواعد پر رکھی جو حکمائے کشف وذوق کے نزدیک خود نہایت بے بنیاد تھے ورنہ اگر انسان کو ذوق کے ذریعہ سے اصول صحیح کا علم ہوجائے۔ تو اس کو ان کے حل کا طریقہ تھوڑی سی کوشش میں معلوم ہوجائے،

اس قسم کے شبہات صرف ان عالی اور گرد آلود نفوس میں پیدا ہوسکتے ہیں جو فیض قدسی اور نزول انوار الٰہی کے لئے تیار نہیں ہیں"

اسی طرح دور تک امام صاحب کی نسبت نہایت سخت الفاظ استعمال کرتا گیا ہے تاہم امام صاحب کے تبحر علمی، ذہانت اور اجتہادی قوت کا اعتراف کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ

"اگرچہ امام رازی حکمت کے حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے تاہم ان میں حکمت کی بڑی استعداد موجود تھی، اور حکماء کے کلام سے فوائد اور لطائف کے نکالنے کی ان کے نفس میں بہت زیادہ قوت تھی لیکن ان میں عیب یہ ہے۔ کہ وہ تجرد وسلوک سے بالکل ناآشنا تھے اس لئے وہ فراغت قلب نہ حاصل کرسکے اور یہ چیز صرف اسی سے حاصل ہوتی ہے، اس لئے وہ حکماء کے مقامات تک ترقی نہ کرسکے اور ان کے رموز واسرار سے واقف نہ ہوسکے ان کے بعض شبہات صحیح بھی ہیں لیکن اخیر میں وہ ان کی طرف اشارہ کرنے سے عاجز ہوگئے کیونکہ ان کے پاس وہ اصل نہ تھی جس پر وہ اپنی بحث کی بنیاد رکھتے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس میں شبہ نہیں کہ امام صاحب نے حکمتِ ذوقیہ کی تحصیل نہیں کی اور اس کے لئے کبھی ریاضت و مجاہدہ کی زحمت نہیں اٹھائی۔ اس وقت مسلمانوں میں عام طور پر فلسفۂ مشائیہ کا رواج تھا، اور امام صاحب نے اسی فلسفہ کی تعلیم پائی تھی اور اس فلسفہ کے مسائل کو رد و قدح کے لئے سامنے رکھا تھا لیکن اس فلسفہ کی نسبت خود شہرزوری کو تسلیم ہے کہ اس کی بنیاد مضبوط نہیں ہے لیکن بدقسمتی سے مسلمانوں کا ایک گروہ اسی فلسفہ کا گرویدہ تھا۔ اس لئے امام صاحب نے اسی بے بنیاد فلسفہ کی بنیاد کو اور بھی کھوکھلا کیا اس لئے فلسفہ کی تردید سے ان کا جو مقصد تھا، حاصل ہو گیا۔

حکمتِ بحثیہ، یعنی فلسفہ مشائیہ کے حامیوں نے بھی امام صاحب کی فلسفیانہ تصنیفات کی تردید میں کتابیں لکھیں، اور ان کے اعتراضات کے جوابات دیئے، چنانچہ سب سے پہلے سیف الدین آمدی نے امام صاحب کی شرح اشارات کی تردید میں ایک کتاب لکھی اس کے بعد محقق طوسی نے بذاتِ خود اشارات کی شرح لکھی اور اس میں امام صاحب کے اعتراضات کے جوابات دیئے پھر قطب الدین رازی نے محاکمات کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں امام صاحب کے اعتراضات اور محقق طوسی کے جوابات کے درمیان محاکمہ کیا۔ اور بدرالدین محمد بن اسعد یمانی نے بھی اس موضوع پر ایک کتاب لکھی غرض امام صاحب کے زمانے سے فلسفیانہ ہنگامہ آرائی کا ایک نیا دور شروع ہوا اور فلسفیانہ مسائل کے ساتھ لوگوں کو جو عام دلچسپی پیدا ہوئی وہ اسی زمانہ سے ہوئی اور فلسفیانہ مسائل کی بحث و تنقید کا کوئی پہلو تشنہ نہ رہ سکا۔ اس بنار پر فلسفہ کا جو ذوق آج تک محدود رہے وہ درحقیقت امام صاحب ہی کا پیدا کیا ہوا ہے، امام غزالی کے زمانہ تک فقہا و محدثین . . . . فلسفہ و منطق سے بالکل ناآشنا تھے، امام غزالی نے اس بیگانگی کو دور کیا، اور امام صاحب نے اپنے زورِ تحریر اور دلائل کی قوت سے اس کو فقہا و محدثین کا دلچسپ ترین مشغلہ بنا دیا۔

یہی وجہ ہے کہ امام صاحب کے زمانہ سے لوگوں نے قدمار کی کتابیں چھوڑ دیں، اور امام صاحب کی تصنیفات میں مشغول ہو گئے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام صاحب نے فلسفہ پر جو اعتراضات کئے ہیں محقق طوسی نے ان کے جوابات دیئے ہیں اور قطب الدین رازی نے اُن کے درمیان جو محاکمہ کیا ہے اس موقع پر مناسب تو یہ تھا کہ ان سب کو نقل کر کے اُن کے درمیان موازنہ کیا جاتا لیکن یہ اعتراضات و جوابات نہایت دقیق ہیں اور ان کے موازنہ کے لئے طویل الذیل بحث کی ضرورت ہوگی جس سے اس کتاب کے ناظرین کو کوئی دلچسپی نہ ہوگی، اس لئے ہم انکو نظر انداز کرتے ہیں۔

منطق

حکمائے قدیم کے یہاں علم منطق علوم آلیہ کی حیثیت رکھتا ہے یعنی وہ خود مقصود بالذات علم نہ تھا، بلکہ وہ علوم حکمیہ کے حاصل کرنے کا ذریعہ تھا لیکن متاخرین حکمائے اسلام نے اس میں جو تغیرات کئے ان کی وجہ سے وہ ایک مستقل علم بنا دیا گیا اور سب سے پہلے امام صاحب نے اس کو ایک مستقل بنا دیا۔

چنانچہ علامہ ابن خلدون مقدمۂ تاریخ میں لکھتے ہیں۔

ثم تکلم فیما وضعوہ من ذالک کلاماً مستبحراً ونظروا فیہ من انہ فن برأسہ لا من حیث انہ آلۃ للعلوم فطال الکلام فیہ واتسع و اول من فعل ذلک الامام فخر الدین الخطیب ومن بعدہ افضل الدین الخونجی	پھر متاخرین نے منطق کی جو شکل قائم کی، اس میں بڑے وسیع پیمانہ پر کلام کیا اور اس کو اس حقیقت سے دیکھا کہ وہ ایک مستقل فن ہے اب اس میں بڑی لمبی چوڑی بحث پیدا ہو گئی۔ اور سب سے پہلے ایسا امام رازی نے کیا اور ان کے بعد افضل الدین الخونجی نے۔

اس بنا پر منطق کی جو موجودہ شکل ہے اس کو سب سے پہلے امام صاحب ہی نے قائم کیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہرحال فلسفہ و منطق کی جو موجودہ شکل ہے وہ امام صاحب کی قائم کی ہوئی ہے اور یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ امام صاحب کا کارنامہ صرف یہ ہے کہ انہوں نے فلسفہ کی شکل کو ہر ممکن طریقہ سے بگاڑا ہے بلکہ ان کا اصلی کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے جہاں تک ممکن ہو سکا ہے فلسفہ کی تائید کی ہے۔

لیکن اس کے ساتھ وہ حکمائے قدیم کے بالکل مقلد بھی نہ تھے، اس لئے تائید کے ساتھ فلسفہ کی تردید بھی کی ہے۔

چنانچہ جو شخص ان کی کتاب مباحث مشرقیہ کو پڑھے گا اس کو صاف نظر آئے گا کہ انہوں نے سب سے پہلے فلسفہ کی دیوار کو جہاں تک ممکن ہو سکا ہے مضبوط بنیاد پر قائم کیا ہے، اس کے بعد اس کے انہدام کی کوشش کی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیف الدین آمدی

ولادت ۵۵۲ھ وفات ۶۳۱ھ

ابو الحسن کنیت، سیف الدین لقب اور علی نام تھا، پورا سلسلۂ نسب یہ ہے علی بن ابی علی بن محمد بن سالم التغلبی اوائل ۵۵۱ھ میں شہر آمد میں پیدا ہوئے۔ اور وہیں ان کی تعلیم و تربیت شروع ہوئی۔ پہلے قرآن مجید پڑھا اور چونکہ ابتداء میں حنبلی مذہب رکھتے تھے اس لئے حنبلی مذہب کی ایک کتاب حفظ کی اس کے بعد بغداد میں آئے اور فقہ کی تعلیم ابو الفتح نصر بن فتیان بن المنی حنبلی سے حاصل کی اور حدیث ابو الفتح بن شاتیل سے پڑھی لیکن ایک زمانے تک حنبلی مذہب کے پیرو رہنے کے بعد شافعی مذہب اختیار کر لیا اور شیخ ابو القاسم بن فضلان کے شاگرد ہو گئے اور علم خلاف میں کمال حاصل کیا اس قدر عام طور پر مسلم ہے کہ فقہ اور حدیث کے ساتھ انہوں نے اصول فقہ علم کلام فلسفہ اور تمام عقلی علوم کی بھی تعلیم حاصل کی تھی لیکن ابن خلکان کے بیان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انہوں نے بغداد سے نکل کر شام میں عقلی علوم کی تعلیم حاصل کی اور ان میں اس قدر کمال پیدا کیا کہ ان کے زمانہ میں ان علوم میں ان کا کوئی ہمسر نہ تھا، لیکن جمال الدین قفطی نے لکھا ہے کہ انہوں نے خود بغداد ہی میں کرخ کے یہود و نصاریٰ کی ایک جماعت سے علوم عقلیہ کی تعلیم حاصل کی اور ان علوم کی علانیہ حمایت کی۔ اس پر فقہاء برہم ہو گئے اور ان پر بدعقیدگی کا الزام لگایا۔ اس لئے وہ عراق سے نکل کر ذی قعدہ ۵۹۲ھ میں مصر چلے آئے۔ اور مدرسہ منازل العزیز جس کے مدرس شہاب طوسی تھے قیام کر کے وہاں کے علماء سے مناظرے کئے۔ اور اپنی فلسفیانہ تصنیفات کا درس دینے لگے اور انہوں نے علم کلام اور اصول فقہ میں جو کتابیں لکھی تھیں لوگوں نے ان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ان کو پڑھا، ابن خلکان نے لکھا ہے کہ قرافہ صغریٰ میں امام شافعی رضی اللہ عنہ کی قبر کے پاس جو مدرسہ ہے اس میں معید یعنی نائب مدرس مقرر ہو گئے، اور قاہرہ میں جامع ظافری کے صدر مدرس بھی مقرر ہوئے اور ان کے تلامذہ کی ایک جماعت تیار ہو گئی اور اب ان کے علم و فضل کی غیر معمولی شہرت نے فقہا کی ایک جماعت کے دل میں رشک و حسد کا جذبہ پیدا کر دیا۔ اور انہوں نے ان پر بدعقیدگی بیدینی اور فلسفہ پرستی کا الزام لگایا اور ایک محضر اس مضمون کا لکھا کہ اس قسم کا شخص واجب القتل ہے اور ستم ظریفی یہ کی کہ دستخط کرنے کے لئے اس محضر کو خود ان کے پاس بھیج دیا۔ اس پر انہوں نے یہ شعر لکھ دیا۔

حسد الفتی اذ لم ینالوا سعیہ   فالقوم اعداء لہ وخصوم

"جب لوگ ایک شخص کے درجے کو نہ پہنچ سکے اس پر حسد کرنے لگے اور اس کے دشمن بن گئے"، اور حاسدوں کی متفقہ یورش سے تنگ آکر مصر سے چھپ کر نکلے، اور شام میں چلے آئے اور حماۃ میں قیام کیا، اس وقت حماۃ کا فرمانروا ناصر الدین ابو المعالی محمد بن الملک المظفر تقی الدین عمر بن شاہنشاہ ابن ایوب تھا۔ اس نے ان کی قدر دانی کی اور معقول وظیفہ مقرر کر کے ان کو مقربین خاص میں داخل کر لیا۔ اور وہ اطمینان کے ساتھ تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے لیکن ۶۱۷ھ میں جب اس کا انتقال ہو گیا تو دمشق میں چلے آئے۔ اور ملک المعظم شرف الدین عیسیٰ بن الملک العادل ابی بکر ابن ایوب نے ان کی قدر دانی کی اور درس و تدریس کی خدمت ان سے متعلق کی اور وہ مدرسہ عزیزیہ میں درس دینے لگے، علامہ ابن ابی اصیبعہ نے لکھا ہے کہ وہ اس زمانہ میں علوم حکمیہ کا درس بہت کم دیتے تھے۔ غالباً فلسفہ دانی کی وجہ سے ان پر بیدینی اور بدعقیدگی کے جو الزامات عراق و مصر میں لگائے گئے تھے ان کی بنا پر یہ احتیار کی ہو گی، بہرحال ۶۳۱ھ تک وہ دمشق میں نہایت کامیابی کے ساتھ درس دیتے رہے علامہ ابن ابی اصیبعہ نے لکھا ہے کہ جب وہ درس دینے کے لئے بیٹھتے تھے تو لوگ ان کے حسن تقریر پر تعجب کرتے تھے ان میں اور میرے باپ میں بڑی دوستی تھی۔ میں پہلی بار اپنے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باپ کے ساتھ ان سے ملا تو انہوں نے کہا کہ میں نے باپ بیٹے کو دونوں سے زیادہ ہم شکل نہیں دیکھا، ان ہی دوستانہ تعلقات کی بنا پر میں نے خود ان سے ان کی کتاب رموز الکنوز پڑھی۔ لیکن ۶۳۱ھ میں ملک الکامل نے آمد پر قبضہ کیا تو اس کو معلوم ہوا کہ اس سے پہلے وہاں کا بادشاہ علامہ سیف الدین آمدی سے مخفی طور پر خط و کتابت کر کے ان کو آمد میں بلانا اور وہاں کا قاضی بنانا چاہتا تھا۔ اس لئے مدرسہ سے الگ کر دیئے گئے اور مدرسہ سے الگ ہونے کے بعد خانہ نشین ہو گئے اور اسی حالت میں انہوں نے ایک مہینے کے بعد ۴ صفر ۶۳۱ھ کو وفات پائی اور جبل قاسیون کے دامن میں دفن کئے گئے۔

علامہ سیف الدین آمدی نے علم کلام، فلسفہ، منطق، اصول فقہ، اور علم خلاف میں تقریباً بیس کتابیں تصنیف کیں جو سب کی سب نہایت مفید ہیں ان کتابوں کے نام یہ ہیں۔

۱۔ کتاب الباہر فی علم الاوائل	فلسفہ و حکمت میں ہے، اور پانچ جلدوں میں ہے
۲۔ کتاب الحقائق فی علم الاوائل	فلسفہ و حکمت میں ہے اور ۳ جلدوں میں ہے، ابن خلکان میں اس کا نام دقائق الحقائق لکھا ہے
۳۔ کشف التمویہات فی شرح التنبیہات	غالباً شیخ کی اشارات کی شرح ہے، اور اس میں ان اعتراضات کی تردید کی ہے جو امام رازی نے شیخ پر کئے ہیں، جمال الدین قفطی نے اخبار الحکماء میں اس کا نام نہیں بتایا ہے، لیکن لکھا ہے کہ ایک جلد میں انہوں نے امام رازی کی شرح اشارات پر گرفت کی ہے۔
۴۔ ابکار الافکار	علم کلام میں ہے، اور چار چار جلدوں میں ہے۔
۵۔ نتائج القرائح و رموز الکنوز	یہ دونوں کتابیں ابکار الافکار کا خلاصہ اور اختصار ہیں
۶۔ غایۃ المرام فی علم الکلام	علم کلام میں ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۷۔ لباب الالباب	معلوم نہیں کس فن میں ہے۔
۸۔ غایۃ الامل فی علم الجدل	علم جدل میں ہے۔
۹۔ شرح کتاب شہاب الدین المعروف بالشریف المراغی فی الجدل	
۱۰۔ منتہی السالک فی رتبۃ المسالک	معلوم نہیں کس فن میں ہے۔
۱۱۔ کتاب المبین فی معانی الفاظ الحکماء والمتکلمین	موضوع نام سے ظاہر ہے۔
۱۲۔	علم خلاف میں ہے۔
۱۳۔ کتاب الترجیحات فی الخلاف	علم خلاف میں ہے۔
۱۴۔ کتاب المواخذات فی الخلاف	علم خلاف میں ہے۔
۱۵۔ کتاب التعلیقۃ الصغیرۃ	معلوم نہیں کس فن میں ہے۔
۱۶۔ کتاب التعلیقۃ الکبیرۃ	" " " "
۱۷۔ عقیدۃ تسمی خلاصۃ الابریز	" " " "
۱۸۔ تذکرۃ الملک العزیز بن صلاح الدین	تذکرہ میں ہے۔
۱۹۔ کتاب منتہی السوول فی علم الاصول	اصول فقہ میں ہے۔
۲۰۔ الاحکام فی اصول الاحکام[۱]	

---

[۱] علامہ سیف الدین آمدی کے حالات طبقات الشافعیہ جلد ۵ ص ۱۲۹، ابن خلکان جلد اول ص ۳۳۰، طبقات الاطباء جلد دوم ص ۱۷۴، اخبار الحکماء قفطی ص ۱۶۰ سے ماخوذ ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ سیف الدین آمدی کی فلسفیانہ اور متکلمانہ تصنیفات کے متعلق علامہ شبلی نعمانی علیہ الرحمۃ علم الکلام میں لکھتے ہیں۔

"ان کی تصنیفات کثرت سے ہیں، فلسفیانہ تصنیفات میں اکثر جگہ ارسطو پر رد کرتے ہیں لیکن امام رازی کی طرح بے احتیاطی سے نہیں بلکہ خاص انہی باتوں کو لیتے ہیں۔ جو واقع میں اعتراض کے قابل ہیں علم کلام میں وہ اگرچہ اشاعرہ کے پیرو ہیں لیکن بعض بعض جگہ آزادی سے اُن پر نکتہ چینی بھی کرتے ہیں۔"

افسوس ہے کہ ان کی فلسفیانہ اور متکلمانہ تصنیفات موجود نہیں ہیں، اس لئے ہم مثالوں سے اس اجمال کی تفصیل نہیں کر سکتے اصولِ فقہ میں صرف ان کی ایک کتاب الاحکام فی اصول الاحکام چھپ گئی ہے۔ اور وہ ہمارے سامنے چار جلدوں میں موجود ہے۔ اور اس سے ان کی تجر علمی اور وسعت نظر کا اندازہ ہوتا ہے، بالکل امام رازی کا طرز تصنیف ہے، ہر بحث کو نہایت جامعیت و استقصار کے ساتھ مدلل طور پر لکھتے ہیں اور انداز بیان بھی صاف اور واضح ہوتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سدید الدین بن رقیقہ

۶۳۵ھ ۵۶۴ھ

وفات ولادت

ابوالثنا رکنیت سدید الدین لقب، اور محمود نام ہے لیکن ابن رقیقہ کے لقب سے مشہور ہیں ۵۶۴ھ میں شہر حسینی میں پیدا ہوئے اور ۶۳۵ھ میں وفات پائی۔

وہ اگرچہ زیادہ تر طبی خدمات میں مشغول رہے، لیکن ریاضیات کی ایک خاص عملی شاخ میں جس کو میکنکس کہتے ہیں، کمال پیدا کیا اور بہت سے نادر آلات بنائے۔

میکینکس کو عربی زبان میں علم الحرکات اور علم الحیل کہتے ہیں دولت عباسیہ میں جب یونانی تصنیفات کا ترجمہ ہوا تو اس فن کی متعدد کتابوں کا بھی ترجمہ کیا گیا۔ اور ان ترجموں سے واقف ہونے کے بعد خود مسلمانوں نے اس فن پر مستقل کتابیں لکھیں جن میں بنو موسیٰ کی کتاب الحیل سب سے زیادہ مشہور و مقبول ہوئی، لیکن سوال یہ ہے کہ خود مسلمانوں نے اس فن سے کچھ عملی کام لئے یا نہیں؟ مورخین یورپ کے بیانات کے مطابق جیسا کہ پروفیسر سیدیو نے جو فرانس کا مشہور مصنف ہے لکھا ہے کہ

"ہم کو اس بات کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں کہ مسلمانوں کے عہد میں میکینکس کا فن کمال کی کس حد تک پہنچ گیا تھا"

مسلمانوں نے اس فن کو درجہ کمال تک پہنچا دیا تھا۔ اور اس سے بہت سے عملی کام بھی لئے گئے، چنانچہ پروفیسر لیبان فرانسیسی نے لکھا ہے کہ

"عربوں کو میکینکس کی اور خصوصاً عملی میکینکس کی بہت واقفیت حاصل تھی، وہ آلات جو ان کے بنائے ہوئے آج بھی ہم کو مل سکتے ہیں۔ اور وہ واقعات جو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے متعلق قدیم مورخوں نے لکھے ہیں، ان سے عربوں کی لیاقت کا ایک بلند خیال پیدا ہوتا ہے، یہ امر یقینی ہے کہ عرب کے پاس پنڈلم (لنگر) والی گھڑیاں تھیں، جو پالی کی گھڑیوں سے بالکل مختلف تھیں، یہ بات ان بیانات سے جو چند مصنفوں نے لکھے ہیں ثابت ہوتی ہے۔ خصوصاً طالید بجمن صاحب کے بیان سے جو بارہویں صدی عیسوی میں فلسطین گیا تھا۔ اور جس نے دمشق کی مسجد کی گھڑی کا حال لکھا ہے۔

ان عجیب وغریب ایجادات وآلات میں سے دمشق کی جامع مسجد کی گھڑی کا ذکر علامہ ابن جبیر نے اپنے سفرنامہ میں بتفصیل لکھا ہے، اور خلیفہ مستنصر باللہ عباسی المتوفی ۶۴۰ھ نے بغداد میں مستنصریہ کے نام سے جو مدرسہ قائم کیا تھا۔ اور اس کے لئے جو عجیب وغریب گھڑی تیار کرائی تھی۔ اس کا حال بھی اسلامی تاریخوں میں مذکور ہے، سلطان عبدالمومن نے حضرت عثمانؓ کے لکھوائے ہوئے قرآن کے رکھنے کے لئے کل کا جو صندوق تیار کرایا تھا۔ اس کا ذکر بھی مقری نے نفح الطیب میں کیا ہے، اور ہم نے متعدد حکمائے اسلام کے حالات میں ان کے اس قسم کے کارناموں کا ذکر کیا ہے اور انہی میں سدیدالدین بن رقیقہ بھی ہیں، جن کے حالات میں علامہ ابن ابی اصیبعہ نے بتصریح لکھا ہے کہ

وکان قد اشتغل ایضاً	انہوں نے علم ہئیت کی تعلیم بھی
بعلم النجوم ونظر فی	حاصل کی تھی، اور حیل بنوموسیٰ کا مطالعہ
حیل بنی موسیٰ وعمل منها	کیا تھا، اور اس سے عجیب وغریب
اشیاء مستظرفة ۱؎	چیزیں بنائی تھیں۔

۱؎ طبقات الاطبا جلد دوم از صفحہ ۲۱۹ تا ۲۲۰۔ مضمون "میکینکس اور مسلمان" از علامہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مغلوں اور تاتاریوں کا دور

۶۵۶ھ سے ۹۲۳ھ تک

اس دور کی ابتدا ۶۵۶ھ سے اور اس کا اختتام ۹۲۳ھ پر ہوتا ہے ۶۵۶ھ میں ہلاکو خان نے بغداد کو تباہ کیا۔ اور اسی سال سے اس دور کا آغاز ہوا اس کے بعد سلطان سلیم نے ۹۲۳ھ میں مصر کو فتح کیا، اور اسی سنہ میں مغلوں کے ظالمانہ عہد حکومت کا خاتمہ ہوا، اور عثمانیوں کی حکومت شروع ہوئی، اس تمام مدت میں دنیائے اسلام کا اکثر حصہ مغلوں کے زیر اقتدار رہا، یا وہ تین حصوں میں منقسم ہو گیا۔ جس کے ایک حصے پر مغل ایک حصہ پر ترک اور ایک حصہ پر اہل عرب حکومت کرتے تھے۔ لیکن دنیائے اسلام کا زیادہ تر حصہ مغلوں اور ترکوں کے زیر اثر رہا۔ مغلوں کی سلطنت مشرق میں حدود ہند سے شروع ہو کر مغرب میں حدود شام تک پھیلی ہوئی تھی، ترک مشرق میں حدود شام سے مغرب میں مصر کے آخری حدود تک حکومت کرتے تھے۔ اور اہل عرب صرف یمن اور مغرب میں بحر اٹلانٹک تک کے فرمانروا تھے۔

مصر و شام ۶۴۸ھ سے ۹۲۳ھ تک سلاطین ممالیک کے زیر حکومت رہے اور یہ سب کے سب ترک اور چرکس تھے۔ ایشیائے کوچک پہلے سلجوقیوں کے قبضہ میں تھا، پھر عثمانیوں نے اس پر قبضہ کیا اور یہ دونوں بھی ترک تھے عراق و فارس پر پہلے سلطنت خانیہ کی حکومت تھی، پھر فارس تیموریوں کے زیر اقتدار آ گیا۔ اور یہ دونوں خاندان بھی مغل تھے۔ ترکستان اور افغانستان پہلے چغتائیہ خاندان کے زیر اقتدار تھے۔ پھر تیموریوں کے زیر اقتدار آئے اور یہ دونوں خاندان بھی مغل تھے ان سلطنتوں کے بیچ بیچ میں چند دنوں کے لئے ایرانیوں کے دو خاندان جلائریہ اور مظفریہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ترکوں کے دو خاندان قرا قیونلیہ اور آقا قیونلیہ بھی چند دنوں تک حکومت کرتے رہے، بہرحال اس تمام مدت میں عربی سلطنت مشرق میں یمن کے چھوٹے چھوٹے صوبوں یا ضلعوں مثلاً زبید، صنعار اور عدن تک اور مغرب میں ٹیونس، جزائر، مراکش اور غرناطہ تک محدود رہی جن میں بعض ملکوں پر عرب اور بعض پر بربر حکومت کرتے رہے اس کے بعد ۸۹۷ھ میں اسپین میں مسلمانوں کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

اس مدت میں عربی زبان اور اسلامی علوم و فنون کی تباہی و بربادی کی داستان نہایت عبرت انگیز ہے تاتاریوں نے تمام علماء و فضلاء کے بیدردانہ قتل کے ساتھ مشرق کے تمام اسلامی کتب خانے جلا ڈالے، بغداد میں ہلاکو خان نے اور بخارا میں چنگیز خان نے نہایت بیدردی کے ساتھ کتب خانے جلائے، اسی طرح مغرب میں اسپینیوں نے نہایت کثرت سے کتب خانے جلائے سب سے آخری کتب خانہ غرناطہ کا کتب خانہ تھا جس کی کتابوں کو نویں صدی کے اخیر میں جلایا گیا جن کی تعداد کم سے کم اسی ۸۰ ہزار تھی، اس کتب خانے کے علاوہ اسپینیوں نے شہر میں گشت کر کے وہ تمام کتابیں بھی جلا ڈالیں جو مسلمانوں کے یہاں ملیں اور مذہبی پیشواؤں کے علاوہ اور لوگوں کے لئے عربی زبان کا سیکھنا قانوناً بند کر دیا کتابوں کی اس بربادی کا احساس اس دور کے علماء کو شدت کے ساتھ تھا، چنانچہ اس دور سے پہلے ایک بار ایک بادشاہ نے صاحب بن عباد کو جو بہت بڑا ادیب تھا طلب کیا تو اس نے سفر کا عذر یہ کیا کہ "صرف لغت کی کتابوں کے ساتھ لانے میں ساٹھ اونٹوں کی ضرورت ہوگی" اس واقعہ کو لکھ کر علامہ سیوطی مزہر میں لکھتے ہیں، کہ تاتاریوں وغیرہ کی شورشوں میں یہ تمام کتابیں برباد ہو گئیں اور اب لغت میں قدماء متاخرین کی جو کتابیں موجود ہیں۔ وہ ایک اونٹ کا بار بھی نہیں ہو سکتیں" اب سوال یہ ہے۔ کہ ان ناموافق حالات میں عربی زبان اور عربی علوم و فنون کیوں کر باقی رہے؟ اور اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ یہ تمام سلطنتیں عربی نہ تھیں تاہم ان سب کی مذہبی اور سرکاری زبان عربی تھی، یہاں تک کہ مغلوں اور تاتاریوں کے زمانے میں بھی علمی حیثیت سے عربی ہی زبان کا رواج تھا، اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس دور کے علماء نے جو کتابیں تصنیف کیں، عربی ہی زبان میں کیں، لیکن اس دور میں عربی علوم و فنون کی اشاعت وحفاظت کے سب سے بڑے مرکز مصر وشام تھے، جو سلاطین مالیک اور سلاطین ایوبیہ کے قبضہ میں تھے اور ان کی سرکاری زبان عربی تھی۔ اس لئے تاتاری حملوں سے بچنے کے لئے جو علماء خراسان، فارس اور عراق سے بھاگ بھاگ کر آتے تھے۔ وہ انہی سلاطین کے ظلِ عاطفت میں مصر وشام میں پناہ لیتے تھے۔ اس لئے تاتاری دور کے تمام شعراء ادباء، اطباء اور دوسرے علوم و فنون کے علماء انہی دونوں ملکوں میں پیدا ہوئے، مصر وشام کی اس مرکزیت کا نتیجہ یہ ہوا کہ

۱۔ گذشتہ زمانوں میں علم وادب کے مرکز بغداد، بخارا، نیشاپور، رے، قرطبہ، اور اشبیلیہ وغیرہ تھے لیکن اس دور میں ان کی یہ مرکزیت مصر وشام کے مشہور شہروں مثلاً قاہرہ، اسکندریہ، سیوط، فیوم، دمشق، حمص، حلب اور حماۃ وغیرہ کی طرف منتقل ہو گئی۔

۲۔ اس لئے مصر وشام میں نہایت کثرت سے مدارس قائم ہوئے۔ جن میں بڑے بڑے مدارس قاہرہ اور دمشق میں تھے۔ اوّل اوّل شام میں سلطان نورالدین زنگی نے مدارس قائم کئے، اس کے بعد اور جو بادشاہ پیدا ہوئے۔ انہوں نے اس کی تقلید کی۔ ان میں بعض مدرسے تفسیر کے بعض حدیث کے بعض حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، فقہ کے اور بعض طب، فلسفہ اور ریاضی کے تھے، اور ان مدارس نے بڑے بڑے علماء پیدا کئے۔ اسی قسم کے بہت سے مدارس مصر میں بھی قائم ہوئے جن میں سب سے بڑا ادر سر ازہر تھا۔

۳۔ تاتاریوں کو اگرچہ اور تمام اسلامی علوم و فنون سے کوئی دلچسپی نہ تھی، تاہم طب اور ریاضی سے وہ بھی بے نیاز نہ تھے۔ طب کی ضرورت تو حفظانِ صحت کے لئے تھی اور سلطنت کے مالیات کے حساب وکتاب کے لئے ریاضی کے بغیر کام نہ چل سکتا تھا۔ اس لئے انہوں نے ان دونوں علوم کو قائم رکھا تھا۔ بلکہ ان کو بہت کچھ ترقی دی تھی۔ چنانچہ علامہ ابن قیم مذہبی غم وغصہ کے جذبات کے ساتھ اس خیال کو اس طرح ظاہر کرتے ہیں کہ ہولاکو نے خلیفہ، قضاۃ، فقہاء اور محدثین کو تو تہ تیغ کر دیا، لیکن فلاسفہ، منجمین، طبائعین اور جادوگروں کو باقی رکھا، اور مدارس، مساجد اور خانقاہوں سے کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوقاف ان کے سپرد کر دیئے اور ان کو اپنے خواص میں داخل کیا، اور ان کے خیال میں ہلاکو کے مقربان بارگاہ میں سب سے بڑا ملحد نصیر الدین طوسی تھا۔[1]

اس وقت ہم کو اس سے بحث نہیں کہ نصیر الدین طوسی ملحد تھا، یا نہیں ؟ تاہم اس میں شبہ نہیں کہ مغلوں کے دور میں علوم عقلیہ کی اشاعت اسی کے ذریعہ سے ہوئی، اس لئے ہم اس دور کی ابتدا اسی کے نام سے کرتے ہیں۔

نصیر الدّین طوسی

ولادت ۵۹۷ھ وفات ۶۷۲ھ

نام ونسب | ابو عبداللہ کنیت، محمد نام، اور نصیر الدین لقب ہے، باپ کا نام بھی محمد اور دادا کا نام حسن تھا۔

ولادت | ۵۹۷ھ میں بمقام طوس پیدا ہوا۔

وفات | اور ذیحجہ ۶۷۲ھ میں بغداد میں وفات پائی، اور مشہد کاظم میں دفن ہوا۔ جنازہ بڑی دھوم دھام سے اٹھایا گیا، جس میں تمام اکابر و اعیان نے شرکت کی۔

تعلیم وتربیت | شیخ کمال الدین ابن یونس موصلی اور معین الدین سالم بن بدران مصری معتزلی وغیرہ سے تعلیم و تربیت حاصل کی۔

اخلاق وعادات | باوجود علوے منزلت کے نہایت متواضع خاکسار اور حلیم تھا۔ ایک بار ایک شخص نے اس کی خدمت میں ایک درخواست پیش کی جس میں اس کو ان الفاظ میں مخاطب کیا۔

"اے کتے اور کتے کے بچے"

محقق طوسی نے اس کے جواب میں لکھا کہ

"اس کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ کتے کے چار پاؤں ہوتے ہیں وہ بھونکتا ہے۔

---

[1] شذرات الذہب جلد ۵ ص ۳۴۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اس کے ناخن لمبے ہوتے ہیں، لیکن میرا قد سیدھا ہے، چہرہ کھلا ہوا ہے، میرے ناخن چوڑے ہیں، میں بولتا ہوں، ہنستا ہوں اور یہ فصول وخواص کہتے کے فصول و خواص سے مختلف ہیں"

غرض اس نے جو کچھ لکھا تھا، اسی طرح نہایت حلم و بردباری سے اس کی تردید کر دی اور کسی نامناسب لفظ کا استعمال نہیں کیا، اس سے محقق طوسی کے حلم و بردباری کے علاوہ اس کی بذلہ سنجی اور لطیفہ گوئی کا بھی اظہار ہوتا ہے درخواست کنندہ نے اپنی درخواست میں کئے گئے مجازی معنی مراد لئے تھے۔ لیکن محقق طوسی نے اس کے حقیقی معنی مراد لے کر اس کو ایک منطقیانہ لطیفہ بنا دیا۔

محقق طوسی نے اپنے زمانہ اقتدار میں عام مسلمانوں بالخصوص شیعوں، علویوں، اور حکمار کو بہت فائدہ پہنچایا، اجتماعی فوائد کے علاوہ اس نے شخصی طور پر بھی بعض لوگوں پر بڑے سے بڑا احسان کیا، چنانچہ ایک بار ہلاکو نے ایک بڑے عہدہ دار کے قتل کا حکم دیا، اب اس کے بھائی دوڑے ہوئے محقق طوسی کے پاس آئے کہ کسی حیلے سے اس کی جان بچانی چاہیئے، محقق طوسی نے ہاتھ میں عصا، تسبیح، اور اسطرلاب لیا، اور اس کے پیچھے پیچھے کچھ لوگ آتشدان میں خوشبوئیں سلگاتے ہوئے چلے، اس طرح جب یہ لوگ ہلاکو کے خیمے کے پاس پہنچے، تو محقق طوسی نے اور بھی زیادہ خوشبوئیں لگائیں اور اسطرلاب کو اٹھا کر اس کو دیکھتا جاتا تھا، اور کبھی اس کو اوپر اور کبھی نیچے کرتا تھا، ہلاکو کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے محقق طوسی کو خیمے کے اندر بلا لیا۔ اور پوچھا کہ واقعہ کیا ہے؟ محقق طوسی نے جواب دیا کہ علم نجوم سے مجھ کو معلوم ہوا کہ اس وقت آپ پر ایک بڑی مصیبت آنے والی ہے۔ اس لئے میں نے یہ سب کچھ کیا، خوشبوئیں سلگائیں اور دعائیں کیں کہ خداوند تعالیٰ آپ سے اس مصیبت کو دور کر دے، اس وقت یہ ضروری ہے کہ بادشاہ تمام سلطنت میں یہ فرمان جاری کر دے کہ جو لوگ قید ہیں، وہ رہا کر دیئے جائیں، جو لوگ مجرم ہیں اُن کے جرم معاف کر دیئے جائیں اور جن لوگوں کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قتل کا حکم دیا گیا ہے، ان کی جان بخشی کی جائے چنانچہ ہلاکو خان نے اس مضمون کا فرمان جاری کر دیا، اور اس کے نتیجہ میں اس معزز عہدہ دار کی جان بچ گئی۔

مذہب | یہ یقینی طور پر معلوم ہے کہ وہ شیعی اور معتزلی تھا، صلاح الدین صفدی نے اس کی تصنیفات کی فہرست میں ایک کتاب کا ذکر کیا ہے، جو اس نے فرقہ نصیریہ کے لئے لکھی تھی، لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ میرے خیال میں یہ اس کا عقیدہ نہ تھا، کیونکہ فرقہ نصیریہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خدا مانتا تھا، لیکن ایک فلسفی ان کو خدا کیونکر مان سکتا تھا۔

علامہ ابن قیم نے اغاثۃ اللہفان میں لکھا ہے کہ

"اس نے اپنی کتابوں میں قدم عالم، انکار معاد، اور انکار صفات باری کی تائید کی اور ملاحدہ کے لئے مدارس قائم کئے، جن میں ملحدوں کے امام ابن سینا کی اشارات کو قرآن بنانا چاہا، لیکن یہ اس کے مقدور سے باہر تھا، اس لئے اس نے کہا کہ اشارات خواص کا قرآن اور قرآن مجید عوام کا قرآن ہے، اس نے نماز میں بھی تبدیلی کرنا چاہی، اور اس کو دو نماز بنانا چاہا، لیکن اس میں اس کو کامیابی نہیں ہوئی، اخیر میں اس نے جادو کا علم سیکھا، اس لئے وہ جادوگر تھا، اور بتوں کی پرستش کرتا تھا۔[1]"

لیکن اس کی تصنیفات سے اس کی تائید نہیں ہوتی، علم کلام میں اس کی کتاب تجرید موجود ہے، جس میں اس نے علانیہ معاد کا اثبات کیا ہے۔

تصنیفات | اس کی تصنیفات کی جو فہرست صلاح الدین صفدی نے درج کی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے زیادہ تر کتابیں تو ریاضی اور ہندسہ میں لکھی ہیں، ان کے علاوہ اس کی چند کتابیں فلسفہ اور علم کلام میں بھی ہیں جن میں عام طور پر تجرید اور شرح اشارات زیادہ مشہور ہیں، شرح اشارات اس نے ۲۰ سال کی مدت میں لکھی ہے اور اس سے پہلے امام رازی نے اشارات پر جو اعتراضات کئے تھے ان کے جوابات دیئے ہیں۔ اس کتاب کو بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ لیکن درحقیقت اس میں اس کی طبعزاد کوئی چیز نہیں، اس سے پہلے علامہ سیف الدین

---

[1] شذرات الذہب جلد ۵ ص ۳۴۴،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آمدی نے کشف التمویہات عن الاشارات والتنبیہات" کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی جس میں امام رازی کے اعتراضات کے جوابات دیئے تھے، محقق طوسی نے اس کتاب اور امام رازی کی شرح اشارات کے مباحث کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے اور اس میں کوئی معتد بہ اضافہ نہیں کیا ہے

مراغہ کا رصد خانہ | مشرق و مغرب دونوں جگہ فلسفیانہ کتابوں پر متعدد بار تباہیاں آئیں مغرب میں فلسفیانہ کتابوں کا سب سے بڑا ذخیرہ حکم ثانی نے جمع کیا تھا، جس کی وجہ سے لوگوں میں فلسفیانہ علوم کے پڑھنے کا شوق پیدا ہوا لیکن ۳۶۶ھ میں اس کی وفات کے بعد جب اس کا لڑکا ہشام اس کا جانشین ہوا، تو چونکہ وہ نابالغ تھا، اس لئے عنانِ حکومت اس کے حاجب ابو عامر محمد بن عبداللہ کے ہاتھ میں آگئی، لیکن چونکہ اب تک عوام میں فلسفہ کو حسنِ قبول حاصل نہیں ہوا تھا، بلکہ جو لوگ ان علوم کو سیکھتے تھے۔ وہ کافر و زندیق سمجھے جاتے تھے اس لئے اس نے عوام میں ہر دلعزیزی حاصل کرنے کے لئے فلسفہ و نجوم کی اُن تمام کتابوں کو مختلف طریقوں سے برباد کرادیا جن کو خلیفہ حکم نے اپنے کتب خانہ میں جمع کیا تھا۱"

مغرب میں یہ چوتھی صدی کا واقعہ ہے اس کے بعد مشرق میں اسی قسم کا ایک دردناک واقعہ پیش آیا، عبدالسلام بن عبدالقادر ایک مشہور فلسفی تھے، اور فلسفہ و ریاضی کی بہ کثرت کتابیں جمع کی تھیں، سلطنتِ امامیہ ناصریہ میں ان کو بڑا رسوخ حاصل تھا، جس پر اور لوگوں کے دلوں میں رشک و حسد پیدا ہوا، اور انہوں نے ان پر الحاد و بیدینی کا الزام لگایا، سرکاری طور پر اس کی جانچ پڑتال ہوئی تو ان کے کتب خانے میں فلسفہ کی بہ کثرت کتابیں نکلیں، جن سے اس الزام کی تائید ہوئی، اور سرکاری حکم ہوا کہ بغداد کے ایک مقام پر جس کا نام رحبہ تھا کتابیں جمع کر کے مجمع عام کے سامنے پھونک دی جائیں اس کام کے لئے عبداللہ التیمی جو ابن المارستانیہ کے نام سے مشہور تھے۔ مقرر کئے گئے، اور ان کے لئے ایک منبر بنایا گیا۔ جس پر چڑھ کر انہوں نے ایک خطبہ دیا جس میں فلسفیوں پر لعنت بھیجی،

---

۱ طبقات الامم ص ۶۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور عبدالسلام بن عبدالقادر کی برائی بیان کی، اس کے بعد ان کے کتب خانے کی ایک ایک کتاب کو نکال کر اس کی اور اس کے مصنف کی برائی بیان کرتے تھے پھر اس کو ایک شخص کے حوالے کر دیتے تھے، جو اس کو آگ میں ڈال دیتا تھا۔

خود عبدالسلام بن عبدالقادر کو قید کر دیا گیا، جس سے انہوں نے ۵۸۹ھ میں رہائی پائی[1] لیکن یہ تمام آفتیں صرف فلسفہ و حکمت کی کتابوں پر آئیں، ان کے علاوہ حدیث، تفسیر، فقہ، لغت اور طب وغیرہ کی کتابوں پر کوئی آنچ نہیں آئی، اور وہ بدستور محفوظ رہیں، لیکن ساتویں صدی میں تاتاریوں کی عام غارت گری نے اس امتیاز کو بھی قائم نہیں رکھا۔ اور تمام اسلامی علوم و فنون کی کتابیں برباد کر دیں صرف کتابوں ہی کو نہیں بلکہ تمام محدثین و فقہا کو بھی تہ تیغ کر دیا، البتہ حفظانِ صحت اور اوقاف کے اختیار کرنے کے لئے ان کو طب اور نجوم کی ضرورت تھی اور اس ضرورت کی بنا پر انہوں نے فلاسفہ و منجمین کو کوئی گزند نہیں پہنچایا، بلکہ ہلاکو خان نے اس دور کے سب سے بڑے فلسفی اور ریاضی دان محقق طوسی کو اپنا وزیر بنایا، اور تمام اسلامی اوقاف کو ان کے زیر اقتدار کر دیا۔ اس طرح محقق طوسی کو اسلامی علوم و فنون بالخصوص فلسفہ ریاضی کی حفاظت اور سرپرستی کا موقع ملا، اور انہوں نے مراغہ کے وسیع میدان میں جمادی الاولیٰ ۶۵۷ھ میں ایک رصد خانہ قائم کیا۔ ہلاکو خان پہلے اس سے متفق نہ تھا، چنانچہ اس نے محقق طوسی سے کہا کہ

"علم نجوم سے کیا فائدہ ہے؟ کیا اس سے تقدیر الٰہی کو ٹالا جا سکتا ہے؟"

محقق طوسی نے کہا کہ میں ایک مثال سے اس کا فائدہ بتاتا ہوں، حضور ایک شخص کو حکم دیں کہ اس مکان کی چھت پر چڑھ کر پیتل کا ایک بڑا طشت اس طرح گرائے کہ کسی کو اس کی خبر نہ ہو کہ وہ حضور کے حکم سے گرایا گیا ہے۔ اب اس طشت کے گرنے سے ایک ایسی ہلچل مچے گی۔ کہ ہر شخص خوفزدہ ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ بعض لوگ بیہوش ہو جائیں گے لیکن خود حضور کو اور

---

[1] اخبار الحکماء قفطی ص ۱۵۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طشت کو گرانے والے کو اس کا ذرہ برابر بھی احساس نہ ہو گا علم نجوم کا بھی یہی فائدہ ہے کہ جس شخص کے متعلق کوئی پیشین گوئی کی جاتی ہے، چونکہ اس کو اس کا علم ہوتا ہے، اس لئے اس کو اس قدر پریشانی نہیں ہوتی، جس قدر ان لوگوں کو ہوتی ہے، جو اس سے واقف نہیں ہوتے۔

اب اس نے رصد خانہ قائم کرنے کی اجازت دے دی اور رصد خانے کی بنیاد حکماء کی ایک جماعت کے اشتراک عمل سے ڈالی گئی، جن میں محقق طوسی نے دمشق سے موید عرضی کو، موصل سے فخر مراغی کو تفلیس سے فخر خلاطی کو، اور نجم ددبیران قزوینی کو طلب کیا تھا، رصد خانے کے مصارف کے لئے ہلاکو خان نے مسلمانوں کے تمام اوقاف محقق طوسی کے ہاتھ میں دے دیئے اور ہر شہر میں اس نے اپنے نائب مقرر کر دیئے، جو ان اوقاف کا منافع اس کے پاس بھیجتے تھے۔ اور وہ ان کو رصد خانے میں کام کرنے والے حکماء و منجمین کی تنخواہوں میں صرف کرتا تھا۔

شمس الدین ابن العرضی کا بیان ہے کہ

"محقق طوسی نے اس رصد خانے کی تعمیر کے لئے ہلاکو خان سے اس قدر دولت حاصل کی، جس کا شمار نہیں ہو سکتا، رصد سے فراغت حاصل کرنے کے بعد صرف آلات رصد کے بنانے اور ان کی اصلاح کرنے کے لئے ۲۰ ہزار دینار لیتا تھا اور یہ رقم حکماء وغیرہ کی تنخواہوں اور وظیفوں کے علاوہ تھی۔"

علم ہیئت اور ریاضی کی ترقی و اشاعت کے علاوہ اس رصد خانے سے دو مفید نتیجے اور نکلے۔

۱۔ ایک تو یہ کہ حکماء و فلاسفہ کی شیرازہ بندی ہوئی، مغرب میں ابن طفیل سے پہلے تمام حکماء و فلاسفہ پراگندہ تھے، لیکن ابن طفیل نے ان کو عبدالمومن کے دربار میں ایک جگہ جمع کر دیا جس سے مغرب میں فلسفہ و حکمت کی ترقی و اشاعت ہوئی۔

۲۔ دوسرا نتیجہ یہ ہوا کہ اس رصد خانے میں اس نے ایک عظیم الشان کتب خانہ بھی قائم کیا اور تاتاریوں نے بغداد، شام اور جزیرہ وغیرہ میں جو کتابیں لوٹی تھیں۔ ان کو اس کتب خانہ میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جمع کردیا۔

مورخین کا بیان ہے کہ ان کتابوں کی تعداد چار لاکھ سے زیادہ تھی۔ اس لئے یہ کہنا بیجا نہ ہوگا، کہ آج اسلامی تصنیفات کا جو بچا کھچا سرمایہ محفوظ رہ گیا ہے، وہ محقق طوسی کی اس علمی کوشش کی یادگار ہے[1]،

---

[1] محقق طوسی کے یہ حالات صلاح الدین صفدی کی کتاب الوافی بالوفیات جلد اول ص ۱۷۹ تا ص ۱۸۳ سے لئے گئے ہیں، جس میں اس کا سال ولادت ۵۹۷ھ درج ہے، لیکن جرجی زیدان نے تاریخ آداب اللغۃ العربیۃ میں اس کا سال ولادت ۶۰۰ھ لکھا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ قطب الدین شیرازی

سنہ ۶۳۴ھ — ولادت
سنہ ۷۱۰ھ — وفات

خاندان اور نام ونسب محمود نام، قطب الدین لقب، باپ کا نام مسعود اور دادا کا نام مصلح تھا لیکن سبکی نے طبقات الشافعیہ[1]، یافعی نے مراۃ الجنان اور ذہبی نے تاریخ دول الاسلام میں غلطی سے ان کا نام محمد لکھا ہے۔

ان کے باپ ضیاء الدین مسعود کازرون کے رہنے والے تھے، لیکن شیراز میں طبابت کا پیشہ اور شفاخانہ مظفری میں مریضوں کا علاج کرتے تھے، اور طبی کتابوں کا درس بھی دیتے تھے۔

ولادت اور تعلیم وتربیت علامہ قطب الدین شیراز میں سنہ ۶۳۴ھ میں پیدا ہوئے، اور ابتدا میں اپنے باپ سے جو شفاخانہ مظفری میں طبیب اور کحّال تھے، طب کی تعلیم حاصل کی، علامہ قطب الدین شیرازی کی مشہور کتاب درۃ التاج کی دو جلدیں جو ایران سے شائع ہوئی ہیں۔ اس کی پہلی جلد میں علامہ موصوف کے جو سوانح لکھے گئے ہیں، اس میں لکھا ہے کہ علامہ موصوف کے باپ طبیب ہونے کے ساتھ بہت بڑے صوفی بھی تھے۔ اور شہاب الدین سہروردی سے بیعت ہوئے تھے، علامہ موصوف نے اپنے باپ سے دس سال کی عمر میں تبرکاً خرقہ ارادت پہنا، پھر ۱۳ سال کی عمر میں ارادۃً احمد بن علی بن ابی المعالی سے خرقہ ارادت پہنا، اور ان واقعات کے متعلق درۃ التاج، قطب چہارم، باب دوم، فصل دوم کا حوالہ دیا ہے۔

---

[1] طبقات الشافعیہ جلد ۶ ص ۲۴۸، مراۃ الجنان جلد ۴ ص ۲۴۸، تاریخ دول الاسلام ذہبی جلد ۲ ص ۱۲۷،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس کے معنی یہ ہیں کہ ان واقعات کو خود علامہ موصوف نے لکھا ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ ان کے باپ نے ۶۴۸ھ میں جبکہ ان کی عمر صرف چودہ برس کی تھی وفات پائی اور وہ باپ کی جگہ بحیثیت طبیب کے اپنے شباب کے زمانہ میں اسی شفاخانے میں ملازم ہوئے اور یہیں سے ان کے کمالاتِ علمی کا دور شروع ہوا، چنانچہ انہوں نے اپنی تحصیل علمی کی جو ترتیب خود تحفۃ السعدیہ کے مقدمہ میں لکھی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا خاندانی پیشہ طبابت تھا اور انہوں نے عنفوانِ شباب میں اپنے باپ سے اسی فن کی تعلیم حاصل کی تھی، جو شیراز کے شفاخانہ منظفری میں طبیب اور کحال تھے، اس کے بعد جب اس کا سن چودہ سال کا تھا ان کے باپ نے وفات پائی، اس کے بعد ان کا تقرر عین عنفوان شباب میں باپ کی جگہ اسی شفاخانہ میں ہوگیا، اور وہ دس برس تک اسی جگہ پر رہے اور اسی طرح کام کرتے رہے۔ جس طرح اور اطباء کرتے تھے، یعنی ان کو مطالعہ کا شوق نہ تھا، اور معمولی طریقہ پر علاج کرتے تھے لیکن ان کا علمی شوق اس پر قانع نہ تھا، بلکہ وہ عالمانہ طریقہ پر اس فن کی تکمیل کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے پہلے اپنے چچا کمال الدین ابی الخیر میں مصلح کا زرونی سے، پھر محمد بن احمد الحکیم کیشی سے پھر شرف الدین زکی البوشکانی سے کلیاتِ قانون پڑھی، کیونکہ یہی لوگ اسی زمانہ میں اس کتاب کے بہت بڑے ماہر سمجھے جاتے تھے، ان کے علاوہ اس کتاب کی تمام شروح کا بھی مطالعہ کیا، لیکن باایں ہمہ اس کتاب کے تمام مشکل مقامات حل نہ ہو سکے، اسی زمانہ میں رصدخانہ مراغہ قائم ہوا جس کے بانی خواجہ نصیر الدین طوسی تھے، ان کی شہرت سن کر وہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور اُن سے اسی کتاب کے بعض مقامات حل کئے، لیکن بعض مقامات ان سے بھی حل نہ ہو سکے، لیکن درر کامنہ میں لکھا ہے کہ انہوں نے خواجہ نصیر الدین طوسی سے علم ہیئت کی تعلیم حاصل کی، اور اشارات کے متعلق بھی بحث کی، اور اُن کے ممتاز تلامذہ میں اُن کا شمار ہونے لگا، اب ان کی تحصیل علمی کا زمانہ ختم ہوگیا، چنانچہ ایک بار ایلخان میں ہلاکو نے اُن سے ان کے زمانہ پیری میں کہا کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"تم خواجہ نصیر الدین طوسی کے ممتاز شاگردوں میں ہو کوشش کرو کہ ان کے علوم کا کوئی حصہ تم سے چھوٹنے نہ پائے۔

انہوں نے کہا کہ

"میں یہ کوشش کر چکا اب مجھے ان کی کوئی ضرورت نہیں[1]"

اگرچہ جو ریاضی دان اس رصدخانہ کے قیام میں خواجہ کے معاون و شریک تھے ان میں انہوں نے علامہ قطب الدین شیرازی کا نام نہیں لیا ہے اور اس وقت وہ اس قدر مشہور بھی نہ تھے تاہم اس میں شبہ نہیں کہ وہ خواجہ نصیر الدین طوسی کے ممتاز تلامذہ میں تھے۔

سفر خواجہ نصیر الدین طوسی کی شاگردی کے بعد اُن کی تحصیل علمی کا زمانہ ختم ہوگیا اور اب انہوں نے مختلف شہروں کا سفر شروع کیا، خود انہوں نے تحفۃ السعدیہ کے مقدمہ میں اپنے سفروں کی جو ترتیب و تفصیل لکھی ہے۔ وہ یہ ہے کہ انہوں نے پہلے خراساں کے شہروں کا سفر کیا، پھر عراق عجم کے شہروں میں گئے پھر عراق عرب میں بغداد اور اس کے اطراف کا سفر کیا، وہاں سے بلاد روم کا رُخ کیا اور تمام شہروں کے حکماء و اطباء سے بحثیں کیں، ان کے علوم سے فائدہ اٹھایا، اور ان سب سے زیادہ محقق ہو گئے، لیکن با ایں ہمہ روم میں جب پہنچے تو اس کتاب (یعنی قانون) کا اکثر حصہ غیر نحل رہا۔

بہرحال انہوں نے ان تمام شہروں کا سفر کیا، جو تاتاریوں کے زیر اقتدار تھے، خراسان کے شہروں سے جس کا صدر مقام نیشاپور تھا، نکل کر وہ عراق عجم میں آئے، جس کا صدر مقام اصفہان تھا، اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت اصفہان کا حکم بہاؤ الدین محمد الجوینی تھا، جو اہل علم کا بڑا قدردان تھا، اور علامہ قطب الدین شیرازی نے اُس سے ضرور ملاقات کی ہوگی، کیونکہ انہوں نے اپنی کتاب نہایۃ الادراک اس کے بیٹے کے نام معنون کی ہے۔

---

[1] درر کامنہ جلد ۴ ص ۳۳۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عراق عجم سے نکل کر وہ بغداد میں آئے اور وہاں کے مشائخ میں شیخ زاہد محمد بن سکران بغدادی سے فیض حاصل کیا اس کے بعد وہ روم میں آئے۔ تحفۃ السنیۃ کے مقدمہ میں انہوں نے روم کے سفر کا حال اس سے زیادہ نہیں لکھا ہے۔ لیکن اور کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں انہوں نے مولانا جلال الدین رومی سے قونیہ میں ملاقات کی اور جواہر مضیہ میں اس ملاقات کا حال اس طرح لکھا ہے کہ علامہ قطب الدین شیرازی مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو تھوڑی دیر تک دونوں خاموش رہے اس کے بعد مولانا نے ایک حکایت بیان کی کہ بخارا کے عالم صدر جہان اپنے مدرسہ سے نکل کر ایک باغ میں جایا کرتے تھے، راستہ کی ایک مسجد میں ایک فقیر پڑا رہتا تھا اور وہ ان سے سوال کرتا تھا لیکن وہ اس کو کچھ نہیں دیتے تھے، اسی محرومی میں ایک مدت گزر گئی تو فقیر نے اپنے دوستوں سے کہا کہ میرے اوپر ایک کپڑا ڈال دو، اور یہ ظاہر کرو کہ میں مر گیا ہوں اور جب صدر جہان گزریں تو ان سے کچھ مانگو، چنانچہ جب صدر جہان گزرے تو ان لوگوں نے کہا کہ یہ مر گیا ہے اب صدر جہان نے چند درہم دیئے۔ اس کے بعد فقیر اٹھ کھڑا ہوا۔ اور اپنے اوپر کا کپڑا پھینک دیا، اس پر صدر جہان نے کہا کہ اگر تم مر نہ گئے ہوتے تو میں تم کو کچھ نہ دیتا۔ مولانا یہ حکایت بیان کر چکے تو علامہ قطب الدین شیرازی وہاں سے اٹھ کر روانہ ہو گئے۔ کیونکہ ان کے خیال میں مولانا نے یہ سمجھا کہ وہ ان کا امتحان لینے آئے تھے[1]

بہر حال انہوں نے روم کے پایۂ تخت قونیہ میں مستقل طور پر قیام کر لیا اور صدر الدین قونوی المتوفی ۶۷۳ھ سے جامع الاصول خود اپنے ہاتھوں سے لکھ کر پڑھی، اور شریعت، طریقت اور حقیقت کے طریقہ ارشاد و ہدایت سیکھے، اور حاکم روم (بظاہر معین الدین سلیمان پروانہ) سے ملے اور اس نے ان کا بڑا اعزاز کیا، اور سیواس ملطیہ کا قاضی مقرر کر دیا[2]، اس کے بعد ۶۸۱ھ میں وہ مصر کے بادشاہ ملک منصور تلاوون الالفی الصالحی کی خدمت میں سفیر بنا کر بھیجے

---

[1] الجواہر المضیہ جلد ۲ ص ۱۲۴ [2] ایضاً جلد ۲ ص ۲۲۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئے، تحفۃ السنیہ کے مقدمہ میں انہوں نے مصر کے سفر کا صرف اسی قدر حال لکھا ہے لیکن اور کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ احمد بن ہلاکو جب اپنے بھائی کی جگہ بغداد کا بادشاہ ہوا تو اس نے مسجدوں کی تعمیر اور شریعت کا دینی نظام قائم کرنا چاہا جو خلفا کے زمانے میں قائم تھا، اس غرض سے اس نے ہر جگہ اپنے سفیر بھیجے اور شام و مصر میں اس نے جو سفیر بھیجے اس میں علامہ قطب الدین شیرازی بھی شامل تھے[1] مصر کے اسی سفر میں وہ شام میں بھی گئے۔ چنانچہ درر کامنہ میں تصریح لکھا ہے کہ وہ احمد کی طرف سے سفیر بن کر شام میں آئے، اس کے بعد ارغون نے ان کی قدردانی کی اور وہ تبریز میں مقیم ہو گئے۔ اور علوم عقلیہ و نقلیہ کا درس دینے لگے[2]۔

وفات تبریز ہی میں انہوں نے ۲۴ رمضان ۷۱۰ھ میں وفات پائی اور تبریز کے مشہور قبرستان چرنداب میں جو بہت سے اکابر علماء کا مدفن ہے۔ محقق بیضاوی کی قبر کے پاس دفن کئے گئے۔

اخلاق و عادات علامہ قطب الدین شیرازی نہایت ظریف الطبع اور شگفتہ مزاج تھے اور رنج و غم کو پاس نہیں پھٹکنے دیتے تھے، شطرنج نہایت عمدہ کھیلتے تھے اور اس تفریحی مشغلہ کو انہوں نے اپنی عزلت گزینی کے زمانے میں بھی نہیں چھوڑا، شعبدہ بازی میں کمال رکھتے تھے، عود بجاتے تھے اور درس و تدریس کی حالت میں بھی مذاق کرتے تھے، بادشاہوں سے ہمیشہ تعلقات رکھتے تھے اور ان کی خدمت میں بکثرت سفارشیں کرتے تھے، نہایت فیاض تھے اور اپنی تمام آمدنی اپنے تلامذہ پر صرف کر دیتے تھے ان کی سالانہ آمدنی ۳۰ ہزار تھی، لیکن اس رقم کو جمع نہیں کرتے تھے، بلکہ طلباء پر صرف کر دیا کرتے تھے، صفی الدین مطرب ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو ان کو دو ہزار درہم دیئے، فقراء اور فقہا کے ساتھ بہ تواضع پیش آتے تھے، اور نماز ہمیشہ باجماعت پڑھتے تھے، اگرچہ خود ہمیشہ عقلی علوم کے درس و تدریس میں

---

[1] شذرات الذہب جلد ۶ ص ۲۷۰ [2] درر کامنہ جلد ۴ ص ۳۴۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معروف رہے۔ لیکن عقائد کے معاملہ میں کوئی موشگافی نہیں کرتے تھے، بلکہ سادہ لوح بڑھیوں کے سے عقائد رکھتے تھے اور حفظ قرآن کی نصیحت کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ کاش میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوتا، اور اندھا اور بہرہ ہوتا تاکہ آپ مجھ کو دیکھ لیتے ؎

تصنیفات علامہ قطب الدین شیرازی نے تصنیف و تالیف کا سلسلہ ہمیشہ جاری رکھا، اور اس کے لئے نہایت اہتمام کرتے تھے جب کوئی کتاب لکھنا شروع کرتے تھے، تو روزہ رکھتے تھے، اور شب بیداری کرتے تھے، مسودہ اس قدر صاف لکھتے تھے کہ اس کے صاف کرنے کی ضرورت نہیں پیش آتی تھی، درر کامنہ میں صرف ان کی چند تصنیفات کا نام لیا ہے ؎

لیکن درۃ التاج کی پہلی جلد میں اُن کے مقدمہ نگار نے زیادہ تحقیق و تدقیق سے کام لیا ہے، اور لکھا ہے کہ پندرہ کتابیں اُن کی طرف منسوب ہیں جن میں گیارہ کتابیں تو یقیناً ان کی لکھی ہوئی ہیں، بقیہ چار کتابوں میں ایک کتاب مشکوک ہے اور تین کتابیں دوسروں کی لکھی ہوئی ہیں، جو اشتباہ کی وجہ سے اُن کی طرف منسوب کر دی گئی ہیں۔

ان کتابوں کے نام یہ ہیں۔

۱۔ **شرح تذکرۃ النصیر بینا**، جو علم ہیئت میں ہے اور کشف الظنون میں علامہ قطب الدین شیرازی کی طرف منسوب کی گئی ہے لیکن یہ نسبت مشکوک ہے۔

۲۔ **رسالۃ فی التصور والتصدیق**، یہ رسالہ قطب الدین رازی کی تصنیف ہے غالباً قطب الدین کے لقب کے اشتراک سے علامہ قطب الدین شیرازی کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔

۳۔ **جہانِ دانش** علم ہیئت میں ہے، اور محمد بن السعود کی تصنیف ہے، جو غالباً اشتراک نسبی اور کسی قدر اشتراک اسمی کی وجہ سے علامہ قطب الدین شیرازی کی طرف منسوب

؎ ایضاً ؎ درر کامنہ، جلد ۴ ص ۳۴۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر دی گئی ہے۔

۴۔ زیچ سلطانی :۔ یہ کتاب علامہ قطب الدین شیرازی کے معاصر شمس الدین ایکتوئی کی تصنیف ہے۔

ان کے علاوہ بقیہ گیارہ کتابیں جو درحقیقت علامہ قطب الدین شیرازی کی تصنیف ہیں، ان کے نام یہ ہیں۔

۱۔ نہایۃ الادراک فی درایۃ الافلاک علم ہیئت میں ہے اور چار مقالہ میں ہے حاجی خلیفہ نے اس کتاب کو دیکھا تھا، اور اس کا ایک نسخہ مدرسہ سپہ سالار کے کتب خانے میں موجود ہے، جس کا آخیر حصہ نامکمل ہے، ایک اور قدیم نسخہ جو ۶۸۱ھ میں لکھا گیا ہے مصر کے کتب خانہ خدیویہ میں ہے اور اس کتاب پر بعض فضلاء نے حاشیے لکھے ہیں۔

اس کتاب کو علامہ قطب الدین شیرازی نے محمد الصاحب السعید بہاء الدین محمد الجوینی کے نام پر معنون ہے۔ جو اصفہان کا حاکم تھا، اس لئے لازمی طور پر سفر اصفہان کے بعد تحفۃ الشاہیہ سے اور بظاہر سفر روم (۶۸۲ھ) سے پہلے لکھی ہے۔

۲۔ التحفۃ الشاہیۃ، عربی زبان میں علم ہیئت میں ہے اور اس کا ایک ناقص نسخہ کتب خانہ عمومی معارف ایران میں اور پورا کامل نسخہ مدرسہ سپہ سالار قدیم میں موجود ہے۔

علامہ قطب الدین شیرازی نے اس کتاب کو تاج الاسلام امیر شاہ محمد بن الصدر السعید تاج الدین تعزبن طاہر کی خدمت میں ہدیۃً بھیجا ہے، اسی لئے اس کا نام تحفۃ الشاہیہ رکھا ہے انہوں نے نہایۃ الادراک کو عام تصنیفات کے مطابق لکھا ہے لیکن یہ کتاب عام عقیدہ سے الگ ہو کر لکھی ہے اور عام تصنیفات کے مطابق جو مباحث لکھے ہیں ان کے متعلق کتاب کے مقدمہ میں تصریح کر دی ہے کہ ان مباحث کو نہایۃ الادراک میں تلاش کرنا چاہیے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب نہایۃ الادراک کے بعد لکھی گئی ہے، کتاب کے آخری حصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف اس کتاب کی تصنیف کے زمانہ میں سیواس اور ملاطیہ کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاضی تھا، اور درس بھی دیتا تھا، سید شریف نے اس پر حاشیہ لکھا ہے اور ملا علی قوشجی نے اس کی شرح لکھی ہے، اور شرح قوشجی کا یہ نسخہ مصر کے کتب خانہ خدیویہ میں موجود ہے۔

۳۔ شرح حکمۃ الاشراق ۱۳۱۵ھ میں طہران میں چھپ گئی ہے جو درس میں شامل ہے اور حکمۃ الاشراق کے ذوق رکھنے والے فلاسفہ نے اس کی شرح کی ہے، اور حاشیے لکھے ہیں، سب سے زیادہ مشہور حاشیہ صدر الدین شیرازی کا ہے جو اس کتاب کے حاشیہ پر چھپ گیا ہے۔

علامہ سے پہلے شہرزوری نے حکمۃ الاشراق کی شرح لکھی تھی: اور علامہ نے اکثر مباحث اسی سے اخذ کئے ہیں علامہ نے اس کتاب کو جمال الدین علی بن محمد الاستجردانی کے نام پر معنون کیا ہے جو ۶۸۳ھ میں عراق کا ناظر اوقاف تھا، پھر بایدو ر ۶۹۳ھ) کی سلطنت میں وہ چھ مہینے کے لئے وزیر ہو گیا۔ اور بایدو کے قتل ہو جانے کے بعد معزول ہو کر دوبارہ ۶۹۵ھ میں دو مہینے کے لئے ارغون کا وزیر ہوا، اور اسی سال کے اخیر میں قتل کر دیا گیا۔

۴۔ مفتاح المفتاح: علامہ نے یہ کتاب خواجہ نصیر الدین طوسی کے مشہور شاگرد اور تبریز کے مشہور دولت مند خواجہ ہمام الدین المتوفی ۷۱۳ھ کی خواہش سے لکھی ہے، اس کتاب کے مقدمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ نے اس سے پہلے شمس الدین محمد بن ملک الاسلام جمال الدین ابراہیم بن الصدر السعید شمس الدین محمد الطیبی سے بھی اس قسم کی کتاب کے لکھنے کا وعدہ کیا تھا اس کتاب کا قدیم ترین نسخہ جو ۷۰۵ھ کا لکھا ہوا ہے۔ کتب خانہ دار الکتب المصریہ میں موجود ہے اور مدرسہ سپہ سالار کے کتب خانہ میں بھی اس کا ایک نسخہ ہے۔

اس کتاب کے مقدمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے علامہ کی دو کتابیں شرح حکمۃ الاشراق اور شرح اصول ابن حاجب مقبول اور مشہور ہو چکی تھیں۔ اور چونکہ شرح حکمۃ الاشراق ۶۹۴ھ کے پہلے کی تصنیف ہے، اس لئے لازمی طور پر مفتاح المفتاح اس سنہ کے بعد کی تصنیف ہے اور دار الکتب المصریہ کے نسخہ میں لکھا ہے کہ یہ کتاب ۷۰۱ھ میں ختم ہوئی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اس لیے اس کتاب کی تصنیف کا زمانہ ۶۹۴ھ کے بعد شروع ہوا ہے، اور ۷۰۱ھ میں ختم ہوا ہے۔

التحفۃ السعدیہ: یہ کتاب کلیات ابن سینا، کی شرح ہے اور پانچ جلدوں میں ہے علامہ کو ابتدا رہی سے قانون شفا کے ساتھ شغف تھا، اور بہت سے علماء سے یہ کتاب پڑھی تھی، اور اپنے تمام سفروں میں اس کتاب کے حل کرنے کا خیال دماغ میں رکھتے تھے، لیکن جب ۶۸۱ھ میں وہ مصر کی سفارت پر گئے تو ان کو چھ کتابیں ملیں جن میں تین کتابیں کلیات قانون کی مکمل شرحیں تھیں ان کتابوں سے انہوں نے جو مواد حاصل کئے، ان سے کلیات قانون کے تمام مقامات حل ہو گئے اب انہوں نے ۶۸۲ھ میں کلیات قانون کی شرح لکھنی شروع کی اور ارکان کی بحث تک لکھ کر اس کو شائع کر دیا، چونکہ یہ کتاب بہت تحقیق و تدقیق سے لکھی گئی تھی تمام علماء نے اس کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا، اور علامہ سے اس کتاب کی مکمل شرح لکھنے کی درخواست کی.......

اور علامہ نے باوجود تمام موانع و مشکلات کے پہلی شرح کی اصلاح کی اور جو حصے بغیر شرح کے رہ گئے تھے، ان کی مکمل شرح.... شائع کی، تحفۃ السنیہ کے مقدمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب غازان محمود ۶۹۴ھ تا ۷۰۳ھ کے زمانہ حکومت اور سعد الدین محمد ساوجی (المقتول ۷۱۱ھ) کے عہد وزارت میں لکھی گئی ہے اور چونکہ انہی کے نام پر معنون کی گئی ہے اس لیے اس کا نام التحفۃ السعدیہ رکھا گیا ہے، چونکہ غازان محمود نے ۷۰۳ھ میں وفات پائی ہے۔ اور اس کے دور حکومت میں سعد الدین ۶۹۹ھ میں وزیر مقرر ہوئے ہیں۔ اور ۷۱۱ھ میں قتل کئے گئے ہیں اس لئے اس کتاب کا زمانہ تصنیف ۶۹۹ھ سے شروع ہو کر ۷۰۳ھ تک ختم ہوا ہے لیکن مدرسہ سپہ سالار کے کتب خانہ میں اس کتاب کا جو نسخہ ہے اس کے اخیر میں لکھا ہے کہ رجب ۷۱۰ھ کی پہلی تاریخ کو یہ کتاب ختم ہوئی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب علامہ کی وفات سے ڈھائی مہینہ پیشتر ختم ہوئی اس لئے یہ علامہ کی آخری تصنیف ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۶۔ شرح مختصر الاصول لابن حاجب:۔ سب سے پہلے علامہ نے اس کتاب کی شرح لکھی ہے اور مقدمہ مفتاح المفتاح اور مقدمہ تحفۃ السعدیہ میں اس کا نام لیا ہے اور حاجی خلیفہ نے اس کو دیکھا تھا۔

۷۔ مفتاح المنان فی تفسیر القرآن: اس کتاب کا نام صرف حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں لیا ہے، اور لکھا ہے کہ چالیس جلدوں میں ہے، اس کی پہلی جلد کا جو نسخہ سورۃ بقرہ کی ۱۱۹ تک ہے، مصر کے کتب خانہ خدیویہ میں موجود ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں نقلی علوم کے علاوہ علامہ نے عقلیات کو بھی شامل کر لیا ہے۔

۸۔ حاشیہ کشاف دو جلدوں میں زمخشری کی مشہور تفسیر کشاف کا حاشیہ ہے۔

۹۔ رسالۃ فی بیان الحاجۃ الی الطب وآداب الاطباء ووصایاھم مصر کے کتب خانہ خدیویہ کی فہرست کے سوا اس کتاب کا نام اور کسی کتاب میں نہیں ملتا۔

۱۰۔ حاشیہ حکمۃ العین یہ نجم الدین دبیران کاتبی قزوینی المتوفی ۶۷۵ھ کی مشہور کتاب ہے اور سب سے پہلے علامہ نے اس پر حاشیہ لکھا ہے۔ ان کے بعد شمس الدین محمد بن مبارک شاہ بخاری نے اس کتاب کی شرح لکھی اور علامہ کے تمام حواشی کو اس شرح میں شامل کر لیا اور اس کو اپنی شرح سے امتیاز کرنے کے لئے فی الحواشی القطبیہ کے نقطے سے الگ کر لیا۔

۱۱۔ درۃ التاج لغرۃ الدیباج علوم اسلامیہ کی تدوین اور تصنیف و تالیف کی خدمت اگرچہ عجمیون نے انجام دی، لیکن تصنیف و تالیف کی زبان ہمیشہ عربی رہی، اور اسی زبان میں تمام علوم و فنون کی کتابیں لکھی گئیں، البتہ پانچویں اور چھٹی صدی ہجری میں امام غزالی، اور امام رازی نے چند کتابیں فارسی زبان میں لکھیں، اور ساتویں صدی ہجری میں علامہ قطب الدین شیرازی نے یہ مبسوط کتاب فلسفہ کے تمام اجزاء پر فارسی زبان میں لکھی جس کی پہلی اور دوسری جلد ہمارے سامنے ہے اس کتاب میں چونکہ بارہ علوم سے بحث کی گئی ہے، اس لئے "انموذج العلوم" کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نام سے مشہور ہے اور غالباً عام طور پر اسی کتاب کو "ابتان علاقطب" اور کبھی "ہمیان لاقطب" بھی کہا جاتا ہے۔

اس کتاب کو علامہ نے امیر دیباج فرمانروائے گیلان کی خواہش سے لکھا ہے اور اسی مناسبت سے اس کا نام "درۃ التاج لغرۃ الدیباج" رکھا ہے، اور حمد اللہ مستوفی مصنف تاریخ گزیدہ کے سوا اور تمام مورخین نے اس کتاب کا یہی نام بتایا ہے۔

علامہ نے علم موسیقی کے بیان میں صفی الدین عبدالمومن ارموی کے لئے یہ دعا کی ہے، "سقی اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ"،

پھر دوسرے موقع پر بھی اُن کے لئے دعائے مغفرت کی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے، کہ اس کتاب کے زمانہ تصنیف سے پہلے ان کا انتقال ہو چکا تھا، اور چونکہ ان کا انتقال ۶۹۳ھ میں ہوا ہے، اس لئے اس کتاب کی تصنیف ۶۹۳ھ سے پہلے نہیں شروع ہوئی تھی، اور چونکہ یہ کتاب دیباج کے زمانہ حکومت میں لکھی گئی تھی، جو ۷۰۶ھ میں ختم ہو گیا۔ اور اس کتاب کے اخیر میں ۷۰۵ھ لکھا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کا زمانہ تصنیف ۶۹۳ھ سے شروع ہوا، اور ۷۰۵ھ پر ختم ہو گیا ہے یعنی کتاب تقریباً بارہ سال میں ختم ہوئی۔

یہ کتاب بالکل شیخ ابو علی سینا کی شفاء کے طرز پر لکھی گئی ہے اور فلسفہ و حکمت کے تمام اجزاء پر شفاء کی طرح مشتمل ہے، البتہ فرق یہ ہے کہ شیخ نے منطق کو بہت تفصیل کے ساتھ اور ریاضی کو نہایت اختصار کے ساتھ لکھا ہے اسی طرح فلسفہ و حکمت کے اور تمام اجزاء میں اختصار کے ساتھ کام لیا ہے ایک اور فرق یہ ہے کہ شیخ نے شفاء میں صرف مشائی فلسفہ سے بحث کی ہے اور علامہ نے اس کے ساتھ فلسفہ اشراق کو بھی شامل کر لیا ہے۔

منطق اور فلسفہ کا ماخذ شیخ شہاب الدین سہروردی مقتول کی تصنیفات اور شہرزوری کی شجرۃ الالہیہ ہے ریاضی میں علامہ نے اوقلیدس کی کتاب کا بعینہ فارسی میں ترجمہ کر دیا ہے، بطلیموس کی مجسطی چونکہ بہت بڑی کتاب تھی، اس لئے علامہ نے اس کا ترجمہ نہیں کیا ہے، البتہ عبدالملک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بن محمد الیشرازی نے اس کا، جو بہترین خلاصہ کیا تھا، علامہ نے اس کا ترجمہ کر دیا ہے۔ فن موسیقی میں علامہ نے فارابی کے رسالہ موسیقی اور شیخ بوعلی سینا کی شفا اور اس کے ایک رسالہ کو جو فن موسیقی میں ہے، اور عبدالمومن کے رسائل بالخصوص صفی الدین کے رسالہ شرفیہ کو ماخذ بنایا ہے۔

سیاست، تدبیر منزل اور اخلاق کے متعلق علامہ نے جو کچھ لکھا ہے وہ تمام تر فارابی کی کتاب مدینۃ الفاضلہ اور شیخ بوعلی سینا کے رسالہ تہذیب الاخلاق کا ترجمہ ہے۔...... سیاست اور تدبیر منزل کا ماخذ فارابی کی کتاب اور اخلاق کا ماخذ شیخ بوعلی سینا کا رسالہ ہے۔

سیر و سلوک کے متعلق علامہ نے جو کچھ لکھا ہے اس کا ماخذ مجدالدین شرف بن المویدالبغدادی کی کتاب تحفۃ البررۃ فی المسائل العشرۃ" اس کے علاوہ انہوں نے سعید الدین فرغانی المتوفی ۶۹۱ھ کی کتاب "مناہج العباد الی المعاد" سے بھی فائدہ اٹھایا ہے۔ چونکہ ایران کی علمی زبان ہمیشہ عربی رہی اور حکمائے ایران نے فلسفہ و حکمت کے متعلق جو کتابیں لکھیں، عربی میں لکھیں، اس لئے جو کتابیں فارسی زبان میں لکھی گئیں، ان کے حواشی و شروح ایران میں بہت کم لکھے گئے، بالخصوص درۃ التاج چونکہ نہایت ضخیم کتاب تھی اور اس کے نسخے بھی کمیاب تھے اس لئے وہ ہمیشہ گمنام رہی لیکن بااینہمہ محمد رضا بن عبدالمطلب تبریزی المتوفی ۱۲۰۸ھ نے اور شاید دوسرے لوگوں نے بھی اس پر حاشیہ لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کو حکماء و فلاسفہ نے ہمیشہ پیش نظر رکھا ہے، لیکن اب تک یہ کتاب زیر طبع سے آراستہ نہیں ہوئی تھی، اس لئے جب رضا شاہ پہلوی کے زمانہ میں اس طرف خاص طور پر توجہ ہوئی کہ اکابر ایران کی تصنیفات کو چھاپ کر منظر عام پر لایا جائے، تو ایران کی وزارت تعلیم نے اس طرف خاص توجہ کی، اور فضلائے ایران کی بہت کی کتابیں مثلاً مجمل التواریخ، تاریخ سیستان، تاریخ بیہق، طبری ابن سینا، افضل الدین کاشانی اور محقق طوسی کے رسائل ترجمہ تفسیر طبری، اور ذخیرہ خوارزمشاہی وغیرہ شائع ہوئیں اسی کوشش و توجہ کا نتیجہ کتاب درۃ التاج بھی ہے جس کی تصحیح سید محمد مشکوۃ نے پانچ نسخوں سے مقابلہ کر کے کی ہے اور اس کی دو جلدیں چھپ کر شائع ہو چکی ہیں، سید محمد مشکوۃ نے اس کتاب کی پہلی جلد میں ایک مقدمہ لکھا ہے، جس میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہایت تحقیق کے ساتھ علامہ کے حالات لکھے ہیں اور تذکرہ وتراجم کی کتابوں کے علاوہ خود علامہ کی کتابوں سے ان کے بہت سے حالات جمع کئے ہیں۔ اور ان پر تنقید کی ہے، ہم نے ان کے حالات میں ان کے اس مقدمہ سے بہت کچھ فائدہ اٹھایا ہے، بہر حال اس وقت علامہ کی کتابوں میں صرف دو مطبوعہ کتابیں مل سکتی ہیں، شرح حکمۃ الاشراق اور درۃ التاج اور یہ دونوں ایران سے شائع ہوئی ہیں اور علامہ کی تصنیفات میں نہایت اہمیت رکھتی ہیں ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاضی عضد الدین ایجی

ولادت سنہ ۶۸۰ھ — وفات سنہ ۷۵۶ھ

عبدالرحمان نام اور باپ کا نام احمد تھا، پورا سلسلہ نسب یہ ہے، عبدالرحمٰن بن احمد بن عبدالغفار ابن احمد بیان کیا جاتا ہے کہ ان کا سلسلہ نسب حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ملتا ہے۔

شیراز کے اطراف میں ایک مقام کا نام ایج ہے، وہیں سنہ ۶۶۰ھ کے بعد پیدا ہوئے اور اپنے زمانہ کے مشائخ بالخصوص بیضاوی کے شاگرد شیخ زین الدین ہنکی سے تعلیم حاصل کی، ان کا قیام زیادہ تر سلطانیہ میں رہتا تھا اور ابوسعید کے زمانہ میں تمام ممالک کے قاضی بنائے گئے، لیکن بعد کو صاحب کرمان کے معتوب ہوئے، اور اس نے ان کو قلعہ دریمیان میں قید کر دیا، اور اسی قید کی حالت میں سنہ ۷۵۶ھ میں وفات پائی۔

وہ معقولات کے امام سمجھے جاتے تھے، اور معقولات کے علاوہ اصولِ فقہ، علمِ کلام، معانی و بیان اور نحو و فقہ کے بھی عالم تھے اور شمس الدین کرمانی ضیاء الدین عفیفی اور سعد الدین، تفتازانی وغیرہ جیسے شہرۂ آفاق تلامذہ پیدا کئے اور چونکہ دولت مند اور فیاض تھے، اس لئے طلبہ کے ساتھ فیاضانہ سلوک بھی کرتے تھے، اثیر الدین ابہری المتوفی سنہ ۶۳۳ھ سے جو مشہور فلسفی تھے انہوں نے مناظرے کئے ہیں۔

علم کلام میں ان کی مشہور کتاب مواقف ہے، جس کی شرح سید شریف جرجانی نے کی ہے اصولِ فقہ میں ان کی شرح مختصر الحاجب ہے اور معانی و بیان میں ان کی کتاب قواعد الغیاثیہ ہے۔[1]

---

[1] قاضی عضد الدین کے یہ حالات طبقات الشافعیہ سبکی جلد ۶ ص ۱۰۸، اور درر کامنہ جلد ۲ ص ۳۲۲ سے ماخوذ ہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قطب الدین رازی

وفات ۷۶۶ھ

نام میں اختلاف ہے، درر کامنہ اور بغیۃ الوعاۃ میں ان کا نام محمود بتایا ہے اور شذرات الذہب میں بھی ان کا ایک نام یہی بتایا گیا ہے، لیکن طبقات الشافعیہ میں ان کا نام محمد لکھا ہے اور درر کامنہ میں ہے کہ ابن کثیر ابن رافع اور ابن حبیب اسی نام کو صحیح سمجھتے ہیں، لیکن اسنوی کے نزدیک ان کا صحیح نام محمود ہے، باپ کا نام بھی محمد تھا، ان کا سلسلہ نسب سلاطین آلِ بویہ سے ملتا ہے، اور چونکہ سلاطین آل بویہ شیعہ تھے، اس لئے مجالس المومنین میں ان کا شمار شیعی علما میں کیا گیا ہے، بعض علماء نے ان کو حنفی لکھا ہے، لیکن درحقیقت وہ شافعی تھے، اور سبکی نے اسی حیثیت سے ان کا تذکرہ طبقات الشافعیہ میں کیا ہے۔

رے کے ایک گاؤں ورامین میں پیدا ہوئے، اور وہیں کے علماء سے تعلیم حاصل کی، جن میں ایک شیخ جمال الدین بن منظہر العلی تھے۔

ایک مدت تک وہ اپنے وطن ہی میں رہے، لیکن جب سلطان ابوسعید کا انتقال ہو گیا اور غیاث الدین وغیرہ وزراء شہید ہو گئے، تو وہ ۷۶۳ھ میں شام چلے آئے، اور وہیں دمشق میں قاضی عضد الدین وغیرہ سے کسب فیض کیا، اور یہیں ان کی ملاقات تاج الدین سبکی صاحب طبقات الشافعیہ سے ہوئی اور انہوں نے خود اس ملاقات کا ذکر کیا ہے، اور لکھا ہے کہ جب وہ دمشق میں آئے، تو ہم نے ان سے بحث و مباحثہ کیا، اور ان کو فن منطق و حکمت میں امام اور تفسیر، معانی، بیان اور نحو کا عالم پایا،، طبقات الشافعیہ میں اجمالاً اس بحث و مباحثہ کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صرف اسی قدر تذکرہ کیا ہے، لیکن درر کامنہ میں ہے کہ میں نے ان کا ایک سوال دیکھا ہے، جس میں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد "کل مولود یولد علی الفطرۃ" کے متعلق تقی الدین سبکی سے سوال کیا ہے اور انہوں نے اس کا جواب دیا ہے اس پر نہایت تحقیق و تدقیق سے اعتراض کیا ہے، سبکی نے نہایت زبان درازی کے ساتھ اس کا جواب دیا ہے کہ وہ مقاصد شریعت کو نہیں سمجھ سکتے، اور صرف منطق کے ظاہری قواعد سے واقف ہیں، اور اس بنا پر ان کی سخت ہجو کی ہے، لیکن طبقات الشافعیہ میں نہ یہ سوال و جواب مذکور ہے اور نہ اُن کی ہجو کی ہے۔

بہر حال وہ منطق و فلسفہ کے مسلم امام تھے، ابن کثیر نے لکھا ہے کہ وہ منطق اور حکمائے قدیم کے علوم میں متکلمین میں یگانہ روزگار سمجھے جاتے تھے، اور دولت مند شخص تھے، بغیۃ الوعاۃ میں لکھا ہے کہ وہ علوم عربیت کے ماہر نہ تھے، بلکہ صرف حکیم تھے "وہ مدرسہ ظاہریہ کے نچلے حصہ میں رہتے تھے، اور مدرسہ کے اوپر کے دوسرے حصہ میں ایک اور شخص قطب الدین رہتے تھے، اس لئے امتیاز کے لئے اُن کو قطب تحتانی کہا جاتا تھا، اور یہیں انہوں نے ذیقعدہ ۷۶۶ھ میں تقریباً چوہتر سال کی عمر میں انتقال کیا اور سفح قاسیون میں دفن کئے گئے۔

ان کی منطقیانہ تصنیفات میں شرح مطالع اور شرح شمسیہ جو قطبی کے نام سے مشہور ہے نہایت مقبول ہوئیں، شرح مطالع پہلے نصاب درس میں شامل تھی، اور سید شریف جرجانی نے پہلے سولہ بار اس کو پڑھا تھا، اور اخیر میں خود اس کے مصنف یعنی قطب الدین رازی سے اس کے پڑھنے کے لئے ہرات کا سفر کیا تھا آج بھی بعض لوگ اس کو پڑھتے ہیں شرح شمسیہ یعنی قطبی اس سے زیادہ مقبول ہوئی، اور آج عام طور پر درس نظامیہ میں شامل ہے، تصور و تصدیق میں ان کا ایک رسالہ قطبیہ بہت مشہور ہے اور میر زاہد نے اس کی جو شرح کی ہے، وہ درس نظامیہ میں داخل ہے۔

فلسفہ میں ان کی سب سے زیادہ مشہور کتاب محاکمات ہے، جس کو بعض لوگ شرح اشارات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمجھتے ہیں، لیکن درحقیقت امام فخرالدین رازی نے بوعلی سینا کے اشارات کی شرح میں جو اعتراضات کیے تھے، اور محقق طوسی نے اپنی شرح اشارات میں ان کے جو جوابات دیئے تھے، علامہ قطب الدین رازی نے اس کتاب میں دونوں کے درمیان محاکمہ کیا ہے[1]

[1] علامہ قطب الدین رازی کے یہ حالات درر کامنہ جلد ۴ ص ۳۳۹، بغیۃ الوعاۃ ص ۳۸۹، شذرات الذہب جلد ۶ ص ۲۰۷، طبقات الشافعیہ جلد ۶ ص ۳۱، اور معجم المطبوعات جلد اول ص ۹۱۸ - سے ماخوذ ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ سعد الدین تفتازانی

ولادت ۷۲۲ھ وفات ۷۹۳ھ

مسعود نام اور باپ کا نام عمر تھا، خراسان کے شہر تفتازان میں صفر ۷۲۲ھ میں پیدا ہوئے[1] اور اپنے زمانہ کے اکابر علماء مثلاً قاضی عضد اور ان کے طبقہ کے لوگوں سے تعلیم حاصل کی، اور صرف، نحو، منطق علم کلام، معانی و بیان، اور اصول و تفسیر میں کمال پیدا کیا، اور ان کی شہرت سن کر طلبہ ان کی خدمت میں حاضر ہونے لگے، اور وہ تیمور لنگ کی مجالس کے صدر الصدور ہو گئے، اس زمانے میں سید شریف جرجانی اُن کے ہمسایہ اور حریف مقابل سمجھے جاتے تھے، اور دونوں کی باہمی ترجیح کا مسئلہ علمائے روم اور علمائے عجم میں ایک معرکۃ الآراء مسئلہ بن گیا تھا[2] خود تیمور لنگ کم از کم نسبی حیثیت سے سید شریف جرجانی کو ترجیح دیتا تھا، رفتہ رفتہ دونوں میں ۷۹۱ھ میں اس مسئلہ میں کہ خداوند تعالیٰ کے اس قول میں اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ، صاحب کشاف کے قول کے مطابق استعارہ تبعیہ اور استعارہ تمثیلیہ دونوں جمع ہو گئے ہیں، مناظرہ ہوا، اور نعمان الدین، خوارزمی معتزلی حکم قرار پائے، اور عام طور پر مشہور ہو گیا کہ اس مناظرہ میں سید شریف جرجانی غالب آئے[3] لیکن بدر الطالع میں ہے کہ ان سے اور سید شریف جرجانی سے دو مسئلوں میں مناظرہ ہوا، ایک تو خداوند تعالیٰ کے اس قول میں خَتَمَ اللّٰهُ

---

[1] درر کامنہ میں سالِ ولادت ۷۱۲ھ لکھا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے [2] البدر الطالع جلد اول ص۴۸۹، [3] الفوائد البہیہ ص ۵۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَلیٰ قُلوبِہِمۡ وَعَلیٰ سَمۡعِہِمۡ وَعَلیٰ اَبۡصَارِہِمۡ، دوسرا اس فلسفیانہ مسئلہ میں کہ انتقام غضہ کا سبب یا غضہ انتقام لینے کا سبب ہوتا ہے، اس مسئلہ میں علامہ سعد الدین تفتازانی نے پہلی شق اور سید شریف جرجانی نے دوسری شق اختیار کی، اور شیخ منصور کازرونی کہتے ہیں کہ دونوں مسئلوں میں سید شریف جرجانی حق پر تھے[1]

الضوء اللامع سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ دونوں میں متعدد مناظرے ہوئے، اور سب میں سید جرجانی نے علامہ سعد الدین تفتازانی کو شکست دی[2] "اور اس شکست کا علامہ تفتازانی کو اس قدر صدمہ ہوا کہ اس کے بعد محرم ۷۹۲ھ میں سمرقند میں وفات پائی، اس کے بعد ان کی لاش سرخس میں منتقل کر دی گئی، اور وہیں جمادی الاولیٰ ۷۹۲ھ ہجری میں دفن کی گئی[3]

تصنیفات علامہ سعد الدین تفتازانی نے ہر فن میں نہایت کثرت سے کتابیں لکھیں، اور سب کی سب نہایت مقبول ہوئیں، یہاں تک کہ ابتداء میں سید شریف جرجانی نے بھی ان کی تصنیفات سے فائدہ اٹھایا، البتہ مناظرے کے بعد ان کی تردید کرنے لگے۔

علامہ سعد الدین تفتازانی نے سولہ سال کی عمر سے تصنیف و تالیف شروع کی، اور ملازادہ نے فن وار اُن کی تصنیفات کی یہ فہرست مرتب کی ہے،

نمبر شمار	نام کتاب	کیفیت
۱	زنجانیہ	شعبان ۷۳۸ھ میں اس کی تصنیف سے

فارغ ہوئے معجم المطبوعات میں ہے کہ ان کی پہلی شرح التصریف العزی ہے،

---

[1] البدر الطالع جلد ۲ ص ۳۰۵ [2] الضوء اللامع جلد ۵ ص ۳۲۹ [3] البدر الطالع جلد ۲ ص ۳۰۴، ۳۰۵ والفوائد البہیہ ص ۵۳،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس کو انہوں نے ۷۳۸ھ میں لکھا، غالباً اسی کتاب کو زنجانیہ بھی کہتے ہیں۔

۲ **شرح تلخیص الکبیر** — صفر ۷۴۸ھ میں اس کو ہرات میں ختم کیا۔ اور اس کی مختصر شرح ۷۵۶ھ میں لکھی۔

۳ **شرح توضیح** — کاشان میں اس کی تصنیف سے ۷۵۸ھ میں فارغ ہوئے، معجم البلدان میں اس کا نام "التلویح فی کشف حقائق التنقیح" لکھا ہے یہ کتاب صدر الشریعۃ عبید اللہ بن مسعود کی تنقیح کی شرح ہے، اور درسِ نظامیہ میں داخل ہے۔

۴ **شرح عقائد نسفی** — ابو حفص عمر النسفی کے عقائد نسفیہ کی شرح ہے اور درس نظامیہ میں شامل ہے، اور اس پر بہت سے علماء نے حواشی لکھے ہیں۔

۵ **حاشیہ عضد** — یہ قاضی عضد کی شرح مختصر کا حاشیہ ہے، اور اس کی تصنیف سے ذی الحجہ ۷۷۰ھ میں فراغت پائی۔

۶ **رسالۃ الارشاد** — نحو میں ہے، اور اس کی تصنیف سے ذی الحجہ میں فراغت پائی۔

۷ **شرح مقاصد** — علم کلام میں ضخیم کتاب ہے، اور چھپ گئی ہے پہلے مقاصد الطالبین فی اصول الدین" کے نام سے ایک رسالہ لکھا تھا، اور اس کو ۱۲ مقاصد پر مرتب کیا تھا، پھر بعد کو اس کی جامع شرح

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

		لکھی، اور ذو قعدہ ۷۸۴ھ میں سمرقند میں اس کی تصنیف سے فارغ ہوئے ۔
۸	تہذیب المنطق والکلام،	منطق اور علم کلام میں یہ ایک متن ہے جس کی تصنیف سے رجب ۷۸۹ھ میں فارغ ہوئے اس کا دوسرا حصہ جو علم کلام میں ہے، اس میں مقاصد کا اختصار کیا ہے لیکن چونکہ اس کا جو حصہ منطق میں نہ تھا، وہ نہایت عمدہ تھا، اس لئے علمار نے اس کی شرحیں لکھیں اور اس کی ایک شرح جو شرح تہذیب کے نام سے موسوم ہے درس نظامیہ میں شامل ہے،
۹	شرح مفتاح	۷۸۹ھ میں سمرقند میں اس کی شرح سے فارغ ہوئے ۔
۱۰	فتاوائی حنفیہ	ذو قعدہ ۷۶۹ھ میں ہرات میں اس کو لکھنا شروع کیا،
۱۱	مفتاح الفقہ	۷۷۲ھ میں اس کو لکھنا شروع کیا،
۱۲	شرح تلخیص المفتاح	۷۴۲ھ میں اس کو سرخس میں لکھنا شروع کیا۔ یہ قزوینی کی تلخیص المفتاح کی شرح ہے، جو مطول کے نام سے مشہور ہے ۔
۱۳	حاشیۂ کشّاف	۱۰ ربیع الثانی ۷۸۶ھ کو اس کو سرخس میں لکھا،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۴	شرح اربعین نووی[۱]	علم حدیث میں اربعین نووی کی شرح ہے، منطق میں ہے، اور کاتبی کے رسالہ شمسیہ کی شرح ہے،
۱۵	شرح رسالہ شمسیہ	منطق میں ہے،
۱۶	ضابطہ انتاج الاشکال	
۱۷	مختصر المعانی	یہ مطول کا اختصار ہے، اور درس نظامیہ میں شامل ہے
۱۸	النعم السوابغ فی شرح الکلم النوابغ	ابوالقاسم بن عمر زمخشری کے کلم النوابغ کی شرح ہے،

البدر الطالع میں لکھا ہے کہ ان کی زندگی ہی میں ان کی تصنیفات تمام ملکوں میں پھیل گئیں، اور لوگ ان کے پڑھنے کی طرف نہایت شوق سے مائل ہوئے، لیکن باوجود اس کے ابن حجر نے الدرر الکامنۃ فی اھل المائۃ الثامنۃ میں ان کا ذکر نہیں کیا، حالانکہ اُن کے شیوخ اور تلامذہ کے ذکر میں ان کا نام لیا ہے، اور کبھی کبھی ان کی تصنیفات کا ذکر بھی اُن لوگوں کے حالات میں کیا ہے، جنہوں نے ان کو پڑھا ہے، اس لئے الانسانی نقص کی یہ ایک عجیب وغریب مثال ہے[۲] لیکن درر کامنہ کی چوتھی جلد میں ابن حجر نے اختصار کے ساتھ ان کے حالات لکھے ہیں، اور ان کی متعدد تصنیفات کا ذکر کر کے لکھا ہے کہ ان کے علاوہ اور بھی مختلف علوم میں ان کی تصنیفات ہیں، جن کے ساتھ ائمہ نے خاص طور پر اعتناء کیا ہے، اور مشرق بلکہ تمام شہروں میں علم بلاغت اور علم معقول میں وہ ذروہ کمال تک پہنچ گئے تھے، اور ان علوم میں ان کا کوئی نظیر نہ تھا، اور ان کے بعد بھی ان کا مثل پیدا نہیں ہوا[۳]

---

[۱] ملازادہ نے صرف ان کتابوں کی فہرست لکھی ہے جن کے آغاز و اختتام کے سنہ سے وہ واقف تھے، اس لئے ان کی (بقیہ حاشیہ ص ۲۸۱) فہرست مکمل نہیں ہے اور ان پانچوں کتابوں کے نام اس میں نہیں تھے، [۲] البدر الطالع جلد ۲ صہ ۳۰۵ [۳] الدرر الکامنہ جلد ۴ صفحہ ۳۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علی بن محمد السید الشریف الجرجانی

ولادت ۷۴۰ھ وفات ۸۱۶ھ

نام ونسب علی نام اور باپ کا نام محمد تھا، لیکن عام طور پر سید شریف جرجانی کے نام سے مشہور ہیں، پورا شجرہ نسب یہ ہے، علی بن محمد بن علی السید الزین ابوالحسن الحسینی، البدر الطالع بمحاسن من بعد القرآن التاسع میں ہے کہ وہ محمد بن زید داعی کی اولاد میں ہیں، اور اُن سے اُن کا شجرۂ نسب تیرہویں پشت میں جا کر ملتا ہے[1]

ولادت سیوطی نے بغیۃ الوعاۃ میں لکھا ہے کہ وہ ۷۴۰ھ میں جرجان میں پیدا ہوئے[2] لیکن مولانا عبدالحئی لکھنوی نے الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ میں حبیب السیر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ وہ اعمال استرآباد کے ایک گاؤں طاغون میں پیدا ہوئے۔

تعلیم وتربیت ابتدا میں تعلیم وتربیت اپنے وطن ہی میں حاصل کی اور مفتاح خود اس کے شارح (نور الطاوسی) اور انہی سے کشاف بھی سراج عمر المیانی کے کشف کے ساتھ پڑھی قطب کی شرح مفتاح کی تعلیم اُن کے بیٹے مخلص الدین ابی الخیر علی سے حاصل کی۔

معلوم ہوتا ہے کہ سید شریف جرجانی درسی کتابوں کو خود اُن کے مصنف سے پڑھنے کا خاص ذوق رکھتے تھے، اس لئے انہوں نے شمسیہ کی شرح کو (جو عام طور پر قطبی کے نام سے مشہور ہے) خود اس کے شارح قطب الدین رازی سے جو ہرات میں رہتے تھے، پڑھنا چاہا

---

[1] کتاب مذکور جلد اول ص ۴۸۸،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اس غرض سے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، لیکن وہ اس وقت بہت بوڑھے ہو چکے تھے، اور آنکھ کی بصارت جاتی رہی تھی، اس لئے انہوں نے خود تو معذرت کی لیکن اپنے ایک محقق طالب العلم سے جس نے خود ان سے یہ کتاب پڑھی تھی، اس کتاب کے پڑھنے کی ہدایت کی، وہ دوسرے شہر میں رہتے تھے، اس لئے سید شریف جرجانی نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کتاب کے پڑھنے کی خواہش کی، اتفاق سے ایک دولت مند شخص کا لڑکا ان سے یہی کتاب پڑھ رہا تھا، انہوں نے اس شرط کے ساتھ ان کو اجازت دی کہ مستقلاً تو وہ ان کو اس کتاب کا درس نہیں دے سکتے، البتہ وہ اس دولتمند لڑکے کے ساتھ خاموشی کے ساتھ شریک درس ہو سکتے ہیں ان کو بذات خود بولنے چالنے کی اجازت نہ ہو گی، اس شرط کے موافق سید شریف جرجانی خاموشی کے ساتھ شریک درس ہونے لگے، لیکن رات کے وقت جب مسجد میں اپنے حجرے میں داخل ہوتے، تو رات کے اکثر حصے میں جو کچھ ان سے سنتے تھے، بآواز بلند اس کو دہراتے تھے، اور کہتے تھے کہ مصنف شمسیہ نے یہ کہا ہے، شارح شمسیہ نے یہ بات کہی ہے، استاد کا یہ قول ہے اور میں یہ کہتا ہوں اپنے قول کے سلسلے میں نہایت عمدہ تقریر اور بہت سے اعتراضات کرتے تھے، اتفاق سے ایک بار استاد کا گزر ان کے حجرے کی طرف ہوا، تو اس تقریر سے اس قدر محظوظ ہوئے، کہ رقص کرنے لگے، پھر ان کو اثنائے درس میں بولنے کی اجازت دی، اور کہا جاتا ہے، کہ سید شریف نے شرح شمسیہ یعنی قطبی پر اثنائے درس ہی میں حاشیہ لکھا جو میر قطبی کے نام سے مشہور ہے۔

یہ بدر الطالع کی روایت ہے، لیکن مولانا عبدالحئی لکھنوی نے فوائد البہیہ میں لکھا ہے، کہ جب سید شریف سولہ بار شرح مطالع کو پڑھ چکے تو ان کے دل میں خیال ہوا کہ خود اس کے

لہ البدر طالع جلد اول ص ۴۸۹، ۴۹۰،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصنف سے اس کتاب کو پڑھنا چاہیے، اس وقت وہ ہرات میں تھے، سید شریف نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کتاب کے پڑھنے کی درخواست کی، لیکن وہ اس قدر بوڑھے ہو گئے تھے، کہ ان کے ابرو لٹک کر آنکھوں پر گر گئے تھے انہوں نے ابرو کو آنکھوں سے ہٹا کر دیکھا تو ایک جوان سامنے تھا بولے تم نوجوان ہو اور میں بوڑھا، میں تو تم کو نہیں پڑھا سکتا، البتہ اگر تم مجھ سے شرح مطالع پڑھنا چاہتے ہو تو مبارک شاہ کے پاس جاؤ، وہ اس کو اسی طرح پڑھائیں گے، جس طرح مجھ سے پڑھی ہے، اس وقت مبارک شاہ مصر میں رہتے تھے، اس لئے سید شریف مصر میں علامہ قطب الدین رازی کا خط لے کر گئے، تو انہوں نے شرائط مذکورہ بالا کے ساتھ ان کو درس کی اجازت دی، اور سید شریف نے ان شرائط کو منظور کر لیا، اس کے بعد وہ تمام واقعات پیش آئے، جو اوپر گزر چکے، اب انہوں نے ان تمام شرائط کو منسوخ کر دیا، اور سید شریف نے شرح مطالع کا حاشیہ نہیں لکھا[1]

سخاوی نے بھی الضوء اللامع میں اُن کے اساتذہ میں مبارک شاہ کا نام لیا ہے، اور لکھا ہے کہ انہوں نے اُن سے مواقف پڑھی، بہر حال سید شریف نے مصر میں بمقام سعید السعداء چار برس تک قیام کیا، اور اکمل الدین محمد بن محمود البابرتی سے ہدایہ اور علوم شرعیہ کی تعلیم حاصل کی[2] اس کے بعد انہوں نے بلاد روم کا سفر کیا، اور پھر وہاں سے بلادِ عجم میں آئے اور شیراز میں قیام کیا، اور یہیں درس و تدریس میں مشغول ہو گئے، الفوائد البہیہ میں قیام شیراز کی وجہ حبیب السیر کے حوالہ سے یہ لکھی ہے کہ ۷۷۹ھ میں شاہ شجاع الدین بن مظفر قصر زرد میں مقیم تھا، سید شریف نے اس کی ملازمت کرنی چاہی، تو فوجی لباس پہن کر علامہ تفتازانی کی خدمت میں جو شاہ شجاع کے دربار میں آمد و رفت رکھتے تھے، حاضر ہوئے، اور کہا کہ

---

[1] الفوائد البہیہ ص ۵۲ - [2] البدر الطالع جلد اول ص ۴۸۸ و الفوائد البہیہ

[3] الفوائد البہیہ ص ۵۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"میں ایک مسافر اور فنِ تیر اندازی کا ماہر ہوں آپ بادشاہ سے میری سفارش کر دیجئے تاکہ آسانی سے باریاب ہو جاؤں"

چنانچہ سید شریف علامہ سعدالدین تفتازانی کے ساتھ روانہ ہو کر قصر زرد کے دروازے تک پہنچے اور علامہ تفتازانی کے حکم سے دروازے پر کھڑے رہے، علامہ سعدالدین تفتازانی نے بادشاہ سے ان کے اوصاف بیان کئے، تو بادشاہ نے ان کو طلب کر کے کہا کہ

"مجھ کو اپنی تیر اندازی کے کمالات دکھاؤ"

سید شریف نے چند اجزا نکال کر جن میں انہوں نے مصنفین پر طنزاً اعتراض کئے تھے، بادشاہ کی خدمت میں پیش کر کے کہا کہ

"یہی میرے تیر ہیں، اور یہی میرا فن ہے"

بادشاہ کو ان کے علوِ مرتبت کا علم ہوا، تو ان کی بڑی عزت کی، اور ان کو اپنے ساتھ شیراز لے کر گیا، اور دارالشفاء کے درس و تدریس کی خدمت ان کے سپرد کی، اور سید شریف ۱۰ برس تک شیراز میں یہی خدمت انجام دیتے رہے[1] لیکن جب تیمور لنگ نے ۷۸۹ھ میں شیراز کو فتح کیا، تو سید شریف کو اپنے وزیر کی سفارش سے امان دے دی، اور جب اس کو معلوم ہوا کہ وہ یکتائے روزگار ہیں، تو ان کو حکم دیا کہ وہ ماوراء النہر چلے جائیں، چنانچہ اس حکم کے مطابق سید شریف نے ایک مدت تک سمرقند میں قیام کیا، اور درس دیتے رہے[2]

اس زمانے میں تمام بلادِ روم اور بلادِ عجم میں دو شخص سب سے بڑے صاحبِ کمال اور حریف مقابل سمجھے جاتے تھے، ایک سید شریف جرجانی اور دوسرے علامہ سعدالدین تفتازانی اور علمائے عجم اور علمائے روم میں دو گروہ بن گئے تھے، ایک سید شریف جرجانی کو اور دوسرا محقق تفتازانی کو ترجیح دیتا تھا، اور یہ اختلاف زمانہ مابعد میں بھی قائم رہا، محقق تفتازانی، مجالس

---

[1] الفوائد البہیہ ص ۵۵ [2] ایضاً ص ۵۴،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیمور کے صدر صدور تھے، لیکن تیمور سید شریف جرجانی کو اُن پر ترجیح دیتا تھا اور کہتا تھا کہ

"اگر ہم یہ فرض بھی کر لیں کہ علوم و فنون میں دونوں برابر ہیں، پھر بھی سید شریف جرجانی کو نسبی شرف حاصل ہے،"

اس سے سید شریف جرجانی کا دل بڑھ گیا، اور تیمور کی مجلس میں دونوں میں مناظرہ ہوا جس کی تفصیل ہم محقق تفتازانی کے حال میں لکھ چکے ہیں، اور سید شریف جرجانی نے[1] ان کو شکست دی،

وفات تیمور کے زمانے تک تو سید شریف جرجانی سمرقند ہی میں رہے، لیکن جب اس کا انتقال ہو گیا، تو پھر شیراز میں واپس آئے، اور وہیں ۶ ربیع الثانی ۸۱۶ھ میں وفات پائی، اور شیراز کی فصیل کے اندر خود اپنی بنائی ہوئی قبر میں دفن ہوئے[2]

تصنیفات سید شریف جرجانی کے دل میں بچپن ہی سے تصنیف و تالیف کا شوق پیدا ہوا، یہاں تک کہ انہوں نے بچپن ہی میں کافیہ کی شرح وافیہ پر حاشیہ لکھا[3] غالباً بچپن ہی میں علم صرف میں صرف میر، علم نحو میں نحو میر، اور منطق میں صغریٰ کبریٰ فارسی زبان میں لکھیں، جو اب تک درس نظامیہ کی ابتدائی کتابوں میں شامل ہیں، یہ ذوق عمر بھر قائم رہا، اور انہوں نے نہایت کثرت سے کتابیں لکھیں، جن کے نام یہ ہیں۔

نام کتاب	کیفیت
۱۔ شرح ایساغوجی	مختصر ابہری کی شرح ہے، جو میر ایساغوجی کے نام سے مشہور ہے،
۲۔ حاشیہ شرح مطالع	جس زمانہ میں مبارک شاہ سے شرح مطالع پڑھتے تھے، اسی زمانے میں اس کا حاشیہ

[1] الفوائد البہیہ ص ۵۳ [2] الفوائد اللامع جلد ۵ ص ۳۲۹، ۳۳۱ [3] الفوائد البہیہ ص ۵۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لکھا تھا،

۳	حاشیہ شرح تجرید	اصفہانی کی شرح تجرید طوسی کا حاشیہ ہے،
۴	حاشیہ مطول	اس میں محقق تفتازانی پر بکثرت اعتراضات کئے ہیں،
۵	حاشیہ شرح مختصر ابن الحاجب	مختصر ابن حاجب کی جو شرح عضد نے لکھی ہے، یہ اس کا حاشیہ ہے،
۶	حاشیہ شرح حکمۃ العین	.. ..
۷	الشریفیہ	فارسی میں کافیہ کی شرح ہے،
۸	شریفیہ	فن مناظرہ میں ایک رسالہ ہے،
۹	شرح مواقف	عضدالدین ایجی کی مواقف کی ضخیم شرح سات آٹھ جلدوں میں ہے، اور چھپ گئی ہے اس پر بکثرت علماء نے حاشیے لکھے ہیں،
۱۰	التعریفات	فقہاء، محدثین، متکلمین اور صوفیہ وغیرہ کی مصطلحات کی تشریح کی ہے،
۱۱	شرح تذکرہ طوسی	
۱۱	شرح تذکرہ طوسی	علم ہیئت میں محقق طوسی کی کتاب تذکرہ کی شرح ہے،
۱۲	حاشیۃ المشکوٰۃ	طیبی نے مشکوٰۃ پر جو حاشیہ لکھا ہے یہ اس کا خلاصہ ہے، اور اس پر سید شریف نے بہت کم اضافہ کیا ہے، علی قاری کے نزدیک یہ حاشیہ سید شریف جرجانی کا نہیں ہے لیکن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ سخاوی نے اس کا نام سید شریف جرجانی کی تصنیفات میں لیا ہے،

۱۳ رسالہ فی اصول الحدیث — حسن طیبی نے اصول حدیث پر جو کچھ لکھا ہے یہ اس کا خلاصہ ہے، مولوی عبدالحیٔ لکھنوی نے ظفر الامانی کے نام سے اس کی شرح لکھی ہے لیکن بعض لوگوں کے نزدیک یہ سید شریف جرجانی کا رسالہ نہیں ہے، بلکہ ابن ابی شریف کا ہے،

۱۴ شرح شمسیہ — منطق میں ہے

۱۵ شرح سراجیہ — سجاوندی کے فرائض سراجیہ کی شرح ہے،

سید شریف جرجانی کی تصنیفات کی یہ مختصر فہرست فوائد البہیہ اور معجم المطبوعات سے ماخوذ ہے لیکن سخاوی نے الضوء اللامع میں ان کی اور بہت سی تصنیفات کے نام بتائے ہیں، اور لکھا ہے کہ ان تصنیفات کی تعداد پچاس کتابوں سے زیادہ ہے[1]۔

---

[1] الضوء اللامع جلد ۵ ص ۳۲۹،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دورِ عثمانی

حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں لکھا ہے کہ اسلامی فتوحات کے بعد اوسط سلطنت عثمانیہ کے زمانہ تک روم میں فلسفہ وحکمت کی گرم بازاری رہی اور اس زمانے میں ایک شخص کے شرف کا معیار یہ تھا کہ وہ علوم عقلیہ ونقلیہ میں کس قدر کمال رکھتا ہے، اور اس زمانے میں بہت سے اکابر ایسے تھے، جنہوں نے حکمت وشریعت میں تطبیق دی تھی، مثلاً شمس الدین فناری، قاضی زادہ رومی، خواجہ زادہ، علامہ علی قوشجی، فاضل ابن المؤید، میر چلپی، علامہ ابن کمال، اور ان سب کے آخر میں فاضل ابن ختائی، لیکن جب تنزل کا زمانہ آیا تو بعض مفتیوں نے فلسفہ کے درس وتدریس کی ممانعت کر دی، اور ہدایہ اور اکمال کے پڑھنے پر لوگوں کو مجبور کیا، اس لئے روم میں ان علوم کا خاتمہ ہو گیا[1]

اس دورِ تنزل کے متعلق متعصب جرجی زیدان نے تاریخ ادب اللغۃ العربیہ" میں لکھا ہے کہ اس زمانہ میں علوم دخیلہ کا نظام بالکل درہم برہم ہو گیا، اور طبیعیات اور ریاضیات نے اوہام وخرافات کا قالب اختیار کر لیا، اور لوگوں نے ان علوم کی طرف توجہ بہت کم کر دی، اور تمدنِ اسلامی کی ترقی کے زمانہ میں ان کو ان علوم کا جو حصہ ملا تھا، ان پر کچھ اضافہ نہیں کیا اس لئے ان علوم کا تذکرہ فضول ہے، اس دور میں صرف منطق کے چند علماء پیدا ہوئے، اور

---

[1] کشف الظنون ص ۴۴۶-۴۴۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے جو کتابیں لکھیں وہ زیادہ تر فروعی اور دوسری کتابوں کی شرحیں ہیں، ریاضی دانوں کا ایک گروہ ضرور پیدا ہوا، لیکن زیادہ تر ان کا مشغلہ نماز یا اذان کے اوقات کی تعیین یا سعادت اور نحوست کا معلوم کرنا تھا[1] لیکن حاجی خلیفہ نے جن لوگوں کے نام بتائے ہیں، ان کے فلسفیانہ فضل وکمال سے انکار نہیں کیا جا سکتا، اس لئے ہم ان میں سے چند مشہور لوگوں کا حال لکھتے ہیں

---

[1] تاریخ آداب اللغۃ العربیہ جلد سوم ص ۲۲۷،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خواجہ زادہ

وفات ۸۹۳ھ

مصطفیٰ نام مصلح الدین لقب ہے لیکن عام طور پر خواجہ زادہ کے نام سے مشہور ہیں، ان کے والد جن کا نام یوسف تھا، بہت بڑے تاجر اور بہت بڑے دولت مند شخص تھے، ان کی اور اولاد تو خدم وحشم کے ساتھ امیرانہ زندگی بسر کرتی تھی، لیکن چونکہ خواجہ زادہ نے اپنے باپ کے تاجرانہ طریقہ کو چھوڑ کر علمی مشغلہ اختیار کر لیا تھا، اس لئے ان کے باپ اُن سے ناراض تھے، اور ان کے زمانہ شباب میں صرف ایک درہم روزانہ اُن کے لئے مقرر کر دیا تھا، اتفاق سے ایک دن ان کے والد کی ملاقات مولیٰ شمس الدین بخاری سے ہو گئی، اور انہوں نے دیکھا کہ خواجہ زادہ نہایت پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے صفِ نعال میں بیٹھے ہوئے ہیں، اور ان کے دوسرے بھائی لباس فاخرہ پہنے ہوئے خدم وحشم کے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہیں، اب انہوں نے ان کی اور اولاد کی طرف اشارہ کر کے پوچھا کہ "یہ لوگ کون ہیں" انہوں نے کہا کہ یہ میرے لڑکے ہیں، پھر خواجہ زادہ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ "یہ کون ہے" انہوں نے جواب دیا کہ یہ بھی میرا لڑکا ہے" اب مولیٰ شمس الدین بخاری نے اُن سے دریافت کیا" تو پھر یہ کیوں اس بُرے حال میں ہے،؟" انہوں نے جواب دیا کہ "اس نے چونکہ میرے طریقہ کو چھوڑ دیا ہے اس لئے میں نے اس کو نظر سے ہی گرا دیا ہے۔ مولیٰ شمس الدین بخاری نے اگرچہ انہیں بہت کچھ نصیحت کی، لیکن ان پر اس کا کچھ اثر نہیں ہوا، جب یہ لوگ چلے گئے تو انہوں نے خواجہ زادہ کو پاس بلا کر کہا کہ "اس بُری حالت میں پروانہ کرو، صحیح طریقہ تمہارا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی ہے، خدا نے چاہا تو تم کو نہایت بلند درجہ حاصل ہوگا، اور تمہارے اور بھائی تمہارے سامنے غلاموں کی طرح کھڑے ہوں گے"۔

اس وقت خواجہ زادہ کی حالت یہ تھی کہ اُن کے پاس صرف ایک قمیص تھی، اور کتاب کے خریدنے کی مقدرت نہیں رکھتے تھے، اس لئے سستے داموں کے کاغذ پر ان کو اپنے ہاتھ سے لکھ کر پڑھتے تھے، اس کے بعد ابن قاضی ایا ثلوغ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور مدرسہ اعزاس میں اُن سے اصولِ فقہ، علمِ کلام اور معانی و بیان کی تعلیم حاصل کر لی، پھر مولی خضر بک ابنِ جلال کی خدمت میں حاضر ہوئے جو بروسہ کے مدرسہ سلطانیہ میں مدرس تھے، اور ان سے بہت سے علوم کی تعلیم حاصل کی، وہ خواجہ زادہ کی اس قدر عزت کرتے تھے کہ کہتے تھے "کہ جب کوئی مشکل مسئلہ مجھ سے حل نہ ہو سکے تو وہ "عقلِ سلیم" یعنی خواجہ زادہ کے سامنے پیش کیا جائے" پھر مولی خضر بک نے خواجہ زادہ کو سلطان مراد کی خدمت میں اس سفارش کے ساتھ روانہ کیا کہ "یہ درس و تدریس کا استحقاق رکھتے ہیں"، سلطان مراد نے اس سفارش کو منظور کیا، لیکن چونکہ اس وقت آمادہ سفر تھا، اس لئے ان کو کستل کا قاضی مقرر کر کے روانہ ہوگیا، پھر جب سفر سے واپس آیا تو ان کو بروسہ میں ۲۰ درہم روزانہ کے وظیفہ پر مدرسہ اسدیہ کا مدرس مقرر کر دیا، اور خواجہ زادہ نے وہاں چھ سال تک قیام کر کے اس قدر فقر و فاقہ کے ساتھ علمی خدمت انجام دیں کہ گھر کا کام کاج خود کرتے تھے، اور یہیں انہوں نے شرح مواقف حفظ کر لی، اس کے بعد جب سلطان محمد خان کا دورِ حکومت آیا، علماء کو اس کے شوقِ علم کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے اس کے دربار کا رُخ کیا اور اسی سلسلے میں خواجہ زادہ نے بھی اس کے دربار میں حاضر ہونا چاہا، لیکن بے مائگی اور تہیدستی سے مجبور تھے، لیکن ایک ترک بچہ ان کا خادم تھا اور اس نے ان کے لئے آٹھ سو درہم قرض لئے، جس سے انہوں نے ایک گھوڑا اپنے لئے اور ایک اس کے لئے خریدا، اور سلطان محمد خان کے دربار میں اس وقت حاضر ہوئے، جب وہ قسطنطنیہ سے ادرنہ کو جا رہا تھا، وزیر محمود پاشا نے خواجہ زادہ کو دیکھا تو کہا کہ آپ مناسب وقت میں آئے، میں نے سلطان سے آپ کا تذکرہ کر دیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا، اس کے پاس تشریف لے جایئے، انہوں نے سلطان کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کیا، تو سلطان محمود پاشا سے دریافت کیا کہ "یہ شخص کون ہے" محمود پاشا نے خواجہ زادہ کا نام لیا، تو سلطان نے بڑے تپاک سے ان کا خیر مقدم کیا، اتفاق سے اس وقت اس کے ایک پہلو میں مولیٰ زیرک اور دوسرے پہلو میں مولا سیدی علی بیٹھے ہوئے تھے، سلطان نے خواجہ زادہ اور مولیٰ زیرک سے مناظرہ کرایا، اور دونوں کے درمیان بڑی طویل بحث ہوئی، مولیٰ سیدی علی اُٹھ کر چلے گئے، تو صرف خواجہ زادہ سلطان کے پہلو میں رہ گئے، اور بحث و مباحثہ کا سلسلہ جاری رہا۔ اور خواجہ زادہ نے مولا زیرک کو بالکل بند کر دیا یہاں تک کہ سلطان محمد خان نے مولیٰ زیرک سے کہہ دیا کہ "آپ کی بحث کچھ بھی نہ تھی" پھر مولیٰ زیرک بھی چلے گئے، اور صرف خواجہ زادہ سلطان کے پاس رہ گئے اور محل تک اس سے بات چیت کرتے چلے گئے، لیکن تعجب انگیز طریقہ پر سلطان محمد خان نے مولیٰ سیدی علی اور مولیٰ زیرک کو تو انعام و اکرام سے سرفراز فرمایا، اور خواجہ زادہ یوں ہی رہ گئے، یہاں تک کہ خود ان کا خادم ان کی خدمت سے یہ کہہ کر کنارہ کش ہو گیا کہ اگر آپ کے پاس علم ہوتا، تو آپ کو انہی دونوں کی طرح اعزاز حاصل ہوتا، اس حالت میں خواجہ زادہ ایک درخت کے سائے میں مغموم بیٹھے ہوئے تھے کہ سلطان کے تین دربان خواجہ زادہ کے خیمے کا پتہ پوچھتے ہوئے آئے، ان کا خیال تھا کہ اور اکابر داعیان کی طرح ان کا خیمہ بھی ہوگا، لیکن بعض لوگوں نے جب ان کو بتایا کہ جو شخص درخت کے سائے میں بیٹھا ہوا ہے، وہی خواجہ زادہ ہے، تو ان لوگوں نے پہلے تو اس کو تسلیم نہیں کیا پھر آ کر سلام کیا اور کہا کہ "آپ ہی خواجہ زادہ ہیں" انہوں نے اثبات میں جواب دیا، تو ان لوگوں نے کہا کہ کیا یہ صحیح ہے؟ "جواب پھر اثبات میں ملا تو اُن لوگوں نے کہا کہ "کیا آپ ہی مدرسہ اسدیہ کے مدرس ہیں؟ اور آپ ہی نے مولیٰ زیرک کو مناظرہ میں بند کر دیا تھا؟ اس کا جواب بھی خواجہ زادہ نے اثبات میں دیا تو ان لوگوں نے آگے بڑھ کر ان کا ہاتھ چوما اور کہا کہ "سلطان نے آپ کو خود اپنا استاد مقرر کیا ہے؟ خواجہ زادہ نے تو اس کو ایک مذاق سمجھا، لیکن ان لوگوں نے ان کے لئے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک خیمہ نصب کیا، اور گھوڑوں کا ایک طویلہ، غلاموں اور لباس فاخرہ اور دس ہزار درہم کے حاضر کیا، ان غلاموں نے ایک گھوڑے پر زین کسا، اور کہا کہ سلطان کے پاس چلئے، اب تک ان کا خادم سو رہا تھا، خواجہ زادہ نے پاس جاکر اس کو جگایا تو اس نے کہا کہ مجھ کو سونے دیجئے" انہوں نے کہا کہ اٹھ اور میری حالت دیکھ، اس نے کہا کہ مجھ کو آپ کی حالت معلوم ہے، مجھ کو سونے دیجئے، لیکن انہوں نے اصرار کیا تو اس نے اُٹھ کر ان کی حالت دیکھی، تو تعجب سے کہا کہ "یہ کیا ہے" انہوں نے کہا کہ میں سلطان کا استاد مقرر ہو گیا اب خادم نے ان کے ہاتھ چومے، اور اپنے قصور کی معافی مانگی، اس کے بعد خواجہ زادہ نے اسی وقت خادم کا قرضہ جس کی مقدار آٹھ سو درہم تھی، ادا کیا، پھر سلطان کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور سلطان نے ان سے علم صرف میں عزالدین زنجانی کا متن پڑھا، اور انہوں نے اس کی شرح لکھی اور اب وہ سلطان کے اس قدر مقرب بارگاہ ہو گئے، کہ محمود پاشا کو رشک وحسد پیدا ہوا اور اس نے ایک دن سلطان سے کہا کہ "وہ فوج کے قاضی بننا چاہتے ہیں، سلطان نے کہا کہ وہ میری صحبت کیوں چھوڑنا چاہتے ہیں، اس نے کہا کہ ان کی یہی خواہش ہے" پھر خواجہ زادہ سے کہا کہ سلطان نے آپ کو فوج کا قاضی بننے کا حکم دیا ہے" انہوں نے کہا کہ میں تو اس عہدے کو نہیں چاہتا اس نے کہا کہ بہر حال یہ حکم ہو چکا ہے، اب انہوں نے تعمیل حکم کی، اور فوج کے قاضی ہو گئے، ابھی تک ان کے باپ زندہ تھے، اور جب ان کو معلوم ہوا کہ ان کا لڑکا فوج کا قاضی ہو گیا ہے تو پہلے تو اس کی تصدیق نہیں کی، لیکن جب یہ واقعہ بتواتر معلوم ہوا تو بروسہ سے اور نہ میں اپنے لڑکے کی ملاقات کے لئے روانہ ہوئے، اور جب اور نہ کے قریب پہنچے تو خواجہ زادہ نے شہر کے علماء واکابر کے ساتھ ان کا استقبال کیا، اور ان کے والد کو اپنے لڑکے کی اس شان وشوکت پر سخت تعجب ہوا، لیکن جب خواجہ زادہ نے اپنے باپ کو دیکھا تو اپنے گھوڑے سے اُتر گئے اور ان کے باپ نے بھی گھوڑے سے اُتر کر خواجہ زادہ کے ہاتھ چومے اور ان کو گلے لگایا اور ان سے اپنی بے اعتنائی کی معذرت کی، اس پر خواجہ زادہ نے کہا کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اگر آپ مجھ کو مال و دولت عطا فرماتے، تو مجھ کو یہ جاہ منصب حاصل نہ ہوتا" اس کے بعد خواجہ زادہ نے اُن کو سلطان کے سامنے پیش کیا.......انہوں نے سلطان کی خدمت میں قیمتی ہدیے پیش کیے، اور سلطان کے ہاتھ چومے، پھر خواجہ زادہ نے اپنے باپ کے اعزاز میں ایک بڑی دعوت کی، جس میں تمام علماء و اکابر حسبِ مراتب بیٹھے، لیکن اکابر کے ہجوم سے ان کے بھائیوں کو مجلس میں بیٹھنے کا موقع نہیں ملا اور وہ خادموں کی طرح کھڑے رہے، اب خواجہ زادہ نے دل میں کہا کہ "یہ وہی بات ہے جو شیخ شمس الدین نے مجھ سے کہی تھی" اس کے بعد سلطان نے ان کو بروسہ کے مدرسہ سلطانیہ کا مدرس روزانہ پچاس درہم کے وظیفہ پر مقرر کیا، اور خواجہ زادہ اس کو سرمایہ نازش و افتخار سمجھتے رہے، خود ان کا بیان ہے کہ جب میں بروسہ میں مدرسہ سلطانیہ کا مدرس تھا اس وقت میرا سن ۳۳ سال کا تھا، اور اس وقت میرے دل میں علم کے سوا کسی اور چیز کی محبت نہ تھی" ان کو مدرسہ سلطانیہ کی مدرسی پر قوج کی، قضارت اور سلطان محمد خان کی معلمی سے بھی زیادہ فخر و ناز تھا، حالانکہ اس وقت اُن کی آمدنی ایک لاکھ درہم کی تھی، اس کے بعد وہ پہلے ادرنہ کے پھر قسطنطنیہ کے قاضی مقرر کئے گئے، اور اگر انہوں نے اس عہدے کو قبول نہ کر لیا ہوتا، اور صرف مدرس ہی رہتے تو اور بھی زیادہ علمی خدمت کر سکتے تھے۔

اس کے بعد سلطان محمد خان نے محمد پاشا قرمانی کو اپنا وزیر بنایا، جو مولیٰ علی طوسی کے شاگرد تھے، اور اس وجہ سے خواجہ زادہ کے ساتھ تعصب رکھتے تھے، اور اسی تعصب کی بناء پر انہوں نے سلطان محمد خان سے کہا کہ خواجہ زادہ کو قسطنطنیہ کی آب و ہوا ناموافق ہے اور کہتے ہیں کہ مجھ کو جو علوم حفظ تھے، وہ سب یہاں بھول گئے وہ ازنق کی آب و ہوا کی تعریف کرتے تھے، اب سلطان نے ان کو ازنق کا قاضی مقرر کیا، اور اس کے ساتھ وہاں کے مدرسہ کا مدرس بھی بنا دیا، وہ اس حکم کی وجہ سے ازنق تو چلے گئے، لیکن بعد کو عہدہ قضاءت سے اس بناء پر الگ ہو گئے کہ اس سے علمی مشاغل میں رکاوٹ پیدا ہوتی تھی، اور صرف

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدرسی پر قناعت کر لی، اور سلطان محمد خان کی وفات تک اسی عہدے قائم رہے۔

محمد پاشا قرمانی ہی کے عہد وزارت میں خواجہ زادہ ازنیق سے قسطنطنیہ میں دوبارہ واپس آئے، جس کی وجہ یہ تھی کہ اس وزیر نے مولیٰ خطیب زادہ کو خواجہ زادہ کے ساتھ مناظرہ کرنے کی ترغیب دی تھی، اس لئے وہ قسطنطنیہ میں ازنیق سے آئے، اور اس کے دربار میں اس شان وشوکت کے ساتھ گئے کہ آگے آگے ان کے تلامذہ کا ایک گروہ تھا، وزیر قرمانی نے ان کی یہ شان وشوکت دیکھی، تو حیرت زدہ ہوگیا، اور دروازے تک استقبال کرکے لایا، اور اپنی جگہ خود اُن کو بٹھایا، اور خود ان کے سامنے بیٹھا، اور اُن کے تلامذہ اردگرد کھڑے رہے، وزیر نے کچھ دیر تک اُن سے گفتگو کی، پھر اُٹھ کھڑا ہوا، اور اُن کے تمام تلامذہ ان کے رکاب کو تھام کر آگے آگے چلے اور اسی طرح ان کو گھر تک پہنچادیا، ان کی اس شان وشوکت کو دیکھ کر وزیر قرمانی نے آہ سرد بھری، اور کہا کہ "ہم ان کی عزت کو نقصان نہیں پہنچا سکے، ہم کو یہ معلوم نہ تھا کہ ان کی عزت علم سے ہے، عہدے سے نہیں، بہر حال وہ قسطنطنیہ میں آئے اور ان کو خطیب زادہ کے ساتھ مناظرہ کرنے کا حال معلوم ہوا، تو انہوں نے کہا کہ

"پہلے وہ میرے شاگردوں سے مناظرہ کرلیں، اگر وہ ان پر غالب آجائیں تو اس کے بعد مجھ سے مناظرہ کریں"

خطیب زادہ نے یہ بات سنی تو کہا کہ

"وہ مجھ سے مناظرہ کرنے کی جرأت نہیں رکھتے، اس لئے قدم پیچھے ہٹا رہے ہیں"

خواجہ زادہ نے اس کو سنا تو ازنیق میں ایک خادم کو اپنی کتابیں لانے کے لئے بھیجا اب سنان پاشا وزیر کے پاس گئے اور کہا "کیا آپ خطیب زادہ کو ذلیل کرنا چاہتے ہیں"، وزیر نے کہا، "نہیں" اب اس نے کہا کہ "جب خواجہ زادہ اپنا مطالعہ مکمل کرلیں گے تو کوئی شخص ان سے مناظرہ کرنے کی طاقت نہیں رکھے گا"، اب خود وزیر نے خواجہ زادہ کو حکم دیا کہ وہ ازنیق چلے جائیں، لیکن اس کے چند ہی روز بعد سلطان محمد خان کا انتقال ہوگیا، اور سلطان بایزید خان تخت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نشین ہوا، اور خواجہ زادہ کو بروسہ کے مدرسہ عطائیہ کا سو درہم روزانہ کے وظیفہ پر مدرس مقرر کردیا، اس کے بعد ان کو بروسہ کا مفتی مقرر کیا، اور وہ ایک مدت تک اسی عہدہ پر رہے، اور اسی حالت میں ۸۹۳ھ میں بروسہ میں انتقال کیا، اور سید بخاری کے جوار میں مدفون رہے۔ خواجہ زادہ کی فلسفیانہ تصنیفات میں متعدد کتابیں ہیں، ایک تو شرح مواقف کا حاشیہ ہے جس کو انہوں نے سلطان بایزید کے حکم سے لکھا، دوسرے مولازادہ کی شرح ہدایۃ الحکمۃ کے حاشیہ، طوالع کی شرح ہے جس کا صرف مسودہ ہی مسودہ رہ گیا، اس کے علاوہ اور بھی بہت سے مسودات تھے جو ضائع گئے[1]۔ لیکن ان کی سب سے مشہور کتاب تہافتۃ الفلاسفہ ہے جس کی تصنیف کی تاریخ یہ ہے کہ سب سے پہلے امام غزالی نے تہافتۃ الفلاسفہ کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی، جس میں حکماء کے بہت سے مسائل کی تردید کی تھی، امام غزالی کے بعد ابن رشد نے اس کے رد میں ایک کتاب تہافتۃ الفلاسفہ کے نام سے لکھی، جس میں امام غزالی کے اعتراضات کے جواب دیئے، ان دونوں کے بعد سلطان محمد خان نے مولیٰ علی طوسی اور مولیٰ خواجہ زادہ کو ان دونوں کتابوں پر محاکمہ لکھنے کا حکم دیا، اور خواجہ زادہ نے چار مہینے میں اور علی طوسی نے چھ مہینے میں ان دونوں کتابوں پر محاکمہ لکھا، اور سلطان نے دونوں کو اس کے صلہ میں دس ہزار درہم عطا کئے، لیکن چونکہ علماء نے خواجہ زادہ کی کتاب کو علی طوسی کی کتاب پر ترجیح دی تھی، اس لئے ان کو دس ہزار درہم کے ساتھ ایک عمدہ خلعت بھی دیا، جس سے طوسی کو رنج ہوا، اور وہ ناراض ہو کر بلادِ عجم میں چلے آئے[2]۔

---

[1] خواجہ زادہ کے یہ حالات الشقائق النعمانیہ برحاشیہ ابن خلکان از ص ۱۴۳ تا ص ۱۵۲ سے ماخوذ ہیں۔

[2] الشقائق النعمانیہ برحاشیہ ابن خلکان جلد اول ص ۱۰۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکمائے متأخرین

علامہ جلال الدین دوانی

وفات ۹۱۸ھ

محمد نام، جلال الدین لقب اور باپ کا نام اسعد تھا، کازرون کے ایک گاؤں دوان میں پیدا ہوئے، اور ابتدائی تعلیم اپنے باپ سے حاصل کی، ان کے علاوہ مجوی الاری اور حسن بن بقال سے بھی تعلیم حاصل کی، اور خاص طور پر علوم عقلیہ میں اس قدر مشہور ہوئے کہ روم خراسان اور ماوراء النہر کے طلبہ آ آ کر ان سے تعلیم حاصل کرنے لگے، عام شہرت کی وجہ سے بکثرت لوگ ان کے شاگرد ہوئے، اور اس حسنِ ادب کے ساتھ ان سے تعلیم حاصل کی کہ جب وہ اثنائے درس میں بولتے تھے، تو ان کے تلامذہ سر جھکا لیتے تھے، اور ایک حرف بھی منہ سے نکالنے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے، سلطان وقت نے ان کو اس دیار کا قاضی مقرر کر دیا، اور سلطان یعقوب نے اُن کے اس عہدے کو قائم رکھا۔

۹۱۸ھ میں وفات پائی، سخاوی نے الضوء اللامع میں لکھا ہے کہ وہ ۸۹۷ھ تک زندہ تھے، اور اس وقت اُن کی عمر ستر سال سے کچھ اوپر تھی، اس بنا پر انہوں نے نوّے سال کی عمر پائی، انہوں نے متعدد کتابیں لکھیں، جن میں ایک تو علامہ قوشجی کی شرح تجرید پر حاشیے لکھے، جو حواشی قدیمہ وجدیدہ کے نام سے مشہور ہیں، اسی طرح شرح مطالع پر دو حاشیہ حواشی قدیمہ وجدیدہ لکھے، شرح شمسیہ یعنی قطبی پر بھی حاشیہ لکھا، اور اس میں اپنے معاصر صدر الشیرازی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر اعتراضات کئے، ان کے علاوہ ان کی تصنیفات میں سے علم کلام میں شرح عقائد عضدیہ حکمت الاشراق میں شرح ہیاکل النور فلسفہ میں رسالہ زوراء منطق میں شرح تہذیب، اثبات واجب الوجود میں دو رسالے قدیم و جدید، اصول میں قاضی عضد کی شرح مختصر، فقہ شافعی میں فتاوے الانوار پر حاشیہ، سورہ اخلاص کی تفسیر میں ایک رسالہ، انموذج العلوم کے نام سے ایک رسالہ لکھا جس میں مختلف علوم کے معرکۃ الآرا مسائل بیان کئے فرعون کے ایمان کے متعلق ایک رسالہ لکھا جس میں قاری کی کے رسالہ فر العون ممن یدعی ایمان فرعون کا رد لکھا۔

اُن کی یہ تمام کتابیں مشہور و مقبول ہوئیں، اور اُن سے اُن کا تبحر علمی ظاہر ہوتا ہے[1]

---

[1] علامہ جلال الدین دوانی کے یہ مختصر حالات الضوء اللامع جلد ۷ ص ۱۳۳، البدر الطالع جلد ۲ صفحہ ۱۳۰ اور التعلیقات السنیہ ص ۳۹، سے ماخوذ ہیں،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علاء الدین علی طوسی

نویں صدی

بلادِ عجم میں اپنے زمانہ کے علماء سے علوم عقلیہ و نقلیہ کی تعلیم حاصل کی، اس کے بعد بلادِ روم میں آئے، اور یہاں سلطنت مراد خان اُن کے ساتھ با اعزاز پیش آیا، اور اپنے باپ سلطان محمد خان کے مدرسہ بروسہ میں ان کو پچاس درہم روزانہ کے وظیفہ پر مدرس مقرر کر دیا، پھر سلطان محمد خان نے جب قسطنطنیہ کو فتح کیا، اور وہاں کے آٹھ گرجوں کو مدرسہ بنایا، تو اُن میں سے ایک مدرسہ میں سو درہم روزانہ کے وظیفہ پر ان کو مدرس مقرر کر دیا، اور اس کے ساتھ قسطنطنیہ کے قریب ان کو ایک گاؤں بھی دیا، جو قریہ مدرس کے نام سے مشہور ہے ایک گاؤں مولیٰ خواجہ زادہ اور ایک گاؤں مولیٰ عبد الکریم کو بھی عنایت کیا، اسی طرح اور گاؤں میں بھی اس زمانے کے فضلاء میں سے ایک ایک مدرس مقرر کیا، اس کے بعد جب سلطان محمد خان نے آٹھوں مدرسے قائم کئے، تو گاؤں کے مدرسے قسطنطنیہ میں منتقل ہو گئے، اور ایک خاص جگہ مولیٰ علی الطوسی کے لئے مقرر کی، جو جامع زیرک کے نام سے مشہور ہوئی، اور اس کے آس پاس چالیس حجرے تھے، جن میں طلبہ رہتے تھے، ایک دن سلطان محمد خان بذاتِ خود اس مدرسہ میں آیا، اور بعض طلبا کو حکم دیا کہ مولیٰ علی طوسی کو بلا لائیں، وہ آئے، تو ان کو حکم دیا کہ اپنی جگہ پر بیٹھ کر اس کے سامنے طلبہ کو درس دیں، طلبہ نے سید شریف کے شرح عضد کے حواشی پڑھنے شروع کئے، تو چونکہ خود سلطان مجلسِ درس میں موجود تھا، اس لئے فرطِ مسرت میں نہایت دقیق مسائل حل کئے، اور سلطان بھی اُن کے فضل و کمال کو دیکھ کر نہایت مسرور ہوا، اور ان کو خلعتِ فاخرہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ دس ہزار درہم اور ہر طالب العلم کو پانچ سو درہم عطا کئے، اس کے بعد سلطان ایک دن مولیٰ خواجہ زادہ کے مدرسہ میں بھی گیا، وہ درس دینے کے لئے تیار تھے، کہ اسی حالت میں پہنچ کر سلطان نے ان کو سلام کیا، لیکن خود جماعت کے اندر نہیں گیا، اور ان کو درس میں مشغول رہنے کا حکم دے کر چلا گیا، اس کے بعد سلطان محمد خان نے مولیٰ علی طوسیٰ اور خواجہ زادہ کو امام غزالی اور حکمار کو تہافتہ الفلاسفہ کے درمیان محاکمہ لکھنے کا حکم دیا، اور دونوں نے محاکمہ لکھا، تو ہر ایک کو اس کے صلے میں دس ہزار درہم عطا کئے مگر چونکہ لوگوں نے خواجہ زادہ کی کتاب کو مولیٰ علی طوسیٰ کی کتاب پر ترجیح دی تھی، اس لئے ان کو خلعتِ فاخرہ بھی دیا، جس سے ناراض ہو کر مولیٰ علی طوسیٰ بلادِ عجم میں چلے گئے اور وہاں تبریز میں شیخ الٰہی سے جو اُن کے شاگرد تھے ملے، اور انہوں نے تبریز کے ایک باغ میں ان کی دعوت کی، جس میں ایک نہر جاری کی، مولیٰ علی طوسی اس کے پاس سر جھکائے غور و فکر کرنے لگے، تو شیخ نے پوچھا کہ

"آپ کیا غور و فکر کرنے لگے"

انہوں نے کہا کہ

"بلادِ روم اور وہاں کے مناصب کو چھوڑ کر مجھے جو پریشانی لاحق ہوئی تھی، وہ یہاں دور ہو گئی۔

اب شیخ نے فارسی کا ایک شعر پڑھا، جس کا مضمون یہ تھا کہ

"اطمینانِ قلب انسان کی تمام آرزؤں سے بہتر ہے"

اس شعر کو سُن کر مولیٰ علی طوسیٰ نے ایک چیخ ماری، اور بیہوش ہو کر گر پڑے، افاقہ ہوا تو ورارالنہر میں پہنچ کر شیخ عارف باللہ خواجہ عبیداللہ سے ملے، اور وہاں تصوف کے مقامات عالیہ حاصل کئے۔

ان کی فلسفیانہ کتابوں میں سید شریف جرجانی کی شرح مواقف اور ان کی شرح مطالع پر حاشیے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علی بن محمد قوشجیؒ

وفات ۸۷۹ھ

نام ونسب علی نام، علاؤ الدین لقب اور باپ کا نام محمد تھا، جو الغ بیگ کا خادم تھا، اور بازوں کی حفاظت اور نگرانی کرتا تھا، اس لئے اس کو قوشجی کہتے تھے، جس کے معنی بازوں کے محافظ کے ہیں، لیکن مولانا عبد الحئی لکھنوی نے الفوائد البہیہ کے حاشیہ التعلیقات السنیہ میں حبیب السیر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ علامہ قوشجی بچپن میں الغ بیگ کے منظورِ نظر تھے، اور وہ محبت سے ان کو اپنا بیٹا کہتا تھا، اور خصوصیتِ خاص کی بناء پر اپنے ہاتھ سے چڑیا کو ان کے ہاتھ پر رکھ دیتا تھا، اور یہی قوشجی کے معنی ہیں، اس لئے وہ اس لقب سے مشہور ہوئے[۱]

تعلیم وتربیت علمائے سمرقند سے اور خود الغ بیگ سے جس کو فنِ ریاضی کا شوق تھا، علمِ ریاضی کی تعلیم حاصل کی، پھر بلادِ روم کا سفر کیا، اور وہاں قاضی زادہ رومی سے ریاضی پڑھی، اس کے بعد الغ بیگ سے چھپ کر بلادِ کرمان میں آئے، اور مدتوں وہاں مقیم رہے، اور وہیں شرح تجرید لکھی، اس کے بعد سمرقند میں آکر الغ بیگ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو اس نے اتنے دنوں کی غیر حاضری پر ناراضی ظاہر کی، تو یہ عذر کیا کہ "میں صرف تحصیلِ علم کے لئے اتنے دنوں تک خدمت سے محروم رہا" الغ بیگ نے ان کے اس عذر کو قبول کیا، اور کہا کہ تمہارے پاس کون سا ہدیہ لے کر آئے ہو" انہوں نے کہا کہ "ایک رسالہ لایا ہوں جس میں میں نے چاند کی

---

[۱] التعلیقات السنیہ علی الفوائد البہیہ ص ۳۸،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشکلوں کو حل کیا ہے اور یہ وہ مشکلیں ہیں جن کو قدما بھی حل نہیں کر سکتے تھے۔ الغ بیگ نے کہا کہ "اُس رسالے کو لاؤ تو میں دیکھوں، کہ اُس میں تم نے کہاں کہاں غلطی کی ہے،" وہ اس رسالے کو لائے اور کھڑے ہو کر سنایا، تو الغ بیگ نے اس کو بہت پسند کیا۔

الغ بیگ نے سمرقند میں مصارفِ کثیر سے ایک رصدخانہ قائم کیا تھا، اور اوّل اوّل اس رصدخانہ کا مہتمم غیاث الدین جمشید کو جو فنِ ریاضی کے بڑے ماہر تھے، مقرر کیا تھا، لیکن رصدخانہ کی ابتدا ہی تھی، کہ اس نے وفات پائی، اُس کے قاضی زادہ رومی اُس کے مہتمم مقرر ہوئے، لیکن رصدخانہ کی تکمیل سے پہلے ہی ان کا بھی انتقال ہو گیا، اُن کے بعد علامہ قوشجی اس کے مہتمم مقرر ہوئے، اور انہوں نے رصدخانہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا اور اس رصدخانہ کے مشاہدات سے جو نتائج حاصل ہوئے، ان کو قلم بند کیا گیا، جس کا نام زیجِ جدید رکھا گیا، اور وہ تمام زیجوں میں بہترین اور قریب الصحت قرار پائی۔

الغ بیگ کی وفات کے بعد اس کی بعض اولاد کے ہاتھ میں عنانِ سلطنت آئی، تو اس نے علامہ قوشجی کی خاطر خواہ قدردانی نہیں کی، اس لئے اس سے ناراض ہو کر علامہ قوشجی نے حج کی اجازت مانگی، اور تبریز میں آئے، اس وقت تبریز کا بادشاہ سلطان حسن طویل تھا، اور اُس نے علامہ قوشجی کی بڑی قدر و منزلت کی، اور ان کو سلطان محمد خان کی خدمت میں سفیر بنا کر بھیجا، تاکہ وہ ان دونوں میں مصالحت کرا دیں، علامہ قوشجی سلطان محمد خان کی خدمت میں آئے، تو انہوں نے سلطان حسن طویل سے بھی زیادہ اُن کی قدر و منزلت کی، اور یہ درخواست کی کہ اب وہ اس کے یہاں قیام فرمائیں، انہوں نے اس شرط کے ساتھ اس کو قبول کیا کہ وہ اس پیغامِ صلح کا جواب پہنچانے کے بعد واپس آ کر اس کے یہاں قیام کریں گے، جب وہ سفارت کا کام پورا کر کے واپس آئے، تو سلطان محمد خان نے راستے میں ان کی خدمت کے لئے اپنے خدام کی ایک جماعت کو روانہ کیا، جس نے راستہ میں ان کی خدمت کی، اور سلطان کے حکم سے ہر منزل پر ایک ہزار درہم صَرف کئے، اب وہ اس جاہ و اعزاز کے ساتھ قسطنطنیہ میں آئے، اور سلطان محمد خان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہدیۂ علم حساب میں ایک رسالہ پیش کیا جس کا نام محمدیہ تھا، اس کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعد جب سلطان محمد خان سلطان حسن طویل کے ساتھ جنگ کرنے کے ارادہ سے نکلا، تو علامہ قوشجی کو بھی ساتھ لے لیا، اور اسی سفر میں سلطان محمد خان کے نام پر علم ہیئت میں ایک رسالہ لکھا اور چونکہ وہ عراق عجم کی فتح کے زمانے میں لکھا گیا تھا، اس لئے اس کا نام رسالہ فتحیہ رکھا، اس کے بعد جب سلطان محمد خان قسطنطنیہ میں واپس آیا، تو علامہ قوشجی کو مدرسہ ایا صوفیہ کا مدرس مقرر کیا، اور روزانہ ان کی تنخواہ دوسو درہم مقرر کی، اور ان کے علاوہ ان کے اولاد و اتباع کے بھی جن کی تعداد دوسو سے زائد تھی، مناسب مقرر کئے، علامہ قوشجی اس شان و شوکت کے ساتھ قسطنطنیہ میں آئے، تو قسطنطنیہ کے تمام علماء نے ان کا استقبال کیا، اور ان سے علمی گفتگو بھی رہی، اثنائے گفتگو میں علامہ قوشجی نے بحر ہرمز میں جو مدوجزر دیکھا تھا، اس کا ذکر کیا، تو خواجہ زادہ نے جزر و مد کا سبب بیان کیا، سید شریف جرجانی، اور علامہ تفتازانی میں تیمور لنگ کی مجلس میں جو مناظرہ ہوا تھا، اس کا ذکر آیا تو علامہ قوشجی نے علامہ تفتازانی کو ترجیح دی، لیکن خواجہ زادہ نے اُن سے اختلاف کیا اور کہا کہ

"پہلے میرا بھی یہی خیال تھا، لیکن جب میں نے اس بحث پر تحقیقی نظر ڈالی، تو معلوم ہوا کہ سید شریف جرجانی حق پر تھے، اور اس کو میں نے اپنی کتاب کے حاشیہ پر لکھ لیا، چنانچہ جہاز سے نکل کر خواجہ زادہ کے حکم سے ان کا ایک خادم وہ کتاب لایا، اور علامہ قوشجی نے اس حاشیہ کو دیکھا تو پسند کیا"

اس کے بعد جب علامہ قوشجی سلطان محمد خان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس نے کہا کہ:-

"تم نے خواجہ زادہ کو کیسا پایا"؟

بولے کہ :-

"عجم اور روم میں ان کا کوئی نظیر نہیں"

سلطان محمد خان نے کہا کہ:

"عرب میں بھی ان کا کوئی نظیر نہیں"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعد کو خواجہ زادہ سے علامہ قوشجی کے تعلقات اور بھی مستحکم ہو گئے، چنانچہ علامہ علی طوسی جب بلادِ عجم میں گئے اور وہاں ان کی ملاقات علامہ قوشجی سے ہوئی، اور انہوں نے پوچھا کہ کہاں جاتے ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ "بلادِ روم میں" بولے وہاں کو بیج سے جس کو خواجہ زادہ کہتے ہیں، میل لاپ رکھنا، چنانچہ اس پر علامہ قوشجی نے اپنی لڑکی کی شادی خواجہ زادہ کے لڑکے سے اسی طرح خواجہ زادہ نے اپنی لڑکی کی شادی علامہ قوشجی کے نواسے قطب الدین سے کر دی۔

وفات | محمد بن علی شوکانی نے البدر الطالع میں لکھا ہے کہ مجھے علامہ قوشجیؒ کا سنہ وفات معلوم نہ ہو سکا، البتہ سلطان محمد خان نے جس کے زمانے میں وہ روم میں آئے، ۸۸۶ھ میں وفات پائی، لیکن مولانا عبدالحئی لکھنوی نے التعلیقات السنیہ میں کشف الظنون کے حوالہ سے لکھا ہے کہ انہوں نے ۸۷۹ھ میں وفات پائی[۱] اور قسطنطنیہ میں حضرت ابوایوب انصاری کے جوار میں دفن ہوئے۔

تصنیفات | علامہ قوشجی کی تصنیفات میں سب سے زیادہ مشہور کتاب شرح تجرید ہے جس میں قدماء کے فوائد کا نہایت عمدہ خلاصہ کیا ہے، اور اس کے ساتھ خود طبعزاد نتائج کا اضافہ کیا ہے، اس کے علاوہ ان کی تصنیفات دو رسالے "محمدیہ" اور فتحیہ ہیں جن کا ذکر اوپر گزر چکا ہے، علامہ تفتازانی نے اوائل کشاف کی جو شرح لکھی تھی، اس پر حاشیہ لکھا ہے، علم صرف میں ایک کتاب لکھی ہے، جس کا نام عنقود الزہور یا عنقود الزواہر ہے، ایک رسالہ مباحثِ حد میں لکھا ہے، جس میں ان تمام مباحث کی تحقیق کی ہے، جن کو سید شریف جرجانی نے شرح مطالع کے حاشیہ میں اس بحث پر لکھا ہے کہ ایک جلد میں بیس متن جمع کیے تھے جن میں ہر ایک متن الگ الگ علوم میں تھا، اور اس کا نام محبوب الحمائل رکھا تھا، ان کا ایک غلام

---

[۱] التعلیقات السنیہ ص ۸۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمیشہ اس مجموعہ کو ساتھ رکھتا تھا، اور وہ ہر وقت اس کا مطالعہ کرتے رہتے تھے، اور ان میں جو علوم تھے، ان سب کو حفظ کر لیا تھا۔[1]

---

[1] علامہ توشجی کے یہ حالات البدر الطالع جلد اول ص ۴۹۵، ۴۹۶، اور "الشقائق النعمانیہ" برحاشیہ ابن خلکان جلد اول ص ۱۷۷ تا ۱۸۱ سے ماخوذ ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میر محمد باقر داماد

وفات ۱۰۴۱ھ

ان کا پورا نام میر محمد باقر ہے، لیکن عام طور پر داماد کے عرف سے مشہور ہیں، جو فی الحقیقت ان کے والد سید محمد کا عرف تھا، کیونکہ وہ مشہور عالم شیخ علی ابن عبدالعلی کے داماد تھے۔

میر محمد باقر داماد نے اپنی ابتدائی تعلیم مشہد میں حاصل کی، لیکن ان کی عمر کا بیشتر حصہ اصفہان میں گذرا، اور وہ شاہ عباس کے دربار میں نہایت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، تاریخ طبعی نیز فلسفے سے انہیں خاص شغف تھا، چنانچہ صاحب قصص العلماء نے لکھا ہے کہ

"انہوں نے مشاہدہ و معائنہ کی غرض سے ایک شیشے کے ظرف میں شہد کا چھتہ لگایا تھا، اور شہد کی مکھیوں کے عادات و خواص کا مطالعہ کیا کرتے تھے، فلسفی ہونے کے ساتھ شاعر بھی تھے، اور اشراق تخلص کرتے تھے، اخیر عمر میں اصفہان سے زیارت عتبات عالیہ کے لیے گئے اور وہیں ۱۶۳۱ء میں وفات پائی" [1]

ان کی تمام تصنیفات عربی میں ہیں، اور معجم المطبوعات جلد اول ص ۸۹ میں ان کی فلسفیانہ کتابوں کے نام یہ بتائے ہیں، ۔

"قبسات، صراط مستقیم، حبل المتین"

---

[1] براؤن کی تاریخ ادبیات ایران در عہد جدید ص ۵۸۳، ۵۸۷، اس کے علاوہ اور کتابوں میں بھی اُن کے مختصر حالات ملتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے علاوہ ان کی اور کتابوں کے نام یہ ہیں،

"شارع النجاۃ (فقہ میں) السبع شداد، (اصول میں) عیون المسائل، نبراس ایضاً خلعۃ الملکوت کتاب الرواشح السمایہ،"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمد بن ابراہیم شیرازی

وفات ۱۰۵۰ھ

محمد نام، صدر الدین لقب اور عام طور پر ملا صدرا کے نام سے مشہور ہیں، باپ کا نام ابراہیم تھا، اور وہ ضعیف العمر شخص تھے، اور یہ ان کے اکلوتے بیٹے تھے۔ ان کا انتقال ہو گیا تو وہ شیراز چھوڑ کر اصفہان چلے آئے، اور شیخ بہائی اور میر داماد سے تحصیل علم کی، اور دونوں سے ان کی تصنیفات شرح لکھنے کی اجازت حاصل کی، آخر میں سب کچھ چھوڑ کر قم کے پاس ایک قصبہ میں گوشہ نشینی اختیار کر لی، اور تنہائی اور ریاضت کی زندگی بسر کرنے اور فلسفیانہ مسائل پر غور و فکر کرنے لگے کہتے ہیں کہ انہوں نے سات بار پاپیادہ حج کیا۔ اور ساتویں سفر سے واپس ہوتے وقت بصرہ میں ۱۰۵۰ھ مطابق ۱۶۴۰ء میں انتقال کیا۔

براؤن نے ملا صدرا کے یہ مختصر حالات روضات الجنات (ص ۳۳۱) اور قصص العلماء سے لئے ہیں، اور خود اس پر یہ اضافہ کیا ہے کہ ملا صدرا کو جیسا کہ اُن کی تصنیف اسفار کے دیباچے کے بعض جملوں سے مترشح ہوتا ہے، غالی اور قدامت پسند ملاؤں کے ہاتھوں بہت ایذائیں اٹھانی پڑیں، نیز یہ کہ شیخ احمد احسائی بانی فرقہ شیخی نے ان کی دو تصنیفوں حکمت العرشیہ اور مشاعر پر تفسیریں بھی لکھی ہیں، اس لئے غالباً ملا صدرا کا فلسفہ ہی ابتدا رباب مابعد الطبعیات کا ماخذ ہے، کیونکہ فرقہ شیخی کا بانی شیخ احمد ملا صدرا کے فلسفہ کا پرجوش طالب العلم تھا، اور جس پر اس نے کئی تفسیریں بھی لکھی ہیں۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ دور اخیر میں ایران میں صرف چھ مفکر یا چھ فلسفی پیدا ہوئے،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جن کے نام بہ ترتیب سنہ یہ ہیں،

۱۔ شیخ بہاء الدین العاملی (وفات ۱۰۳۱ھ مطابق ۱۶۲۲ء

۲۔ میر داماد (وفات ۱۰۴۱ھ مطابق ۱۶۳۱ء یا ۱۶۳۲ء

۳۔ ملا صدرا، (وفات ۱۰۵۰ھ مطابق ۱۶۴۰ء یا ۱۶۴۱ء

۴۔ ملا محسن فیض (وفات ۱۰۹۱ھ مطابق ۱۶۸۰ء

۵۔ ملا عبدالرزاق لاہجی اور نسبۃً قریب تر زمانے میں،

۶۔ حاجی ملا ہادی سبزواری (وفات ۱۲۹۵ھ مطابق ۱۸۷۸ء

یہ سب کے سب اگرچہ فلسفی تھے، لیکن مسلمان فلاسفہ دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک وہ جن کا فلسفہ مشروط بہ مذہب اور مذہب کے ماتحت ہوتا ہے، دوسرے وہ جن کے افکار اس طرح محدود اور مشروط نہیں ہوتے، اوّل الذکر متکلمین یا اہلِ الکلام کہلاتے ہیں، اور ثانی الذکر کو حکماء یا فلاسفہ کہا جاتا ہے اور یہی اصل معنوں میں فلسفی ہوتے ہیں، اور جن چھ اشخاص کا ذکر ابھی ابھی کیا گیا ہے، ان میں سے ملا صدرا تو یقینی طور پر اور ملا ہادی غالباً زمرہ فلاسفہ میں داخل ہیں، بقیہ چار کا تعلق متکلمین کے گروہ سے ہے، اور ملا صدرا کے فلسفہ پر گاستے دی گوبی نے جو کچھ لکھا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ملا صدرا کے عقائد وہی تھے، جو بوعلی سینا کے تھے لیکن صاحبِ روضات الجنات نے صاف صاف لکھ دیا ہے کہ وہ اشراقی تھے، اور مشائین کے جن کا سب سے بڑا نمائندہ ابوعلی سینا تھا، سخت مخالف تھا۔

اس کے ساتھ جب کبھی وہ شیخ محی الدین ابن العربی کا ذکر کرتے ہیں، تو بہت عزت و احترام سے کرتے ہیں، اگرچہ ابن العربی ایرانی الاصل نہ تھے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ ایران کے فلسفیانہ اور صوفیانہ افکار سے جتنے زیادہ وہ متاثر ہوئے ہیں، کوئی اور مفکر نہ ہوا ہوگا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اُن کے فلسفیانہ اور صوفیانہ افکار کو پسند کرتے تھے، بہرحال وہ ایک آزاد خیال فلسفی تھے اور یہ تمام چیزیں قدامت پسند ملاؤں کے نزدیک ان کی تکفیر کا سبب ہوسکتی ہیں، لیکن ان کی تکفیر کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سب سے بڑا سبب ان کا عام فہم طرز تحریر تھا، چنانچہ ایک بار انہوں نے اپنے استاد میر باقر داماد کو خواب میں دیکھا، اور ان سے کہا کہ "حضرت میرے اور آپ کے عقائد تو ایک ہی ہیں لیکن میری تکفیر کی جاتی ہے، اور آپ صاف بچ گئے آخر اس کی وجہ کیا ہے"، اس پر میر باقر داماد کی روح نے جواب دیا، کہ میں نے بیشک فلسفے پر قلم اٹھایا لیکن میری تحریر کو صرف فلاسفہ ہی سمجھ سکتے ہیں، عالمان دین کی فہم سے وہ باہر ہے، لیکن تم فلسفیانہ مسائل پر ایسی تحریر لکھتے ہو، جن میں ہر مکتب کا ملا یا مسجد کا امام جو تمہاری کتابوں کو پڑھتا ہے، سمجھتا ہے اور تمہاری تکفیر کرتا ہے۔

تصنیفات ملا صدرا کی فلسفیانہ تصنیفات میں الاسفار الاربعہ سب سے زیادہ مشہور کتاب ہے، اور اس کا دوسرا نام الحکمۃ المتعالیہ فی المسائل الربوبیہ ہے اس کی پہلی جلد وجود داعراض پر، دوسری طبیعیات پر تیسری الٰہیات پر چوتھی نفس پر ہے، ایران میں چھپ گئی ہے، اور اس کا اردو ترجمہ دو جلدوں میں دارالتراجم عثمانیہ یونیورسٹی سے بھی ہو چکا ہے دوسری کتاب اثیرالدین ابھری کی ہدایۃ الحکمۃ کی شرح ہے، جو ہندوستان میں صدرا کے نام سے مشہور ہے، اور درس نظامیہ میں داخل ہے، شیخ شہاب الدین مقتول کی حکمۃ الاشراق پر حاشیہ بھی لکھا ہے اور وہ شرح حکمۃ الاشراق کے حاشیے پر چھپ چکا ہے، بوعلی سینا کے مابعد الطبیعیاتی حصہ پر اور توشجی کی شرح تجرید پر حاشیے بھی لکھے ہیں، ان کے علاوہ جو تصنیفات ہیں، ان کے نام یہ ہیں،

نام کتاب	کیفیت
۱۔ الشواھد الربوبیہ فی المناھج السلوکیہ	ملا ہادی سبزواری کے حاشیے کے ساتھ چھپ چکی ہے :
۲۔ اکسیر العارفین	" " " " " " "
۳۔ تفسیر سورہ واقعہ	" " " " " " "
۴۔ تفسیر بعض السور	" " " " " " "

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۔ رسالہ صدرالدین شیرازی	آٹھ رسالوں کا مجموعہ ہے،
۶۔ الرسالۃ العرشیہ	معاد پر ہے،
۷۔ شرح اصول الکافی	" " " " " " " "
۸۔ المبدء والمعاد	ایک حصہ ربوبیات پر اور دوسرا حصہ نفس پر ہے۔
۹۔ اسرار الآیات وانوار البینات	اس پر بھی حاشیہ لکھا ہے
	(تفسیر میں ہے)

ان کتابوں کے نام معجم المطبوعات میں مذکور ہیں، ان کے علاوہ صاحب روضات الجنات نے چند کتابوں یعنی اصول الکافی، الواردات القلبیہ، اور کسر اصنام الجاہلیۃ کے نام اور بتاتے ہیں۔[۱]

---

[۱] ملا صدرا کے حالات قدیم عربی تذکروں میں نہیں ملتے، اس لئے میں نے یہ حالات تاریخ ادبیات ایران در عہد جدید ص ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳ سے لئے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکمائے ہندوستان

ہندوستان میں اگرچہ بیرونی ممالک سے علماء وفضلاء کا قافلہ ابتدا ہی سے آنے لگا تھا، لیکن ارباب معقولات کی آمد کا سلسلہ سب سے پہلے نویں صدی ہجری میں شروع ہوا اور جام نظام الدین نے جو ۸۶۶ھ میں سندھ میں تخت نشین ہوا تھا۔ جب علماء وصلحاء کی جمعیت خاطر کے سامان مہیا کئے اور تعلیمی ترقی کے لئے نہایت کثرت سے مدارس قائم کئے تو اس کی علم پروری کا غلغلہ سن کر علامہ جلال الدین دوانی المتوفی ۹۱۸ھ نے شیراز سے سندھ میں آنے کا ارادہ کیا، اور اپنے دو ممتاز شاگرد میر شمس اور میر معین کو ٹھٹھ میں بھیجا اور جام نظام الدین سے درخواست کی کہ ٹھٹھ میں ان کے قیام کا انتظام کیا جائے، جام نے ان کے لئے عمدہ قیام گاہ کا انتظام کر کے مصارف سفر کے ساتھ قاصد روانہ کئے کہ خود علامہ کو جاکر لے آئیں لیکن مصارف سفر اور قاصدوں کے پہنچنے تک مولانا سفرِ آخرت اختیار کر چکے تھے اس لئے سندھ اُن کے فیض سے محروم رہا۔ البتہ میر معین اور میر شمس الدین نے ٹھٹھ میں قیام کیا۔

جام نظام الدین سلطان حسین لنگاہ حاکم ملتان کا معاصر تھا، اور دونوں میں دوستانہ تعلقات تھے۔[1]

اس سے بظاہر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ملتان میں عقلی علوم کا رواج ہو چکا تھا، اور جام نظام الدین نے سندھ میں بھی اسی کی تقلید کی تھی۔ بہرحال نویں صدی ہجری تک سندھ اور ملتان میں عقلی علوم کا رواج ہو چکا تھا۔ لیکن اب تک ہندوستان میں عقلی علوم کا رواج بہت کم تھا لیکن اسی صدی

---

[1] مآثر رحیمی جلد دوم ص ۲۷۳، ۲۷۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں جب ملتان پر تباہی آئی تو سکندر لودی کے زمانہ میں ملتان کے دو عالم شیخ عبد اللہ تلیمی اور شیخ عزیز اللہ تلیمی ہندوستان میں آئے اور ان میں شیخ عبد اللہ نے دہلی میں اور شیخ عزیز اللہ نے سنبھل میں قیام کر کے عقلی علوم کی اشاعت کی، ورنہ ان سے پہلے ہندوستان میں منطق میں صرف شرح شمسیہ یعنی قطبی، اور علم کلام میں زبدۃ الصحائف پڑھائی جاتی تھیں۔[1]

اس کے بعد تیموری دورِ حکومت شروع ہوا، تو اکبر کے زمانے میں معقولات کی اشاعت کے متعدد اسباب پیدا ہو گئے، ایک تو یہ کہ جب اکبر نے دینِ الٰہی کے نام سے ایک جدید مذہب کی بنیاد ڈالی، اور اس سلسلے میں تمام مذاہب کی تحقیقات کے لئے ہر مذہب و ملت کے علماء کو دربار میں جمع کیا اور ان میں آزادانہ مذہبی مناظرے ہوئے تو سخت عقلی آزادی پیدا ہو گئی اور اس کا نتیجہ صاحبِ مآثر الامراء کے الفاظ میں یہ ہوا کہ

"علوم شرعیہ و نقلیہ را اصلاً وقعتے و اعتبارے نماند، مردم رغبتے بحکمت و حساب و طب و نجوم و شعر و تاریخ نمودند۔"[2]

دوسرے یہ کہ جب ۹۹۱ھ میں میر فتح اللہ شیرازی جو حکمت عملی و نظری میں یگانۂ روزگار تھے، امرائے اکبری میں داخل ہوئے تو انہوں نے ایران کے متاخرین علمائے معقولات مثلاً محقق دوانی، میر صدر الدین، میر غیاث الدین منصور اور مرزا جان کے تصنیفات کو ہندوستان کے نصابِ تعلیم میں داخل کیا اور اب مولوی غلام علی آزاد بلگرامی کے الفاظ میں

"از آں عہد معقولات را رواجے دیگر پیدا شد۔"[3]

اس کے بعد شاہ جہان اور عالمگیر کے عہدِ حکومت میں میر زاہد ہروی نے معقولات میں زیادہ شہرت حاصل کی، وہ قاضی محمد اسلم ہروی کابلی کے بیٹے تھے لیکن پیدا ہندوستان میں ہوئے اور اپنے باپ کے علاوہ ہندوستان کے دوسرے علماء سے تعلیم و تربیت حاصل کی، شاہ جہان نے ان کو

---

[1] خافی خان حصہ اول ص ۲۲۳، ۲۲۴ [2] مآثر الامراء جلد دوم ص ۳۸۶ [3] مآثر الکرام جلد اول ص ۲۲۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کابل کا وقائع نگار مقرر کیا اور عالمگیر کے زمانے میں فوج شاہی کے محتسب مقرر ہوئے پھر عالمگیر نے انہی کی خواہش سے ان کو کابل کی صدارت پر مقرر کیا، اپنے منصبی فرائض کے علاوہ وہ علمی اشغال میں بھی مشغول رہتے تھے ان کی تمام تصنیفات معقولات میں ہیں۔ ملا جلال اور میر زاہد رسالہ درسِ نظامیہ میں داخل ہیں۔ انہوں نے ۱۱۰۱ھ میں وفات[1] پائی،

عہد شاہجہانی میں ملا عبدالحکیم سیالکوٹی نے بھی عقلی علوم میں بڑی شہرت حاصل کی، وہ جہانگیر کے زمانے میں اپنے وطن سیالکوٹ میں درس دیتے تھے، لیکن اس کے بعد جب شاہجہان کا دورِ حکومت آیا اور اس کی علم پروری کا غلغلہ بلند ہوا تو وہ اس کے دربار میں حاضر ہوئے اور شاہجہان نے ان کی نہایت قدر دانی کی، اور دو مرتبہ چاندی میں تلوایا، چھ ہزار روپے وزن میں آئے جس کو اس نے ملا صاحب کو دے دیا۔ اس کے علاوہ چند دیہات بھی ان کو معافی میں دیئے، مشہور ہے کہ ان کو سلطنت کی طرف سے ایک لاکھ روپے ماہوار ملتے تھے،

ملا صاحب نے ۱۰۶۷ھ میں وفات پائی، اور عمر بھر درس اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہے، ان کی تصنیفات میں حاشیہ شرح مواقف حاشیہ شرح عقائد تفتازانی، حاشیہ شرح شمسیہ حاشیہ شرح مطالع، حاشیہ بر حواشی شرح حکمۃ العین، حاشیہ بر حواشی ہدایۃ الحکمۃ زیادہ مشہور ہیں[2]،

ان اسباب سے اب ہندوستان کے تمام صوبوں میں علوم نقلیہ کے ساتھ ساتھ علوم عقلیہ کی تعلیم بھی ہونے لگی، لیکن صوبہ اودھ و الہ آباد میں خصوصیت کے ساتھ علوم عقلیہ کا زیادہ رواج ہوا، جس کی وجہ مولانا غلام علی آزاد بلگرامی نے مآثر الکرام میں یہ لکھی ہے،

"اگرچہ جمیع صوبجات ہند بوجود حاملان علوم تفاخر دارند سیما حصار پائے تخت خلافت کہ بر واسطہ جمعیت صاحب کمالان ہر قسم درآنجا فراہم می آیند واز تراکم افکار و اجتماع عقول اہل عصر کمالات نفس ناطقہ راچہ عقلی و نقلی وجہ غیر آں بہ

---

[1] تذکرہ علمائے ہند ص ۱۸۷، ۱۸۸ [2] تذکرہ علمائے ہند ص ۱۱۰، ۱۱۱،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پایہ بالا ترقی رسانند اما صوبہ اودھ و الہ آباد خصوصیتے دارد کہ در ہیچ صوبہ نتوان یافت چہ تمام صوبہ اودھ و اکثر صوبہ الہ آباد بہ فاصلہ پنج کروہ نہایت دہ کروہ تخمیناً آبادی شرفاء و نجباست کہ از سلاطین و حکام وظائف و زمین مدد معاش داشتہ اند و مساجد و مدارس و خانقاہات بنا نہادہ اند، و مدرسان عصر در ہر جا ابواب علم پروری دانش پرور دہان کشادہ صلائے اطلبوا العلم در دادہ و طلبہ علم خیل خیل از شہرے بہ شہرے می روند و ہر جا موافقت دست بہم داد، بہ تحصیل مشغول می شوند و صاحب توفیقان ہر معمورہ طلبہ علم رانگاہ میدارند، و خدمت این جماعہ را سعادت عظمی میدانند صاحب قران ثانی شاہجہان انار اللہ برہانہ میگفت پورب شیراز مملکت ماست "

درس و تدریس کی یہ گرم بازاری ۱۳۰۰ھ تک قائم رہی، اس کے بعد بعض ظالم حکام نے اگرچہ یہ تمام جاگیریں اور معافیاں ضبط کرلیں اور حکام کی دست برد کا یہ سلسلہ مولانا غلام علی آزاد کے زمانہ تک قائم رہا تاہم باوجود ان تباہیوں اور بربادیوں کے درس و تدریس کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ بالخصوص ان دونوں صوبوں میں علم معقولات کا رواج اور صوبوں سے زیادہ ہوا اور بڑے بڑے علماء جو جامع معقول و منقول تھے، ان صوبوں میں پیدا ہوتے رہے، مولوی غلام علی آزاد ان تباہیوں اور بربادیوں کے ذکر کے بعد لکھتے ہیں۔

" باوجود این خرابیہا رواج علم خصوص معقولات بہ کیفیتے کہ آنجاست در قلمرو ہندوستان ہیچ جانیست، ہنوز علمائے فحول جلوہ طرازند، و بہ وصول اقصی مراتب کمال ممتاز معرعہ،

باصد جہان جہان کدورت باز این خرابہ جاے است[1] "

اس طرح اودھ میں اگرچہ معقولات کے بہت سے علماء پیدا ہو گئے لیکن ان میں دو خاندانوں کے ذریعہ سے خاص طور پر معقولات کی اشاعت ہوئی، ایک خاندان تو

---

[1] مآثر الکرام حصہ اول ص ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، تذکرہ ملا نظام الدین

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱) فرنگی محل

کے علماء کا ہے جس میں تقریباً دو سو سال تک بلا فصل علماء پیدا ہوتے رہے۔

اس خاندان کا سلسلۂ نسب حضرت ایوب انصاری سے ملتا ہے، اور اس خاندان میں سب سے پہلے مخدوم نظام الدین نے اودھ کے ایک قصبہ سہالی میں سکونت اختیار فرمائی اور وہیں انتقال کیا، مخدوم نظام الدین کے پرپوتے ملّا محمد حافظ نے علم و عمل میں زیادہ شہرت حاصل کی، اور درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا، شہنشاہِ اکبر نے زمین کا بہت بڑا رقبہ ان کی جاگیر میں مقرر کر دیا، انہی شیخ حافظ کی نسل سے

مُلّا قطب الدّین شہید

چوتھی پشت میں تھے جن سے اس خاندان کی مستقل حیثیت قائم ہو گئی۔ ملا صاحب سے پہلے ہی اس صوبہ میں علوم عقلیہ و نقلیہ کا رواج ہو چکا تھا، اس لئے ملا صاحب کو تحصیل علم کے لئے اس صوبہ سے باہر جانا نہیں پڑا، بلکہ انہوں نے ملّا عبد السلام ساکن دیوہ کے ایک شاگرد ملا دانیال چوراسی سے جو اودھ کے ایک قصبہ چوراسی کے رہنے والے تھے، اور قاضی گھاسی شاگرد شیخ محب اللہ الہ آبادی سے تعلیم حاصل کی، اور تعلیم حاصل کرنے کے بعد خود وسیع پیمانے پر درس و تدریس کا سلسلہ قائم کیا، چنانچہ مولوی غلام علی آزاد ماثر الکرام میں لکھتے ہیں۔

"امام اساتذہ و مقتدائے جہاں داست، معدن عقلیات و مخزن نقلیات عمرہا انجمنِ درس آراست و جہاں جہاں ارباب تحصیل را بہ پایہ تکمیل رسانید امروز سلسلہ استفادہ اکثر علمائے کشور ہندوستان بہ او منتہی می شود"[1]

---

[1] ماثر الکرام حصہ اول ص ۲۰۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملا قطب الدین کے زمانے تک سہالی ہی علم وفضل کا گہوارہ رہا، لیکن ملا صاحب کی شہادت کے بعد جس کی تفصیل یہ ہے کہ سہالی میں دو خاندان آباد تھے ایک انصاری اور دوسرا عثمانی اور ان دونوں میں زمینداری کے معاملات میں نہایت قدیم زمانے سے عداوت چلی آتی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک دن عثمانی ملا صاحب کے گھر پر چڑھ آئے اور ان کو قتل کر کے گھر میں آگ لگا دی ان کی تصنیفات میں شرح عقائد دوانی کا مسودہ اسی ہنگامے میں ضائع ہوا، ملا صاحب کی شہادت کا واقعہ ۱۹ رجب روز دوشنبہ ۱۱۰۳ھ میں پیش آیا، اور ان کی شہادت کے بعد ان کے فرزند ملا سعید نے سہالی سے ترک وطن کا قصد کیا، اور شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے پاس دکن تشریف لے گئے اور اپنے بڑے بھائی ملا اسعد کی مدد سے جو پہلے ہی دکن میں مقیم تھے شہنشاہ عالمگیر سے لکھنؤ کے حکام کے نام حسب پسند جگہ دینے کا حکمنامہ حاصل کیا اور لکھنؤ کے حکام سے مل کر ایک کوٹھی پسند کی جو محلہ احاطہ چراغ بیگ میں واقع تھی اور اس میں ایک فرانسیسی تاجر نل رہتا تھا۔ چونکہ نل کے چلے جانے کے بعد حسب قانونِ وقت اراضی نزدل ہو گئی تھی، مع متعلقہ اراضی کے حاصل کی، اور ۱۱۰۵ھ میں قطب شہید کی اولاد سہالی سے لکھنؤ میں آ کر مستقل طور پہ آباد ہوئی، اور قطب الدین شہید کے سب سے چھوٹے صاحبزادے

ملّا نظام الدّین

کی ذات سے مستقل طور پہ فرنگی محل کا علمی سلسلہ قائم ہوا جس وقت ملا قطب الدین شہید کا خاندان لکھنؤ میں آباد ہوا، اس وقت ملا نظام الدین کی عمر پندرہ سال کی تھی، اور شرح جامی پڑھتے تھے، مولوی غلام علی آزاد نے ماثر الکرام میں لکھا ہے کہ

"ابتدا میں انہوں نے پورب کے قصبات میں تعلیم حاصل کی، اخیر میں لکھنؤ واپس آ کر شیخ غلام نقشبند لکھنوی سے بقیہ کتابیں پڑھیں اور انہی سے سندِ فضیلت حاصل کی"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن مولوی ولی اللہ صاحب نے جو مستقل رسالہ ان کی سوانحمری میں لکھا ہے، اس میں لکھا ہے کہ:-

"ابتدائی کتابیں دیوامیں اور قصبات میں جاکر پڑھیں، لیکن انتہائی کتابیں بنارس میں جاکر حافظ امان اللہ بنارسی سے ختم کیں"

بہرحال فراغِ تحصیل کے بعد ملا صاحب اپنے والدِ بزرگوار کے مسندِ درس پر متمکن ہوئے اور تھوڑے ہی دنوں میں ان کا آستانہ تمام ہندوستان کا مرجع بن گیا، چنانچہ مولوی غلام علی آزاد مآثر الکرام میں لکھتے ہیں۔

"استادِ جہاں دتحریر زماں بود، در لکھنؤ رحلِ اقامت انگند و تمام عمر تدریس و تصنیف اشتغال ورزید، داعتبار داشتہار عظیم یافت، امروز علمائے اکثر قطر ہندوستان نسبت تلمذ بہ مولوی دارند و کلاہ گوشۂ تفاخر می شکنند و کے کہ سلسلۂ تلمذ با و میرساند بین الفضلاء علم امتیاز میفراز و مردم بسیار را دیدہ شد کہ تحصیل جاہائے دیگر کردند و برائے اعتبار فاتحہ فراغ از مولوی گرفتند"

ملا صاحب کی فلسفیانہ تصنیفات میں حاشیہ صدرا، حاشیہ شمس بازغہ اور حاشیہ بر حاشیہ قدیمہ نہایت بلند پایہ کتابیں ہیں لیکن درحقیقت ملا صاحب کی شہرت کا سبب وہ نصاب تعلیم ہے جو انہی کی نسبت سے درسِ نظامیہ کے نام سے مشہور ہے، اس نصاب کی خصوصیات یہ ہیں:-

۱- ملا صاحب سے پہلے خود علمائے ہندوستان کی ایک تصنیف بھی داخلِ درس نہ تھی۔ لیکن ملا صاحب نے خود علمائے ہندوستان کی متعدد کتابیں داخلِ درس کیں۔ مثلاً نور الانوار، سلم، مسلم، رشیدیہ، اور شمس بازغہ،

۲- ہر فن کی وہ کتابیں لیں جن سے زیادہ مشکل اس فن میں کوئی کتاب نہ تھی۔

۳- منطق و فلسفہ کی کتابیں تمام علوم کی نسبت زیادہ ہیں،

ملا صاحب نے ۹ جمادی الاولیٰ روز چہار شنبہ ۱۱۶۱ھ کو انتقال کیا، اور درسِ نظامیہ کے علاوہ اپنی یادگار میں ایک فرزند چھوڑا جس کا نام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبدالعلی بحر العلوم

ہے وہ ۱۱۴۲ھ میں پیدا ہوئے، اور کتب درسیہ اپنے والد بزرگوار ملا نظام الدین سے پڑھیں اور سترہ اٹھارہ سال کی عمر میں تحصیل علوم سے فارغ ہو گئے، ملا نظام الدین کی وفات کے بعد ملا کمال سے بھی استفادہ کیا جو ملا نظام الدین کے ایک ممتاز شاگرد تھے، تحصیل علم سے فارغ ہونے کے بعد پہلے لکھنؤ ہی میں سلسلۂ درس و تدریس قائم کیا، لیکن ایک مذہبی جھگڑے کے پیش آجانے کی وجہ سے مجبوراً ترک وطن کر کے شاہجہان پور چلے گئے، جہاں حافظ رحمت خاں کی حکومت تھی، اس نے مولانا کی بڑی تعظیم و تکریم کی، اور مولانا کے مصارف کا معقول انتظام کر دیا اور مولانا نے یہاں متصل ۲ سال تک قیام کیا، اور مولانا کا نام سن کر دور دور سے طلبہ یہاں آنے لگے اور ایک بہت بڑی درسگاہ قائم ہو گئی لیکن حافظ رحمت خاں کی شہادت کے بعد نواب فیض اللہ خاں رئیس رامپور خود آکر مولانا کو رامپور لے گئے اور چند روز یہاں بھی قیام کر کے مولانا نے سلسلۂ درس و تدریس جاری کیا، لیکن چونکہ نواب موصوف مولانا کے گروہ طلبہ کی کفالت نہ کر سکے اس لئے مولانا رامپور سے دل برداشتہ ہو گئے، اس زمانے میں منشی صدر الدین خاں نے جنھوں نے بوہار میں جو کلکتہ کے نواح میں ہے ایک مدرسہ قائم کیا تھا، مولانا کے پاس معقول زادِ رہ بھیج کر تشریف لانے کی درخواست کی اور مولانا سو شاگردوں کے ساتھ بوہار تشریف لے گئے، منشی صدر الدین نہایت اعزاز کے ساتھ پیش آئے، اور چار سو روپیہ ماہوار مولانا کی تنخواہ مقرر کی اور اس کے ساتھ مولانا کے تمام شاگردوں کے وظائف بھی مقرر کر دیئے، اور ایک مدت تک مولانا نے وہاں سلسلہ درس و تدریس جاری رکھا لیکن چند مفتریوں کی دراندازی سے مولانا اور منشی صدر الدین میں شکر رنجی ہو گئی اس لئے مولانا وہاں سے بھی دل برداشتہ ہوئے اس زمانہ میں مدراس میں نواب والا جاہ محمد علی خاں والی ارکاٹ کی حکومت تھی، جو خاص قصبہ گوپامؤ کے رہنے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والے تھے، اور اس تعلق سے مولانا کے ہم وطن تھے، جب اُن کی رنجش کا حال معلوم ہوا تو زادِ راہ بھیج کر مولانا سے مدراس تشریف لانے کی درخواست کی، مولانا بوہار سے مدراس تشریف لے گئے تو نواب نے اعزہ، خاندان اور امرائے دربار کو ایک منزل آگے استقبال کے لئے بھیجا۔ شہر میں داخل ہوئے تو سب امراء جلو میں ساتھ ساتھ تھے، ڈیوڑھی کے قریب پالکی پہنچی تو نواب مع تمام مقربین کے پیادہ پا نکلا، مولانا نے پالکی سے اترنا چاہا، تو نواب نے دوڑ کر پالکی کو کاندھا دیا اور اسی طرح مکان کے صحن تک لائے، دربار میں جہاں خود ان کی نشست تھی مولانا کو اسی جگہ بٹھایا اور مولانا کے قدم چومے اور کہا اللہ اکبر یہ نصیب کہاں تھے کہ حضور کا قدم میرے گھر میں آتا۔

چند روز کے بعد ایک بڑا مدرسہ تعمیر کرایا، مولانا کی بیش قرار تنخواہ مقرر کی، طلبہ کے وظیفے مقرر کئے اور اب مولانا اسی مدرسہ میں طلبہ کے ساتھ رہنے لگے، مولانا کی عمر ۸۳ برس کو پہنچی تو ضعف غالب آگیا یہاں تک کہ ۸ رجب ۱۲۲۵ھ کو مرض الموت میں مبتلا ہوئے اور ۱۲ رجب کو انتقال کیا اور وہیں مسجد والا شاہی میں مدفون ہوئے،

مولانا کی فلسفیانہ تصنیفات میں حسبِ ذیل کتابیں ہیں، حاشیہ بر میر زاہد رسالہ، حاشیہ بر حاشیہ میر زاہد، بر شرح تہذیب جلالیہ، حواشی ثلاثہ بر حاشیہ زاہدیہ، امور عامہ جدیدہ و قدیمہ شرح سلم مع حاشیہ منہیہ، حاشیہ بر شرح صدرائے شیرازی،

بحر العلوم کے بعد اس خاندان میں سب سے زیادہ شہرت

مُلّا حسن

نے حاصل کی جنہوں نے بعض کتابیں اپنے ماموں ملا کمال الدین سے پڑھیں اور اکثر کتابیں خود ملا نظام الدینؒ سے پڑھ کر فارغ التحصیل ہوئے فارغ ہونے کے بعد ایک زمانے تک فرنگی محل ہی میں سلسلہ درس و تدریس جاری رکھا، لیکن بعد کو ایک مذہبی مناقشہ کی وجہ سے ترکِ وطن کر کے خفیہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طور پر شاہجہان پور کا سفر کیا اور وہاں چند روز قیام کیا، اسی اثنا میں ضابطہ خان بن نجیب الدولہ نے آپ کو بُلا بھیجا اور آپ کے تشریف لے جانے پر معقول مشاہرہ مقرر کرکے آپ کے استاد ملا کمال الدین کی جگہ دارانگر کے مدرسہ میں مقرر کردیا، لیکن جب ضابطہ خاں کو مرہٹوں سے شکست ہوگئی اور انتظام سلطنت درہم برہم ہوگیا تو ملا حسن دہلی چلے گئے اور کچھ دنوں شاہ عالم کی رفاقت میں رہے۔ اس کے بعد جب ضابطہ خان کا نظام سلطنت درست ہوگیا تو انہوں نے پھر آپ کو بلوایا، اور بدستور دارانگر کا مدرسہ پھر آپ کے سپرد کردیا اس کے بعد پھر متعدد لڑائیوں کی وجہ سے ضابطہ خاں کا نظام سلطنت درہم برہم ہوگیا، تو آپ مجبوراً رامپور چلے آئے۔ اور وہاں نواب فیض اللہ خاں والی رامپور نے گرانقدر مشاہرہ مقرر کرکے سرکاری مدرسہ آپ کے سپرد کردیا اور آپ نے وہیں ۲ر صفر ۱۲۰۹ھ کو وفات پائی،

ملا حسن معقولات میں کسی کے مقلد نہ تھے، چنانچہ ایک دن اپنے استاد ملا نظام الدین سے کسی منطقی مسئلہ پر گفتگو فرمارہے تھے، استاد نے کہا کہ

"شیخ نے شفا میں یہ کہا ہے، تم کیوں اس کی مخالفت کرتے ہو"

ملا حسن نے بادب عرض کیا کہ

"معقولات میں تقلید نہیں کی جاسکتی، شیخ نے یہ کہا ہے میں یہ کہتا ہوں"

ملا حسن کی حسب ذیل فلسفیانہ تصنیفات ہیں:-

"شرح سلم، جو داخل درس ہے، حواشی صدرا، حواشی زواہد ثلثہ، معارج العلوم منطق میں، مدارج العلوم حکمت میں، حاشیہ بر شمس بازغہ"

فرنگی محل کے تمام علماء کا علمی سلسلہ ملا حسن، ملا احمد حسین اور بحر العلوم تک منتہی ہوتا ہے جو تینوں ملا نظام الدین کے شاگرد تھے،

ملا حسن کے تلامذہ میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مُلّا مُبِین

سب سے زیادہ نامور ہوئے جنہوں نے تمام کتب درسیہ سے پڑھیں اور فارغ التحصیل ہونے کے بعد درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کیا، اور استاد کے سامنے ہی حلقۂ درس وسیع ہوگیا، پھر ملا حسن جب رامپور تشریف لے گئے، تو حلقۂ درس میں شریک ہونے لگے، ودرس و تدریس کے ساتھ تصنیف و تالیف کا بھی وسیع سلسلہ قائم کیا اور تمام تصنیفات میں طلبہ مدرسین دونوں کے لئے مطالب کو نہایت وضاحت سے حل کیا، اور اس کے ساتھ فوائد متفرقہ اور مضامین متناسبہ اس کثرت سے ان کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں کہ بعض علما کے قول کے مطابق لارطب ولا یابس الافی کتاب مبین تمام درسی کتابوں پر جو حواشی لکھے ہیں اُن کے علاوہ مستقل فلسفیانہ کتابیں حسب ذیل ہیں۔

"شرح سلم العلوم کامل حواشی زواہد ثلثہ، حل بحث مثناۃ بالتکریر، مذکورہ صدرا،

ملا مبین کا انتقال ۶۰ سال کی عمر میں ۲۲ ربیع الثانی ۱۲۲۵ھ کو ہوا، اور ان کے بعد خاندان فرنگی محل کی آخری شمع

مولوی عبدالحیٔ فرنگی محلی

کی ذات سے روشن ہوئی جو باندہ میں جہاں اُن کے والد ماجد مولوی عبدالحلیم نواب ذوالفقار الدولہ کے مدرسہ میں ملازم تھے ۲۶ ذی قعدہ ۱۲۶۴ھ کو سہ شنبہ کے دن پیدا ہوئے اور حفظ قرآن اور فارسی وابتدائی حساب کی تحصیل مولوی خادم حسین سے کی اس کے بعد تمام کتب درسیہ اپنے والد ماجد سے پڑھیں والد ماجد کے انتقال کے بعد علوم ریاضیہ کی تکمیل اپنے والد کے ماموں مولانا نعمت اللہ سے کی، باندہ میں ۹ سال کے قیام کے بعد ان کے والد ماجد جونپور میں حاجی امام بخش کے مدرسہ میں مدرس مقرر ہوگئے اور وہاں دس سال تک مدرس رہے، اس کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعد حیدر آباد دکن میں مدرسہ سرکاری میں مدرس مقرر ہو گئے اور وہیں ۱۲۸۵ھ میں انتقال کیا۔
اور والد ماجد کے انتقال تک مولوی عبد الحئی صاحب حیدر آباد ہی میں مقیم رہے ان کے انتقال کے بعد ارکین سلطنت نے اُن کو اُن کے والد کا قائم مقام کرنا چاہا لیکن انہوں نے اس عہدہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور وطن میں واپس آکر درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے اور کثرتِ محنت کی وجہ سے صحت خراب ہو گئی اور صرع کے دورے پڑنے لگے، بالآخر اسی مرض میں ۲۹ ربیع الاوّل ۱۳۰۴ھ کو ۳۹ سال کی عمر میں انتقال کیا۔

مولوی عبد الحئی صاحب سے زیادہ جامع معقول و منقول کوئی شخص فرنگی محل میں پیدا نہیں ہوا۔ انہوں نے تقریباً ہر فن میں کتابیں لکھی ہیں، جن کی فہرست طویل ہے، ہم صرف معقولات کی کتابوں کی فہرست پر اکتفا کرتے ہیں، ہدایۃ الوریٰ الی انوار الہدیٰ، مصباح الدجیٰ فی انوار الہدیٰ، نور الہدیٰ، علم الہدیٰ، تکملۃ انوار الہدیٰ، التعلیق العجیب بحل حاشیہ الجلال علی التہذیب حل المغلق، فی بحث المجہول المطلق، حاشیہ شرح تہذیب عبد اللہ یزدی، حاشیہ میر زاہد رسالہ شرح، رسالہ قطبیہ حاشیہ میر زاہد، ملا جلال، حاشیہ رسالہ قطبیہ، الکلام المتین فی تحریر البراہین تیسیر العسیر، فی بحث المثناۃ بالتکریر، الافادۃ الخطیرہ فی بحث سبع عرض، شعیرہ، دفع الکلال عن طلاب تعلیقات الکمال، تعلیقات الحمائل علی حواشی الزاہد، علی شرح الہیاکل، المعارف حاشیہ شرح المواقف حاشیہ صدرا، حاشیہ میبذی، حاشیہ شمس بازغہ۔

یہ اس خاندان کے چند برگزیدہ بزرگوں کے حالات ہیں ورنہ یہ خاندان کثیر الافراد تھا، جن کے حالات مولانا عبد الباری صاحب نے آثار الاوّل میں اور مولوی عنایت اللہ صاحب نے تذکرہ علمائے فرنگی محل میں بہ تفصیل لکھے ہیں ان افراد میں اکثر صاحبِ علم اور صاحبِ تصنیفات تھے اور ان کے تلامذہ سیکڑوں اور ہزاروں سے متجاوز تھے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲) خاندان خیر آباد

اودھ کا دوسرا مشہور معقولی خاندان اس صوبہ کے مردم خیز قصبہ خیر آباد سے تعلق رکھتا ہے اس خاندان کا سلسلہ نسب ۳۳ واسطوں سے حضرت عمر بن الخطاب تک پہنچتا ہے، اور اس خاندان کے شجرۂ نسب سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خاندان ہمیشہ دولت علم کے ساتھ دنیوی جاہ و مال سے بھی مالا مال تھا، ہندوستان میں اس خاندان نے عقلی علوم و فنون میں

مولانا فضل امام خیر آبادی

کی ذات سے شہرت حاصل کی اور انہی کے دم سے یہ سلسلہ تین پشتوں تک قائم رہا، مولانا فضل امام کا خاندان پہلے ہرگام میں سکونت رکھتا تھا، لیکن مولانا کے والد ماجد شیخ محمد ارشد نے ہرگام کو خیر باد کہہ کر خیر آباد میں سکونت اختیار کی، اور مولانا فضل امام نے وہیں مولانا عبد الواحد خیر آبادی سے علوم عقلیہ و نقلیہ کی تعلیم حاصل کی، اور ان کے تلامذہ میں بہت زیادہ مشہور ہوئے، چنانچہ تذکرہ علمائے ہند میں ہے

"از تلامذہ وے مولوی فضل امام خیر آبادی صدر الصدور دہلی بس نامور شدہ"[1]

گورنمنٹ انگریزی نے بھی ان کی قدر دانی کی، اور دہلی کا صدر الصدور مقرر کر دیا، لیکن زمانۂ ملازمت میں بھی درس و تدریس کا سلسلہ قائم تھا، چنانچہ دہلی میں ایک طرف تو شاہ عبد العزیز اور شاہ عبد القادر کا ڈنکا منقولات میں بج رہا تھا، دوسری طرف مولانا فضل امام کے معقولات کا سکہ چل رہا تھا، اور طلبہ دونوں دریاؤں سے سیراب ہو رہے تھے مفتی صدر الدین خاں آزردہ نے اسی زمانے میں مولانا سے معقولات کی تعلیم حاصل کی تھی۔

---

[1] تذکرہ علمائے ہند صفحہ ۱۳۶ تذکرہ مولوی عبد الواحد خیر آبادی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا نے بیسیوں کتابیں تصنیف کیں جو زیادہ تر غیر مطبوعہ ہیں، ان کی سب سے زیادہ مشہور کتاب منطق میں مرقات ہے جو تمام مدارس عربیہ میں داخل نصاب ہے، اس کے علاوہ میر زاہد رسالہ، میر زاہد ملا جلال اور افق المبین پر حواشی لکھے اور تلخیص الشفاء، نخبۃ السر اور آمد نامہ لکھا، اور ان کے قلمی نسخے ہندوستان کی مشہور لائبریریوں میں محفوظ ہیں۔

مولانا نے ۵ ذلقعدہ ۱۲۴۳ھ میں وفات پائی[1] اور احاطہ درگاہ مخدوم شیخ سعد الدین خیر آبادی میں اپنے دادا استاد مولانا محمد اعلم سندیلوی اور استاد ملا عبد الواحد کرمانی خیر آبادی کے قریب مدفون ہوئے۔

مولانا فضل حق خیر آبادی

مولانا اسی نامور باپ کے بیٹے ہیں ۱۲۱۲ھ میں پیدا ہوئے اور معقولات کی تعلیم اپنے والد سے اور حدیث کی تعلیم شاہ عبد القادر دہلوی سے حاصل کی، اور قرآن مجید کو چار مہینے میں حفظ کر لیا، اور تیرہ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو گئے، چودہ سال کی عمر سے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا، اور متصل پچاس سال تک اس سلسلہ کو قائم رکھا، فرائض، ملازمت، امور سلطنت اور تصنیف و تالیف کا مشغلہ بھی اس میں کبھی حارج نہ ہوا۔ مولوی رحمان علی مولف تذکرہ علمائے ہند نے لکھا ہے کہ میں ۱۲۶۴ھ میں بمقام لکھنؤ ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ عین حقہ کشی اور شطرنج بازی میں ایک شاگرد کو افق المبین پڑھا رہے ہیں، اور مطالب کتاب کو نہایت خوبی کے ساتھ طالب العلم کو ذہن نشین کرتے جاتے ہیں۔

مولانا فضل امام کے انتقال کے بعد خاندانی ذمہ داریوں کا بار مولانا کے سر پر پڑا، یہ اکبر شاہ ثانی کا زمانہ تھا، اور دلی میں ریذیڈنٹ رہا کرتا تھا مولانا اس کے محکمہ کے سر رشتہ

---

[1] باغی ہندوستان میں سال وفات ۱۲۴۰ھ مطابق ۱۸۲۴ء لکھا ہے اور مرزا غالب کی تاریخ وفات درج کی ہے جس سے بھی یہی نکلتا ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دار ہو گئے، پھر دہلی میں جب انگریزی حکومت قائم ہوئی تو انگریزوں کی بڑی خواہش یہ تھی کہ مسلمانوں کے خاندانی اور ذی وجاہت اشخاص افتار اور صدارت کے مناصب قبول کریں تاکہ شمالی ہند میں انگریزی حکومت عوام میں مقبول ہو سکے، ہندوستانیوں کے لئے بڑا عہدہ صدر الصدور عدالت کا تھا اس لئے اکابر وافاضل ہی کو پیش کیا جا سکتا تھا، دہلی چونکہ قدیم دارالسلطنت اور اسلامی تہذیب کا مرکز تھی اس لئے یہاں کی صدارت کے لئے خصوصیت کے ساتھ اہتمام کیا جاتا تھا۔ چنانچہ مولانا کے والد ماجد مولانا فضل امام یہاں کے صدر الصدور مقرر کئے گئے، اسی طرح سر رشتہ داری پہ مولانا فضل حق صاحب کا تقرر ہوا، پھر ریزیڈنسی کشنری میں اپنا تبادلہ کرا لیا، لیکن یہاں حکام نے قدر دانی میں کمی کی تو استعفا دے دیا، استعفا دینے کے بعد نواب فیض محمد خان والی جھجر نے پانچ صد روپیہ ماہوار معارف کے لئے پیش کئے، اور قدر دانی کے ساتھ اپنے یہاں بلا لیا، ایک عرصہ تک جھجر میں رہے، پھر مہاراجہ الور نے بلا لیا، کچھ دن بعد سہارنپور میں قیام رہا، دو سال تک کسی بڑے عہدے پہ فائز رہے نواب ٹونک کے پاس بھی رہے، پھر نواب یوسف علی خاں نے رامپور بلا لیا، خود تلمذ اختیار کیا، اور محکمۂ نظامت اور مرافعۂ عدالت میں منسلک کر دیئے گئے، نواب کلب علی خاں نے بھی آپ سے پڑھا۔ آٹھ برس رامپور میں رہنے کے بعد لکھنؤ چلے گئے، اور وہاں صدر الصدور بنائے گئے۔ پھر واجد علی شاہ کے زمانہ میں ایک کچہری حضور تحصیل کے نام سے قائم ہوئی تو اس کے مہتمم مولانا فضل حق مقرر ہوئے۔

ان تمام مناصبِ جلیلہ کے بعد مولانا کی دینی آزمائش کا وقت آیا، اور غدر ۱۸۵۷ء کے بعد مولانا بھی باغی قرار دیئے گئے اور ۱۸۵۹ء میں سلطنت مغلیہ کی وفاداری یا فتویٰ جہاد کی پاداش یا جرم بغاوت میں مولانا ماخوذ ہو کر سیتا پور سے لکھنؤ لائے گئے مقدمہ چلا تو رہائی کے بہت سے اسباب اگرچہ پیدا ہو گئے تھے لیکن مولانا نے خود فتویٰ کی تصدیق نہایت جرأتِ ایمانی سے کر دی، اس لئے عبورِ دریائے شور کی سزا ہوئی، اور وہ جزیرہ انڈمان روانہ کر دیئے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئے، تکالیفِ شدیدہ کے بعد اگرچہ ان کی رہائی کا حکم بھی صادر ہوا، اور مولوی شمس الحق پروانۂ رہائی حاصل کرکے انڈمان روانہ ہو گئے، وہاں جہاز سے اتر کر شہر میں گئے، تو ایک جنازہ نظر پڑا، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ کل ۱۲ر صفر ۱۲۷۸ھ کو علامہ فضل حق خیر آبادی کا انتقال ہو گیا۔

علامہ نے باوجود ملازمت کی پابندیوں اور مصروفیتوں کے عمر بھر تصنیف و تالیف کا مشغلہ جاری رکھا، اُن کی تصنیفات زیادہ تر منطق، فلسفہ و حکمت میں ہیں جن کے نام حسبِ تصریح مؤلف تذکرہ علمائے ہند یہ ہیں۔

۱۔ الجنس الغالی فی شرح الجوہر العالی،
۲۔ حاشیہ شرح سلّم قاضی مبارک،
۳۔ حاشیہ افق المبین[1]
۴۔ حاشیہ تلخیص الشفاء
۵۔ ہدیہ سعیدیہ در حکمتِ طبعی،
۶۔ رسالہ تحقیق العلم والمعلوم
۷۔ الروض المجود فی تحقیق حقیقۃ الوجود،
۸ رسالہ تحقیق الاجسام
۹۔ رسالہ تحقیق کلی طبعی،
۱۰۔ رسالہ تشکیک ماہیات
۱۱۔ تاریخ غدر ہندوستان

---

[1] یہ حاشیہ علامہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ۸۵/۱۶۰ نمبر پر سبحان اللہ اور ینٹیل لائبریری .... مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں محفوظ ہے،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باغی ہندوستان میں چند اور کتابوں کے نام لکھے ہیں۔

۱۲۔ رسالہ قاطیغوریاس

۱۳۔ امتناع النظیر

۱۴۔ التحقیق الفتوی فی ابطال الطغوی

فلسفہ و حکمت کے عالم متبحر ہونے کے ساتھ علامہ بہت بڑے ادیب، شاعر، اور انشا پرداز بھی تھے، تذکرہ علمائے ہند میں لکھا ہے،

"در علوم منطق و حکمت و فلسفہ و ادب و کلام و شعر فائق الاقران و استحضارے فوق البیان داشت نظمش زاید بر چہار ہزار اشعار خواہد بود"

باغی ہندوستان میں ان کی نظم و نثر کے بکثرت نمونے درج کئے ہیں، اور قصائد فتنۃ الہند اور مجموعۃ القصائد کا نام ان کی تصنیفات کے سلسلہ میں درج کیا ہے، مرزا غالب سے نہایت گہرے دوستانہ تعلقات تھے، اور مرزا نے اپنی مشکل پسندی کے طرز کو علامہ ہی کے مشورے سے چھوڑا، اور اپنے دیوان کا انتخاب مرزا خان کوتوال شاگرد مرزا قتیل اور علامہ نے کیا تھا، اور وہ یہی دیوان ہے جو آج عینک کی طرح لوگ آنکھوں سے لگائے پھرتے ہیں۔

شمس العلماء مولانا عبدالحق خیرآبادی

مؤلف تذکرہ علمائے ہند نے مولانا کا حال نہایت مختصر طور پر صرف دو تین سطروں میں لکھا ہے لیکن مولانا عبدالشاہد خاں شروانی نے باغی ہندوستان میں مولانا کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں۔ اور ہم اس کا خلاصہ اس موقع پر درج کرتے ہیں۔

مولانا دہلی میں ۱۲۴۴ھ میں پیدا ہوئے اور وہیں اپنے والد ماجد سے تعلیم حاصل کی اور ۱۶ سال کی عمر میں درسیات معقول و منقول سے فارغ ہوگئے، والد ماجد کے ساتھ الور آنا جانا رہتا تھا، مہاراجہ مولانا کی بول چال اور علم و فضل کے شیفتہ ہوگئے، اور مولانا فضل حق

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خیرآبادی کے اودھ سے چلے جانے کے بعد مولانا کو عمائد و ارکانِ سلطنت میں شامل کر لیا۔ ۱۸۵۷ء مطابق ۱۲۷۴ھ میں دہلی میں قیام تھا، باپ کی گرفتاری پر لکھنؤ پہنچ کر پیروی کی، جزیرہ انڈمان جانے کے بعد کچھ عرصہ خیرآباد میں گزرا، پھر نواب صاحب کی طلبی پر ٹونک چلے گئے اور دو سال وہیں قیام فرمایا، اس کے بعد گورنمنٹ نے مدرسہ عالیہ کلکتہ کے لئے خدمات حاصل کر لیں، کلکتہ کی آب و ہوا ناموافق ثابت ہوئی تو نواب کلب علی کے اصرار پر رامپور تشریف لے گئے، نواب نے شاگردی اختیار کی، اور تعظیم و تکریم کا حق ادا کر دیا۔ رامپور میں ۱۲۸۱ھ سے ۱۳۰۰ھ تک حاکم مرافعہ اور پرنسپل مدرسہ عالیہ رہے، نواب خلد آشیاں کی رحلت کے بعد خیرآباد چلے آئے، کچھ دن بعد آصف جاہ نظام حیدرآباد نے بلا بھیجا، اور وثیقہ جاری کر دیا۔ حیدرآباد میں تھوڑے دن قیام فرما کر وطن واپس ہوئے، تین سال کے بعد نواب حامد علی خان نے رامپور میں قیام پذیر ہونے کی درخواست کی، وہاں ایک سال نواب کی خاطر سے گزار کر خیرآباد آ گئے، اور یہاں ورمِ جگر، استسقاء اور ضیق النفس میں مبتلا ہو گئے اور ۲۳ شوال ۱۳۱۶ھ کو عالمِ جاودانی کو رونق بخشی، اور احاطہ درگاہ مخدوم شیخ سعد میں اپنے دادا مولانا فضل امام اور ان کے استاذ الاستاد ملا اعلم سندیلوی کے پہلو میں دفن ہوئے۔

علمی وقار کے ساتھ مولانا دنیوی حیثیت سے بھی رئیسانہ زندگی بسر کرتے تھے، اوقاتِ مقررہ کے علاوہ کسی کو ملنے کی اجازت نہ تھی، درسگاہ میں پورے لباس سے رونق افروز ہوتے، کوئی شور و غل نہیں کر سکتا تھا، چیخ کر بات کرنا ممنوع تھا نشستگاہ پر مسند اور تکیہ لگا رہتا تھا اور گرد و قالین بچھے رہتے تھے، باہر سے آنے والے مولانا کے دربار کو امیر مجلس سمجھتے، دن میں دو تین بار لباس تبدیل فرماتے، جس کمرہ میں نشست ہوتی، ہر دروازہ پر جوتا رکھا رہتا جس طرف سے کمرہ سے باہر ہوتے پہننے کے لئے پاپوش رکھی ملتی، لباس عمدہ اور اعلیٰ قسم کا زیب تن فرماتے عبا بھی استعمال کرتے، لکھنؤ کے دوکانداروں کو تشریف آوری خیرآباد کا حال معلوم ہو جاتا، تو پچاس میل کا سفر طے کر کے اچھی چیزیں لاتے اور منھ مانگے دام پاتے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک بار لکھنؤ کے ایک دکاندار مولانا کے لئے الوانیں لے کر آئے، مولانا نے ایک الوان اسی روپیہ قیمت کی پسند فرمائی، قلمدان طلب کیا کچھ رقم کی کمی تھی دکاندار سے کہا کہ تم جاؤ ہم روپیہ بھیج کر الوان طلب کرلیں گے، طلبہ یہ حال دیکھ رہے تھے، تاجر جب چلنے لگا، تو ایک طالب علم اس کے ہمراہ ہوئے، اور باہر جاکر اس الوان کو چالیس روپے میں خرید لائے، بعد عصر جب مولانا رونق افروز مجلس ہوئے تو الوان نذر کی، اور ساتھ ہی یہ بھی عرض کر دیا کہ حضور چالیس روپیہ میں خریدی ہے آپ نے اس کو الٹ پلٹ کر دیکھا، اور اٹھا کر پھینک دیا، اور فرمایا یہ وہ تھوڑی ہی ہے بیوقوف ہم کو احمق سمجھتا ہے اور خود بڑا عقلمند کا بچہ بنا ہے ہم گرہ کٹوا لیتے، اور یہ اس کی گرہ کاٹ لائے، اس ناراضی سے وہ طالب العلم بہت پریشان ہوا اور مولانا کے پرانے خدمت گار شبراتی کے پاس پہنچے اور اس کو سفارش پر آمادہ کیا، وہ اٹھا اور الوان کو درست کر کے دھلی لپیٹ کر اور ململ کے ٹکڑے پر باندھ کر حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا کہ حضور حافظ جی سے وہ الوان واپس کرا کے اور چالیس روپیہ مزید دے کر پسند کردہ الوان لے آیا، مولانا نے الوان دیکھ کر فرمایا حافظ جی دیکھو کتنا فرق ہے؟ دکاندار ہمارا نام سن کر آتے ہیں، منھ مانگے دام نہ پائیں تو کوئی کاہے کو آئے لوگوں میں یہ چرچا تو ہے کہ نوابوں کے مانند ایک بوریہ نشین ملانے بکتی الیسا ہے کہ امراء کی طرح دل رکھتا ہے۔

نفاست پسندی کا یہ عالم تھا کہ ایک روز ٹوکرے والا آم لے کر حاضر ہوا آم بہت عمدہ تھے مگر مولانا نے دور ہی سے دیکھ کر واپس کر دیا، کسی طالب العلم نے آم والے سے کہا کہ ان آموں کو دھو کر کپڑے سے پونچھنے کے بعد چھوٹی ٹوکری میں رکھ کر کسی دوسرے وقت حاضر خدمت ہو، چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا، منھ مانگی قیمت دے کر سب آم لے گئے اور ہر آنے جانے والے سے اس کے سلیقے کی تعریف کی، نازک مزاجی کی یہ حالت تھی کہ ایک بار کسی نے مجلس میں چمچہ کو چمچ کہہ دیا مولانا کی طبع نازک پر یہ لفظ اتنا گراں گزرا کہ فوراً محفل برخاست کی، اور کئی وقت تک اس کا اثر رہا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ٹونک میں ایک دن اپنی قیامگاہ کے بالاخانہ پر تشریف فرما تھے، سڑک پر ایک بیل گزرا جس کے سینگ بہت بڑے اور بے تکے تھے اسے دیکھ کر طبیعت میں تکدر پیدا ہوا اور فوراً ملازم ست سامان درست کرنے کو کہا، ہرچند تمام عقیدت مندوں نے روکنا چاہا لیکن نہ رکے، فرمایا جس جگہ ایسے بیل رہتے ہوں وہاں عبدالحق کیسے رہ سکتا ہے؟

مولانا کے تعلقات ہمیشہ راجاؤں اور نوابوں سے رہے لیکن انہوں نے ہمیشہ اپنے علمی وقار کو قائم رکھا، چنانچہ ایک بار دربارِ قیصری کے موقع پر مہاراجہ کشمیر کے کیمپ میں تشریف لے گئے مہاراجہ نے براہِ تعظیم گوشۂ مسند پر جگہ دی اور مزاج پرسی فرمائی، ساتھ ہی حکم دیا کہ والی عہد کے اتالیق کو تکلیف دو، وہ بھی تشریف لائے، مہاراجہ نے انہیں بھی مولانا کے مقابل گوشۂ مسند پر جگہ دی ممکن ہے مولانا کی نازک مزاجی نے اسے پسند نہ کیا ہو، پھر مہاراجہ نے فرمایا مجھے مدت سے آرزو تھی کہ ایسے بلند پایہ علماء کا کسی مسئلہ پر مناظرہ دیکھوں، یہ سنتے ہی مولانا نے برافروختگی کے ساتھ کہا:

"مہاراجہ آپ نے مرغ اور بٹیر کی پالیاں دیکھی ہوں گی علماء کی یہ شان نہیں ہے"

یہ کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے، مہاراجہ کو عرق آگیا، دوسرے روز افسرِ اعلیٰ کے ذریعہ سے گیارہ پارچہ کا خلعت اور نقد دو ہزار روپے معذرت کے ساتھ مولانا کی خدمت میں بھیجے، لیکن مولانا نے جواب میں کہا:

"مجھے افسوس ہے کہ مہاراجہ نے براہِ قدر دانی خلعت و نقد سے عزت افزائی کی مگر میں اس کے قبول کرنے سے معذور ہوں، کیونکہ میں رئیس رامپور کا ملازم ہوں"

یہ پرچہ نواب مشتاق علی خاں بہادر ولیعہد رامپور کو ان کے کیمپ میں گزرا کیوں کہ نواب خلد آشیان فرمانروائے رامپور بیماری کی وجہ سے دہلی آنے اور دربارِ قیصری میں شرکت سے معذور رہے تھے، پرچہ گذرنے پر ولیعہد بہادر نے خلد آشیان کو اس واقعہ کی اطلاع تار پر دی، تار ہی پر جواب آیا۔ ہماری طرف سے گیارہ پارچہ کا خلعت اور نقد دو ہزار پیش کردو،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک قتل کے سلسلہ میں مولانا کے شاگرد رشید مولانا حکیم برکات احمد ٹونکی پر الزام لگا دیا گیا، وہ مولانا کے پاس تھے کہ کوتوال رامپور وارنٹ لے کر پہنچا، واقعہ معلوم ہونے پر مولانا نے کوتوال کے ساتھ نواب کی بھی خوب خبر لی کہ اسے بھی لے کر آتا، جب مزا معلوم ہوتا کہ طالب العلم پر یہ جرأت کیسے کی جا سکتی ہے، کوتوال طیش میں بھرا ہوا نواب کے پاس پہنچا اور سارے الفاظ دہرائے، نواب مولانا کے ناز بردار اور قدر دان تھے، الٹے کوتوال پر ناراض ہوئے کہ مولانا نے میری توہین نہیں کی بلکہ تو نے کی، تو ایسے شخص کے پاس کیوں پہنچا جو نواب کو بھی برا بھلا کہہ سکتا ہے اس توہین کا صرف تو ذمہ دار ہے، وقار علم کے قائم رکھنے کے لئے جرأت اور بیباکی صرف امراء کے ساتھ مخصوص تھی لیکن نوکروں کے معاملہ میں وہ نہایت حلیم، بردبار اور سادا دل رئیس بن جاتے، اور ان کی چالاکیوں سے واقف ہوتے ہوئے بھی تجاہل عارفانہ سے کام لیتے، اور بیشتر چشم پوشی فرماتے، اور دوسروں پر اس کا اظہار اس انداز میں فرماتے کہ حقیقت ظاہر ہونے پر بھی ناگوار نہ گزرے، ایک بار مولانا کو ایسا عارضہ لاحق ہو گیا کہ بگلوں کا شوربہ استعمال کرایا گیا، اس لئے لطوں کے ساتھ بگلے بھی پالے گئے، شیریں بھی غذا میں رہتی تھیں، کئی دن تک دسترخوان پر شیریں نہ دیکھی، تو دریافت کیا، شبراتی ملازم نے جواب دیا کہ بگلوں کے ساتھ رات کو بند کر دی جاتی تھیں، وہ کھا گئے اس پر خاموشی اختیار کی، مگر جو آیا اس سے ذکر کیا کہ ہماری شیریں بگلے کھا گئے، فرزند سعید مولانا اسد الحق سے بھی یہ ذکر آیا، وہ کہنے لگے ابا جان یہ کارستانی شبراتی کی ہے خود کھا گیا بگلوں کے سر تھوپ دیا، مولانا نے منھ پھیر لیا، اور کئی روز تک بات نہ کی، وہ کئی دن کے بعد عفو تقصیر کے لئے دست بستہ آ کھڑے ہوئے تو فرمایا میاں تم نے ہمیں نادان سمجھا ہے شبراتی ابا صاحب کا پروردہ ہے ہم کیسے اس کو چور بناتے، یہ تو تمہارا ہی جگر تھا کہ بزرگوں کے دیکھنے والے کے لئے ایسے الفاظ استعمال کر بیٹھے، میاں اگر اس نے کھا یا بھی تو ہم نے اتنا فضیحت کر لیا کہ وہ خود نادم نظر آتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا اگرچہ اخلاقی اور معاشرتی حیثیت سے امیرانہ اور رئیسانہ زندگی بسر کرتے تھے لیکن علمی مشغلہ کا اس زندگی پر کوئی اثر نہیں پڑتا تھا۔ بلکہ ہمیشہ درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مصروف رہتے تھے، انہوں نے جو کتابیں لکھی ہیں ان کے نام یہ ہیں،

حاشیہ قاضی مبارک، حاشیہ غلام یحییٰ، حاشیہ حمد اللہ، حاشیہ میر زاہد امور عامہ شرح ہدایۃ الحکمت، شرح مسلم الثبوت، تسہیل الکافیہ (شرح کافیہ) شرح سلاسل الکلام جواہر غالیہ رسالہ تحقیق تلازم۔

ان میں حاشیہ غلام یحییٰ تسہیل الکافیہ، شرح ہدایۃ الحکمۃ جواہر غالیہ، شرح میر زاہد امور عامہ چھپ گئی ہیں۔ اور تسہیل الکافیہ، اور شرح ہدایۃ الحکمۃ داخلِ نصاب ہیں، مولانا کی ان علمی خدمات کی بنا پر گورنمنٹ انگریزی نے ۱۸۸۷ء میں شمس العلماء کا خطاب دیا، فرمایا کرتے تھے باپ کو کالے پانی کیا، اور بیٹے کی خطاب سے اشک شوئی کی۔

اودھ کے یہ دو مستقل علمی خاندان ہیں جن کی وجہ سے ہندوستان میں متعدد علمی سلسلے قائم ہوئے اور ان کے ذریعہ سے علومِ عقلیہ کی اشاعت ہوئی لیکن ان کے علاوہ اودھ میں اور بھی متعدد معقولی علماء تھے جن کی کتابیں درسِ نظامیہ میں داخل ہیں، ان سب سے زیادہ مشہور قاضی مبارک گوپاموی ہیں۔

قاضی مبارک گوپاموی

ان کے والد کا نام شیخ دائم تھا، وہ مولوی حمد اللہ سندیلی اور مولوی قاضی احمد سندیلی کے معاصر تھے، اور قاضی احمد علی سے مناظرہ و مباحثہ کیا تھا، ۱۱۶۲ھ میں وفات پائی، ان کی مشہور کتاب شرح سلم العلوم ہے جس کا نام قاضی مبارک ہے اور درس نظامیہ کے نصاب میں داخل ہے اور اس نصاب کی آخری کتاب ہے جس پر سندِ فضیلت ملتی ہے، یہ شرح ۱۱۴۳ھ میں ربیع الاول کی ساتویں تاریخ کو جمعرات کے دن شاہ جہان آباد میں تمام ہوئی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولوی حمد اللہ سندیلوی

ان کے باپ کا نام حکیم شکر اللہ تھا، وہ ملا نظام الدین کے ارشد تلامذہ میں تھے انہوں نے قصبہ سندیلہ میں ایک بڑا مدرسہ قائم کیا، پیشگاہ شاہی سے مصارفِ مدرسہ کے لئے چند گاؤں معافی میں ملے، اور اسی مدرسہ میں درس و تدریس میں زندگی بسر کی، اور متعدد علماء مثلاً قاضی احمد علی سندیلوی، مولوی احمد حسین لکھنوی، ملا بابا اللہ جونپوری، مولوی محمد اعظم قاضی سندیلہ، مولوی عبد اللہ بن مولوی زین العابدین مخدوم زادہ نے ان سے کسبِ فیض کیا، پیشگاہ شاہی سے ان کو فضل اللہ خان کا خطاب ملا تھا، اور ابو المنصور خان صوبہ دار اودھ ان سے برادرانہ تعلق رکھتا تھا، انہوں نے ۱۱۶۰ھ میں دلی میں وفات پائی، اور حضرت قطب الدین اوشی کے مزار کے غربی و جنوبی طرف دفن ہوئے، ان کی تصنیفات حاشیہ شمس بازغہ، حاشیہ صدرا شرح زبدۃ الاصول عالی ہیں، لیکن ان کی سب سے زیادہ مشہور و مقبول تصنیف سلم العلوم کی شرح تصدیقات ہے، جو حمد اللہ کے نام سے مشہور ہے اور درسِ نظامیہ میں داخل ہے،

اودھ سے باہر جو معقولی علماء پیدا ہوئے، ان کے چند مشہور لوگوں کے نام یہ ہیں۔

ملا محمود جونپوری

ان کے باپ کا نام شیخ محمد اور دادا کا نام شاہ محمد تھا، ابتدائی تعلیم اپنے دادا سے حاصل کی، اس کے بعد سترہ سال کی عمر میں مولانا افضل جونپوری کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام درسیات کی تکمیل کی، تکمیل علوم سے فارغ ہو کر جونپور سے اکبرآباد گئے، اور شاہجہان کے وزیر آصف خان سے مل کر پھر جونپور واپس آئے، اور درس و تدریس دینے لگے، ۹ ربیع الاول ۱۰۶۲ھ میں اپنے استاد مولانا افضل جونپوری کی زندگی ہی میں وفات پائی، اور استاد کو اس سانحہ سے اس قدر صدمہ ہوا کہ چالیس روز تک بالکل نہیں مسکرائے اور چالیس دن کے بعد خود بھی انتقال کیا۔

وہ علوم عقلیہ اور ادبیہ دونوں میں کمال رکھتے تھے، فرائد معانی و بیان میں لکھی، ایک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چار ورقی رسالہ فارسی زبان میں زمانہ کے اقسام پر لکھا، لیکن ان کی سب سے مشہور کتاب شمس بازغہ ہے جو درسِ نظامیہ میں داخل ہے، اور اس درس کی انتہائی کتاب ہے۔

ملا محب اللہ بہاری

باپ کا نام عبدالشکور تھا، بہار کے ایک گاؤں کڑا میں پیدا ہوئے اور ابتدا میں درسی کتابیں اپنے زمانہ کے علماء سے پڑھیں، اور اخیر میں ملا قطب الدین شمس آبادی کے حلقۂ درس میں داخل ہو کر فارغ التحصیل ہوئے، اس کے بعد دکن گئے، اور عالمگیر نے ان کو لکھنؤ اور حیدر آباد کا قاضی مقرر کر دیا، اس کے بعد عالمگیر کے پوتے رفیع القدر بن شاہزادہ محمد معظم الملقب شاہ عالم کے استاد مقرر ہوئے، پھر شاہ عالم کے زمانے میں ممالک ہند کی صدارت اور فاضل خان کے خطاب سے ممتاز ہوئے ۱۱۱۹ھ میں وفات پائی، اور احاطہ مزار شاہ فرید الدین طویلہ بخش میں چاند پورہ میں دفن ہوئے۔

ان کی تصنیفات میں سلم العلوم منطق میں اور مسلم الثبوت اصولِ فقہ میں نہایت مقبول ہوئیں بالخصوص سلم العلوم کی شرحیں متعدد علماء نے کیں جن میں ملا حسن، حمد اللہ اور قاضی مبارک درس نظامیہ میں داخل ہیں، ان کے علاوہ الجزء الذی لا تیجزی کی بحث میں ایک رسالہ اور مغالطہ عامۃ الورود میں ایک رسالہ لکھا ہے۔

مولوی غلام یحییٰ بہاری

قصبہ نگر نہسہ کے متصل ایک گاؤں اکبر ہے، جو بہار سے آٹھ کوس کے فاصلہ پر پٹنہ اور بہار کے درمیان واقع ہے، اسی گاؤں میں پیدا ہوئے، اور ۱۱۲۸ھ میں وفات پائی اور بہار میں مخدوم شرف الدین قدس سرہ کی درگاہ کے احاطہ کے باہر دفن ہوئے۔

ان کا اصلی فن منطق ہے اور میر زاہد رسالہ پر ان کا حاشیہ نہایت مشہور اور متداول ہے جو درسِ نظامیہ میں غلام یحییٰ کے نام سے داخل ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضمیمہ

" افسوس ہے کہ غلطی سے سنہ وار ترتیب کے مطابق ان دونوں حکمار کے حالات درج نہ ہو سکے، اس لئے ان کو ضمیمہ کی صورت میں درج کیا جاتا ہے ،

حکیم زین الدین عمر بن سہلان الساوی

(چھٹی صدی کے ریاضی دان)

ساوہ کے رہنے والے تھے لیکن وہاں سے نیشاپور میں چلے آئے اور وہیں سکونت اختیار کرلی، اور وہیں تعلیم حاصل کی ،

سلجوقیوں کے زمانہ میں جس قدر حکما تھے، ان کے حالات کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو ریاضیات سے دلچسپی تھی، غالباً اسی بنا پر ابن سہلان کو بھی ریاضیات سے زیادہ شغف تھا اور اس کا اندازہ خود ان کے ایک بیان سے ہوتا ہے، انہوں نے ایک شخص سے بیان کیا کہ

" میرا طالع میزان ہے اور ایک دن میرے طالع کے درجے پر راس وزہرہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا قران ہوا، تو میں نے کہا کہ اس دن مجھ کو ایک بڑی کامیابی حاصل ہوگی،
چنانچہ اقلیدس کے دسویں مقالہ کی ایک شکل میری سمجھ میں نہیں آتی تھی،
اتفاق سے مجھے نیند آگئی، تو میں نے خواب میں ایک بڈھے کو دیکھا، جس کی
نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ اقلیدس نجار تھا، میں نے اس سے یہ شکل پوچھی تو
اس نے کہا کہ فلاں مقالہ کی فلاں شکل کی طرف رجوع کرو تو یہ شکل تمہاری
سمجھ میں آجائے گی، میں اٹھا، اور وضو کر کے نماز پڑھی، اور اس شکل کی
طرف رجوع کیا، تو وہ شکل میری سمجھ میں آگئی۔"

ابن سہلان نے بہت سی کتابیں اور بہت سے متفرق رسالے لکھے تھے، لیکن ساوہ میں ان کے کتب خانے میں آگ لگ گئی، اور وہ جل گئیں، ان کے مرنے کے بعد کچھ کتابیں ان کے ماتم میں جلادی گئیں، کشف الظنون میں ان کے ایک رسالے کا نام "الرسالۃ السنجریۃ فی الکائنات العنصریۃ" لکھا ہے[1] لیکن ان کی سب سے زیادہ مشہور کتاب بصائر نصیریہ ہے جو منطق میں ہے، یہ کتاب اس قدر مقبول ہوئی کہ اس زمانے کے نصاب تعلیم میں داخل ہوگئی، چنانچہ شیخ الاشراق نے اصفہان میں اس کتاب کو ظہیر فارسی سے پڑھا تھا اور ان کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس کتاب میں بہت کچھ غور و فکر کیا تھا[2]
علامہ ابن ابی اصیبعہ نے طبقات الاطباء میں لکھا ہے کہ "میں نے ابن سہلان کی کتاب التبصرہ علامہ شمس الدین الخولی المتوفی ۶۳۷ھ سے پڑھی[3]"، اور غالباً اس سے وہی بصائر نصیریہ مراد ہے، یہ کتاب مطبع بولاق میں چھپ گئی ہے۔

ابن سہلان علی بن ابی القاسم زید بیہقی المتوفی ۵۶۵ھ مصنف کتاب صوان الحکمۃ

---

[1] کشف الظنون جلد ا ص ۵۵۵، [2] شہرزوری قلمی ص ۲۴۲ ۔
[3] طبقات الاطباء جلد ۲ ص ۱۷۱،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے معاصر تھے اور وہ ان سے تعلقات رکھتے تھے، ان کا بیان ہے کہ میں ان کے پاس آمدورفت رکھتا اور اُن کو علم کا بحر مواج پاتا تھا۔

وہ اپنی معاش اپنے ہاتھ سے کتابیں لکھ کر پیدا کرتے تھے اور کتاب الشفاء کا ایک نسخہ لکھ کر ۲۰ اشرفیوں پر فروخت کرتے تھے، ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے شریعت اور حکمت میں تطبیق دی تھی[1] لیکن افسوس یہ ہے کہ اس کے متعلق ان کی کوئی کتاب موجود نہیں ہے۔

---

[1] تتمہ صوان الحکمۃ ص ۱۲۷، ۱۲۸،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمد بن عبدالکریم مہندس

وفات ۵۹۹ھ

جن حکماء نے فلسفہ وحکمت کے ذریعے عملی کام کئے ہیں، ان میں محمد بن عبدالکریم مہندس بھی شامل ہیں، ان کی کنیت ابوالفضل اور لقب موید الدین ہے، پہلے بڑھئی تھے، اور یہی پیشہ ان کا ذریعہ معاش تھا، چونکہ اپنے پیشے میں نہایت مہارت رکھتے تھے، اس لئے لوگ ان کے کام کو بہت پسند کرتے تھے، سلطان نورالدین زنگی نے جو عظیم الشان شفاخانہ بنوایا تھا اس کے اکثر دروازے انہی کے ہاتھ کے بنائے ہوئے تھے، اسی پیشہ میں کمال حاصل کرنے کے لئے انہوں نے اقلیدس پڑھنی چاہی، اور جب ان کے دل میں یہ شوق پیدا ہوا تو وہ اس وقت مسجد خاتون میں کام کر رہے تھے، چنانچہ جب صبح کو اس مسجد میں کام کرنے کے لئے جاتے تھے، تو راستے میں اقلیدس کی شکلیں حل کرتے جاتے تھے اور کام سے فارغ ہونے کے بعد بھی یہی مشغلہ جاری رہتا تھا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے اقلیدس کی پوری کتاب کو حل کر لیا، اور اس کو اچھی طرح سمجھ گئے، پھر مجسطی پڑھنی شروع کی، اور علم ہندسہ کی تحصیل وتکمیل میں ہمہ تن مشغول ہو گئے، اور اس میں اس قدر شہرت حاصل کی کہ مہندس کے لقب سے مشہور ہو گئے۔

علم ہندسہ کے ساتھ ان کو ریاضی اور زیچ کے علم حاصل کرنے کا بھی موقع ملا، ان کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زمانے میں شرف الدین طوسی ان علوم میں کمال رکھتے تھے، وہ دمشق میں آئے، تو انہوں نے ان سے ان علوم کو حاصل کیا۔

ایک معمولی پیشہ میں کمال حاصل کرنے کے لئے انہوں نے ریاضی اور ہندسہ کی طرف توجہ کی تھی، لیکن بعد کو اس سے بڑے بڑے علمی کام لئے، چنانچہ انہوں نے جامع دمشق کے گھنٹہ گھر کی اصلاح کی، اور اس کی نگرانی کے لئے ان کو مستقل وظیفہ ملتا تھا، انہوں نے ستر سال کی عمر میں ۵۹۹ھ میں انتقال کیا[1]۔

18633

[1] طبقات الاطباء جلد دوم ص ۱۹۰ - ۱۹۱،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

81.07
ع 48 ح
8633-EU-64

نیشنل بُک فاؤنڈیشن
اسلام آباد
لاہور - راولپنڈی - ملتان - کراچی -
N 969-37-0963-5

قیمت :-/۷۷ روپے